ماہنامہ دارالعلوم دیوبند (ہندوستان) کی عظیم پیشکش

ختمِ نبوت نمبر (کامل)

مع ضمیمہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دام مجدہم

مکتبہ مدنیہ

۱۷- اردو بازار ○ لاہور

فون ۶۲۵۲۰

دارالعلوم دیوبند کا ترجمان

ختم نبوت نمبر

ماہنامہ دارالعلوم

شمارہ نمبر ۳، ۴، ۵ (بابتہ ماہ جون جولائی، اگست سنہ ۱۹۸۷ء) جلد نمبر ۷۱



حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

مدیر

مولانا حبیب الرحمن القاسمی

فی پرچہ -/۴

سالانہ -/۴۰ روپے

سالانہ بدل اشتراک بیرون ممالک سے

سعودی عرب، افریقہ، برطانیہ، امریکہ، کناڈا وغیرہ

کا سالانہ = ۱۶۰/ روپے، پاکستان = 70/ روپے، بنگلہ دیش -/50 ہندوستانی

سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ زرِ تعاون ختم ہو گیا ہے۔

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ حال

از — حبیب الرحمٰن قاسمی

دارالعلوم دیوبند نے ۲۹، ۳۰، ۳۱ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے ایک عالمی کانفرنس کی تھی جس میں ہندوستان کے علاوہ سعودیہ عربیہ عرب امارات، پاکستان، بنگلہ دیش وغیرہ ممالکِ اسلامیہ کے ارباب دعوت و اصحاب قلم نے شرکت کی تھی۔ کانفرنس کا آغاز ہندوستان کے مشہور داعی حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کی افتتاحی تقریر سے ...... اور اختتام رابطۂ عالم اسلامی کے سکریٹری محترم ڈاکٹر عبداللہ نصیف کی تقریر پر ہوا تھا۔ کانفرنس کی مکمل رپورٹ اور کانفرنس میں منظور تجویزیں دارالعلوم مجریہ ماہ نومبر ۱۹۸۶ء میں تفصیل سے آچکی ہے۔

اس موقع پر تقریروں کے علاوہ بہت سے صاحب نظر علماء نے مقالات بھی پیش کیے تھے۔ زیر نظر نمبر انھیں مقالات پر مشتمل ہے۔ مقالات کی ترتیب مضامین کے اعتبار سے کی گئی ہے۔ مقالہ نگاروں کی اہمیت و شہرت کا چنداں لحاظ نہیں کیا گیا ہے نیز بعض مقالات میں حک و حذف سے بھی ضرورتاً کام لیا گیا ہے۔ اس طرح کے مجموعوں میں یہ عمل ناگزیر ہوتا ہے۔ امید ہے کہ مرتب کو اس سلسلے میں معذور سمجھا جائے گا۔ خیال یہ تھا کہ یہ خصوصی شمارہ زیادہ سے زیادہ دو ڈھائی سو صفحات پر شائع کیا جائے۔ لیکن مقالات کی کثرت نے ایسا نہ کرنے دیا۔ پھر بھی بعض مقالات شاملِ اشاعت نہ کیے جاسکے جس کا

وجہ مقالہ کی غیر ضروری طوالت یا اسی موضوع پر اس سے بہتر مضمون کی اشاعت ہے۔
اس کانفرنس میں ایک نشست طلبۂ دارالعلوم کے لئے مخصوص کی گئی تھی جس میں طلبۂ
عزیز نے تقریریں اور اپنے مقامات پڑھے تھے افسوس کہ یہ مقالات مرتب کو حاصل
نہ ہوسکے۔ ورنہ ان کی نمائندگی بھی ہو جاتی اگر یہ مقالات بعد میں مل گئے تو آئندہ
شماروں میں انتخاب کر کے شائع کردئے جائیں گے

یہ خصوصی نمبر اب سے بہت پہلے آجانا چاہئے تھا، کم از کم اعلان کے مطابق ۱۵ر جولائی ۱۹۸۷ء
تک ضرور شائع ہو جانا چاہئے تھا۔ اعلان کے مطابق ساری تیاریاں مکمل کرلی گئی تھیں مگر
میرٹھ اور دہلی کے نہ ختم ہونے والے سنگین فساد نے سارے نظام کو درہم برہم کردیا
رسل ورسائل کے ذرائع تقریباً منقطع ہوگئے اور انتہائی کوشش کے باوجود بھی، کاغذ
فراہم کرنے میں نہ صرف ہمارا دفتر بلکہ پریس کے مالک بھی ناکام رہے اس مجبوری
سے یہ خاص نمبر جولائی کے بجائے اب اگست میں قارئین کی خدمت میں پیش
کیا جارہا ہے۔ نیز صفحات کی زیادتی کی بنا پر دو ماہ کے بجائے یہ شمارہ تین مہینوں
پر مشتمل ہے۔ انشاء اللہ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ ستمبر ۱۹۸۷ء سے ماہنامہ دارالعلوم
حسب معمول ہر ماہ کی ۱۵ تاریخ کو شائع ہوتا رہے گا۔

وما توفیقی الا باللہ وھو حسبی ونعم الوکیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

نبی افرنگ کی داستانِ حیات

نام اور تاریخ پیدائش:- انگریزی نبی کا پہلا نام "دسوندی" تھا(۱)، پتہ نہیں دسوندی سے کب "غلام احمد" بن گئے۔ انھوں نے خود لکھا ہے کہ میری پیدائش موضع قادیان ضلع گورداسپور میں ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی۔ اور ایک دوسری تحریر میں جو اپنے والد کی وفات کے سلسلہ میں لکھی ہے کہتے ہیں کہ "جب میرے والد نے دنیا کو چھوڑا تو اس وقت میری عمر ۳۴ یا ۳۵ سال کی تھی[2] ان کے والد مرزا غلام مرتضیٰ کا انتقال ۱۸۷۶ء میں ہوا ہے[3] اس اعتبار سے سنِ پیدائش ۱۸۴۱-۱۸۴۲ء ہوتا ہے۔

مرزا قادیانی کا خاندان مرزا قادیانی کس خاندان سے تعلق رکھتے تھے اس کا پتہ لگانا ان کی تحریروں سے نہایت دشوار ہے۔ کیونکہ وہ ۱۸۹۸ء تک اپنے آپ کو مرزا لکھتے رہے ہیں۔ چنانچہ کتاب البریہ جو ان کی ۱۸۹۸ء کی تصنیف ہے اس کے صفحہ ۱۳۴ پر اپنی قومیت برلاس (مغل) لکھی ہے۔ لیکن اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۵ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں، میرے الہامات کی رو سے ہمارے آباء اولین فارسی تھے پھر ۱۹۰۱ء میں اس نسبی تعلق سے دست بردار ہو کر اپنے رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ" کے صفحہ ۱۶ پر رقمطراز ہیں کہ "میں اسرائیلی بھی ہوں اور فاطمی بھی" اس کے ایک سال بعد ایک

۱؎ تکذیب براہین احمدیہ ص ۱۳۷، ۲؎ کتاب البریہ ص ۱۵۹ ۳؎ مسیح موعود، مولفہ مرزا محمود احمد

پلٹا اور کھایا اور اپنی تصنیف تحفۂ گولڑویہ کے صفحہ ۱۸ پر یہ تحقیق سپرد قلم کی "میرے بزرگ چینی حدود سے پنجاب آتے تھے" ان انکشافات سے ان کی ذات چار قوموں کا معجون مرکب معلوم ہوتی ہے یعنی وہ بیک وقت مغل، یہودی، سید اور چینی سب تھے۔ " خامہ انگشت بدنداں ہے اُسے کیا لکھئے۔

مرزا کے والد غلام مرتضیٰ بیگ کی عملی حالت

آنجہانی انگریزی نبی کے منجھلے لڑکے میاں بشیر احمد ایم، اے لکھتے ہیں کہ ہمارے دادا مرزا غلام مرتضیٰ بے نمازی تھے یہاں تک کہ ۷۵ سال کی عمر میں پہنچ کر بھی نماز نہیں پڑھی[۱]

مرزا کے ایام طفلی

اللہ تعالیٰ کے منتخب اور برگزیدہ بندوں کے بچپن کے برعکس مرزا قادیانی کے ایام طفلی دیگر بازاری بچوں ہی کی طرح نظر آتے ہیں۔۔ چنانچہ ان کی سوانح حیات سیرت المہدی میں درج ہے کہ ایک مرتبہ مرزا کے ہم عمر لڑکوں نے اُن سے کہا گھر سے شکر لاؤ۔ گھر گئے تو وہاں پسا ہوا نمک رکھا تھا۔ اُسے شکر سمجھ کر چپکے سے جیب میں بھر لیا اور لڑکوں کے سامنے پہنچ کر پھانکنا شروع کر دیا[۲] انگریزی نبی صاحب کو بچپن میں چڑیوں کے پکڑنے کی بھی عادت تھی[۳]

تعلیمی لیاقت

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علوم و معارف تمام تر موہبت ربانی پر موقوف ہوتے ہیں اپنے جیسے انسان سے تعلیم و تعلم اور اخذ فیض سے ان کی زندگی بالکل پاک ہوتی ہے۔ اس لئے انگریزی نبی کو بھی یہ فکر ہوئی کہ وہ اپنے آپ کو امی ثابت کریں۔ لیکن ان کا اسکولوں میں

---

[۱] سیرت احمدی ج ۱ ص ۲۱۲، [۲] سیرت المہدی، ج ۱ ص ۲۲۶، [۳] ایضاً ج ۱ ص ۲۳۲

پڑھنا ایک ایسی حقیقت ہے جس کو خود مرزا جی بھی اپنے دجل وفریب سے چھپا نہ سکے۔ حضرات انبیاء ورسل کی اس صفت خاص میں ہمسری وبرابری کی ناکام کوشش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "امام الزماں کے لئے لازم ہے کہ وہ دینی امور میں کسی کا شاگرد نہ ہو بلکہ اس کا استاد خدا ہو"[1]

ایک دوسری جگہ تحریر کرتے ہیں "آنے والے کا نام جو مہدی رکھا گیا سو اس میں اشارہ ہے کہ وہ آنے والا علم دین خدا ہی سے حاصل کرے گا۔ اور قرآن و حدیث میں کسی کا شاگرد نہیں ہوگا۔ سو میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرا حال یہی ہے کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ میں نے کسی انسان سے قرآن وحدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہے"[2]

نبی بننے کی خواہش میں ان جھوٹے دعوؤں کے بعد "دروغ گو را حافظہ نباشد" کی بہترین مثال ملاحظہ کیجئے کہ بقلم خود آنجہانی مرزا کیا لکھ رہے ہیں۔

"بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طرح ہوئی کہ جب میں سات سال کا تھا تو ایک فارسی خواں معلم میرے لئے نوکر رکھا گیا۔ جنھوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کی کتابیں مجھے پڑھائیں۔ اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا اور جب میری عمر قریباً دس ۱۰ سال کے ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی صاحب میری تربیت کے لئے مقرر کئے گئے جن کا نام فضل احمد تھا......

میں نے صرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد نحو ان سے پڑھے اس کے بعد جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ ان کو میرے

---

[1] اربعین ص ۱۱، [2] ایام الصلح۔ ص ۱۴۷

والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کے لئے مقرر کیا تھا۔ (اُن) مولوی صاحب سے میں نے نحو، منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو حاصل کیا۔[1]

مرزا کے پہلے استاذ فضل الٰہی قادیان کے باشندے اور حنفی تھے دوسرے فضل احمد فیروز والہ کے رہنے والے اہل حدیث تھے اور تیسرے استاذ گل علی شاہ متوطن ٹبالہ شیعہ تھے[2] قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔

مرزا نے اپنے تیسرے استاذ گل علی شاہ کے بارے میں یہ جھوٹ لکھا ہے کہ میرے والد نے ان کو نوکر رکھا تھا۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مرزا کے والد غلام مرتضیٰ ان کے دسترخوان کے ریزہ چین تھے۔ تفصیل کے لئے مرآۃ القادیانیہ، مؤلفہ مرزا احمد علی امرتسری ص ۲۹ ف ۳ ملاحظہ کیجئے۔

مرزا کے اس بیان سے جہاں ان کا پہلا دعویٰ کہ " میں نے کسی انسان سے قرآن وغیرہ کا ایک سبق نہیں پڑھا ہے ،، غلط ہوجاتا ہے۔ وہیں اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مرزا کی تعلیم ناقص اور ادھوری تھی اور وہ " نیم ملا خطرۂ ایمان ،، کے سچے مصداق تھے۔

انگریزی زبان میں معمولی واقفیت

انگریزی نبی کو بقول خود انگلش میں بھی الہام ہوا کرتے تھے اور نہایت فخر سے کہا کرتے تھے کہ " انگریزی نہیں جانتا، اس کوچہ سے بالکل ناواقف ہوں، ایک فقرہ تک مجھے معلوم نہیں۔ مگر خرق عادت کے طور پر اس زبان میں بھی مجھے الہام ہوتے ہیں[3]۔

لیکن آنجہانی کا یہ دعویٰ بھی دروغ مصلحت آمیز پر مبنی تھا۔ کیونکہ انھوں نے سیالکوٹ میں دوران ملازمت انگریزی کی دو ایک کتابیں سبقاً سبقاً پڑھی تھیں

---

[1] کتاب البریہ ص ۱۴۸، ۱۵۰، [2] سیرت المہدی ج ۱ ص ۲۲۳، ایضاً ج ۱ ص ۱۳۴)۔
[3] نزول مسیح ص ۱۴۔

اور اسی کے نتیجہ میں انگریزی کے ٹوٹے پھوٹے جملے بول اور لکھ لیا کرتے تھے۔ میاں بشیر احمد لکھتے ہیں۔ مولوی الٰہی بخش ڈسٹرکٹ انسپکٹر نے منشیوں کے لئے ایک انگریزی کا مدرسہ قائم کیا تھا" ڈاکٹر امیر شاہ پنشنر معلم تھے۔ حضرت مسیح موعود نے بھی انگریزی کی دو ایک کتابیں پڑھیں۔[1]

کچہری کی منشی گیری

کچہری سیالکوٹ کی ملازمت بھی انگریزی نبی کی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ مرزا کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ انگریزی حکومت نے مرزا غلام مرتضیٰ کیلئے تاحین حیات سات سو روپے سالانہ کی پنشن مقرر کردی تھی۔ اسی پر خاندان کے گذر بسر کا مدار تھا۔ ایام شباب میں ایک مرتبہ مرزا جی نے اس رقم کو وصول کر کے عیش کوشیوں اور جوانی کی رنگ رلیوں میں اڑا دی، بعد میں ہوا وہوس کا نشہ جب کچھ اُترا تو یہ شرمندگی دامن گیر ہوئی کہ کونسا منہ لیکر گھر جائیں اس لئے قادیان واپس آنے کے بجائے سیالکوٹ چلے گئے۔ اور وہیں اپنے مکتب کے ساتھی لالہ بھیم سین کی سعی وکوشش سے پندرہ روپئے ماہانہ پر کچہری میں منشی مقرر ہو گئے۔

عہدِ ملازمت

مرزا زادے بشیر احمد لکھتے ہیں کہ "مرزا صاحب نے دورانِ ملازمت اپنا دامن رشوت ستانی سے ملوث ہونے نہیں دیا"، لیکن مرزا کے اکثر واقف کار اطلاع دیتے ہیں کہ انھوں نے بزمانۂ ملازمت دل کھول کر رشوتیں لیں۔ چنانچہ مرزا احمد علی شیعی اپنی کتاب دلیل العرفان میں لکھتے ہیں کہ منشی غلام احمد امرتسری نے اپنے رسالہ "نکاح آسمانی کے رازہائے پنہانی میں لکھا تھا کہ مرزا نے زمانۂ محرری میں خوب رشوتیں لیں۔ یہ رسالہ مرزا کی وفات سے آٹھ سال پہلے ۱۹۰۰ء میں شائع ہو گیا تھا مگر مرزا نے اس کی تردید نہیں کی۔

مقدمہ بازی کا مشغلہ

آنجہانی مرزا نے منشی سے مختار بن جانے کی ہوس میں

[1] سیرت المہدی ج ۱ ص ۱۲۷

سیالکوٹ کے زمانۂ قیام میں مختاری کا امتحان بھی دیا تھا استعداد کی کمی کی بنا پر اس امتحان میں ناکام رہے اور مختاری کے منصب پر فائز ہونے کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ پھر بھی اتنا فائدہ تو ضرور رہا کہ قانونِ مروجہ کی موشگافیوں سے کسی حد تک واقف ہوگئے۔ چنانچہ مختاری کے امتحان میں ناکامی اور منشی گیری کی نوکری سے دل برداشتہ ہوکر جب قادیان واپس لوٹے تو اُن کے والد نے خاندانی مقدمات کی پیروی کی خدمت اُن کے سپرد کردی۔ مرزا جی خود بتاتے ہیں کہ "میرے والد صاحب اپنے بعض آبار واجداد کے دیہات دوبارہ حاصل کرنے کے لئے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کر رہے تھے۔ انھوں نے انہی مقدمات میں مجھے لگا دیا اور ایک زمانہ دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا۔[1]

مقدمہ بازی میں مرزا جی کو اس قدر شغف تھا کہ خواب بھی دیکھتے تو اسی کا جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں "ہمارا ایک مقدمہ موروثی اسامیوں پر تھا۔ مجھے خواب میں دکھلایا گیا کہ اس مقدمہ میں ڈگری ہو گئی۔[2] اسی طرح کے ایک خواب کا تذکرہ "تریاق القلوب" کے صفحہ ۳۶ پر بھی کیا ہے۔

اپنے شرکاء کی اراضی پر غاصبانہ قبضہ

آنجہانی مرزا کے تحریری بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے والد غلام مرتضیٰ اور ان کے بھتیجوں و دیگر اقربا کی کچھ زمین سکھوں نے اپنے عہد حکومت میں ضبط کر لی تھی۔ جسے انگریزی عہد سلطنت میں بذریعہ عدالت انھوں نے دوبارہ واگذار کرایا۔ بعد میں اس زمین پر آنجہانی مرزا اور ان کے بھائی غلام قادر بلا شرکتِ غیرے قابض و متصرف ہوگئے۔ اور دیگر حقدار رشتہ داروں کو اس میں سے کچھ نہیں دیا۔ بالآخر ان حقداروں نے مرزا اعظم بیگ لاہوری پنشنر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے تعاون سے عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا اور مرزا جی کے علی الرغم بذریعہ عدالت

---

[1] کتاب البریہ ص ۱۵۱، [2] حقیقۃ المہدی ص ۲۶۰، ۲۶۲

اپنا حصہ حاصل کر لیا۔ کم نصیب حقداروں کی اس اعانت پر مرزا اعظم بیگ کی شکایت کرتے ہوئے آنجہانی لکھتے ہیں "میرے والد کے انتقال کے بعد مرزا اعظم بیگ لاہوری نے شرکائے ملکیت قادیان کی طرف سے مجھ پر اور میرے بھائی مرحوم مرزا غلام قادر پر مقدمہ دخل ملکیت کا عدالت ضلع میں دائر کر دیا اور میں بظاہر جانتا تھا کہ ان شرکار کو ملکیت سے کچھ غرض نہیں کیونکہ وہ ایک گم گشتہ چیز تھی جو سکھوں کے وقت میں نابود ہو چکی تھی۔ اور میرے والد نے تن تنہا مقدمات دائر کر کے اس ملکیت اور دوسرے دیہات کی بازیافت کے لئے آٹھ ہزار روپیہ کے قریب خرچ و خسارہ اٹھایا تھا وہ شرکار ایک پیسہ کے بھی شریک نہیں تھے"[1]

تلاش شہرت اور مناظرانہ سرگرمیاں

آنجہانی مرزا جی اپنے خانگی حالات سے بہت دل برداشتہ تھے اور شب و روز اسی خیال میں غلطاں و پیچاں رہتے تھے کہ خاندانی زوال کا مداوا کس طرح کیا جائے مختاری کے ایوان میں باریابی کی توقع اٹھ چکی تھی، فوج یا پولیس کی ملازمت سے قلت تنخواہ کی بنار پر کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ تجارتی کاروبار سے سرمایہ کی کمی اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے قاصر تھے۔ اس لئے اب لے دے کر صرف یہی ایک صورت باقی رہ گئی تھی کہ خادم اسلام کی حیثیت سے زندگی کے میدان میں نمودار ہوں اور اس راہ سے شہرت و دولت حاصل کریں۔ چنانچہ اپنے مکتب کے ساتھی اور قدیم رفیق مولوی محمد حسین بٹالوی کے مشورہ سے قادیان کے بجائے لاہور کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور آریوں دیا دریوں سے مذہبی چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مولانا محمد حسین بٹالوی، منشی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ، بابو عبدالحق اکاؤنٹنٹ، حافظ محمد یوسف ضلعدار وغیرہ اس کام میں ان کے معاون بنے۔ اور ہر مجلس محفل میں یہ حضرات مرزا جی کی قابلیت اور بزرگی کا چرچا کرتے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ماہ ہی کے

---

[1] مکتوبات احمدیہ ج ۴ ص ۳۲ -

اندر مرزا جی مناظر اسلام کی حیثیت سے مشہور ہو گئے چونکہ ابھی تک انھوں نے مہدویت مسیحیت وغیرہ کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ اس لئے ہر مسلمان ان کو عزت وعقیدت کی نگاہ سے دیکھنے لگا۔ اور علمائے دین بھی ان کے ساتھ تعاون واشتراک کو دینی خدمت سمجھتے رہے۔ شہرت کے اس مقام بلند پر پہنچنے کے بعد لاہور کے قیام کو غیر ضروری سمجھ کر مرزا جی وطن مالوف قادیان واپس آ گئے اور وہیں سے مناظرانہ اشتہار بازیوں کا سلسلہ جاری رکھا۔

مرزا جی ایک عارفِ کامل کے رُوپ میں

مذہبی مناظروں کی بدولت مرزا جی کو جو شہرت حاصل ہو گئی تھی وہ ہر قسم کے دامِ تزویر کے کامیاب بنانے کی ضامن تھی۔ چنانچہ اس شہرت سے نفع حاصل کرنے اور اس کے ذریعہ مستقبل کو سنوارنے کی غرض سے مرزا جی نے باخدا صوفی کا سوانگ رچایا اور دنیوی کاروبار سے بظاہر منقطع ہو کر خلوت نشین ہو گئے وظائف وعملیات کی کتابوں کا مطالعہ کر کے بغیر کسی مرشد وشیخ کی رہنمائی کے عملیات و وظائف شروع کر دئیے۔ علاوہ ازیں راتوں کو قادیان سے باہر جا کر خندق میں جا بیٹھتے۔ اور جادو کے عمل پڑھا کرتے۔ ساتھ ہی اس زمانہ میں خوابوں کے ذریعہ بھی مستقبل کے حالات معلوم کرنے کی ناکام کوشش کرتے۔ اور اس سلسلے میں شب وروز مطبوعہ تعبیر ناموں کی ورق گردانی میں مصروف رہتے۔ اس زمانہ میں ان کا معمول یہ بھی تھا کہ اپنے خواب دوسروں کو سُنایا کرتے اور دوسروں کے خوابوں کی تعبیر خواب ناموں کی ورق گردانی کی مدد سے بتانے کی کوشش کیا کرتے تھے۔

مرزا زادے میاں بشیر احمد کا بیان ہے جب کوئی اہم معاملہ پیش ہوتا تو گھر کی عورتوں، بچوں اور خادماؤں تک سے پُوچھا کرتے تھے کہ تم نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ اگر کسی نے دیکھا ہوتا تو اُسے بڑے غور سے سنتے تھے [1]

---

[1] سیرت المہدی ج ۲ ص ۶۲۔

نبیِ افرنگ مراق کے شکار تھے

مراق یعنی مالیخولیا۔ دیوانگی کی ایک قسم ہے مرزا جی کے خلیفۂ اعظم حکیم نورالدین لکھتے ہیں۔ مالیخولیا جنون کا ایک شعبہ ہے اور مراق مالیخولیا کی ایک شاخ ہے[۱] طب کی مشہور کتاب شرح اسباب میں ہے۔ نوع من المالیخولیا یسمیٰ المراق "[۲] مالیخولیا کی ایک قسم مراق ہے۔ اس مرض کا مریض اگر کچھ پڑھا لکھا ہوتا ہے تو خدائی نبوت، غیب دانی وغیرہ کا دعویٰ کرنے لگتا ہے۔ "اگر مریض دانشمند بودہ باشد دعوائے پیغمبری وکرامت کند وسخن از خدائی گوید وخلق را دعوت کند۔[۳] اگر مراق کا مریض ذی علم ہو تو پیغمبری اور کرامت کا دعویٰ کرتا ہے اور خدائی کی باتیں کرتا ہے اور لوگوں کو اپنی رسالت کی دعوت دیتا ہے۔ یہ ایسا مرض ہے جس سے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کو قطعی طور پر محفوظ رکھا گیا ہے۔ لیکن نبیٔ افرنگ بقول خود دیگر بہت سے امراض کے ساتھ اس دماغی مرض کے بھی شکار تھے۔

چنانچہ لکھتے ہیں "دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت صلعم نے پیشین گوئی کی تھی جو اس طرح وقوع میں آئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان سے جب اترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوں گی۔ سو اس طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں ایک اُوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی یعنی مراق اور کثرت بول۔"[۴]

اسی طرح ایک مرزائی لکھتا ہے کہ مراق کا مرض حضرت (مرزا) صاحب میں موروثی نہیں تھا۔ بلکہ یہ خارجی اثرات کے ماتحت پیدا ہوا۔[۵]

مرزا جی کی دوسری بیماریاں

مراق کے علاوہ اور مختلف امراض میں بھی آنجہانی مبتلا تھے۔ یہاں بعض امراض کا ذکر خود انھیں کے

---

[۱] بیاض نورالدین ج ۱ ص ۱۱، [۲] شرح اسباب ج ۱ ص ۴۷، [۳] اکسیر اعظم ج ۱ ص ۱۸۸، [۴] رسالہ تشحیذ الاذہان جون ۱۹۰۶ء ص ۶، [۵] ریویو آف ریلیجز بابتہ اگست ۱۹۲۶ء ص ۱۰،

الفاظ میں کیا جا رہا ہے۔ لکھتے ہیں: "میں دائم المرض ہوں۔ ہمیشہ درد سر، کمی خواب، تشنج، دل کی بیماری دورہ کے ساتھ آتی ہے"[1] اور لکھتے ہیں مرض ذیابطیس مدت سے دامنگیر ہے اور بسا اوقات سو سو دفعہ رات یا دن کو پیشاب آتا ہے اور اس قدر کثرت پیشاب سے جس قدر عوارض ضعف وغیرہ ہوتے ہیں وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں[2] ایک دوسرے موقعہ پر لکھتے ہیں "کوئی وقت دوران سر سے خالی نہیں گذرتا۔ مدت ہوئی نماز تکلیف سے بیٹھ کر پڑھی جاتی ہے بعض وقت درمیان میں توڑنی پڑتی ہے[3] مجھے اسہال کی بیماری ہے اور ہر روز کئی کئی دست آتے ہیں[4] ایک مرتبہ قولنج سے سخت بیمار ہوا اور سولہ دن تک پاخانہ کی راہ سے خون آتا رہا اور سخت درد تھا جو بیان سے باہر ہے[5] اپنے مرید خاص خلیفۂ اعظم حکیم نورالدین کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"جب میں نے نئی شادی کی تھی تو مدت تک مجھے یقین رہا کہ میں نامرد ہوں"

ایک اور خط میں لکھا کہ "ایک مرض مجھے نہایت خوف ناک تھی کہ صحبت کے وقت لیٹنے کی حالت میں نعوظ بکلی جاتا رہتا تھا[6] (نعوظ بالضم برخاستن قضیب یعنی استادگئی ذکر) انگریزی نبی آنجہانی مرزاجی کا ان موذی اور رسواکن امراض میں مبتلا ہونا حیرت انگیز نہیں ہے بلکہ اگر معاملہ اس کے برعکس ہوتا تو حیرت کی بات ضرور ہوتی۔

افیون اور شراب کا استعمال

مرزاجی کہا کرتے تھے کہ بعض اطباء کے نزدیک افیون نصف طب ہے چنانچہ انھوں نے ایک دوا تریاق الٰہی" کے نام سے تیار کی تھی جس کا بڑا جزو افیون تھا۔ اس دوا کو افیون کے مزید اضافہ کے ساتھ اپنے خلیفۂ اوّل کو چھ ماہ سے زائد مدت تک کھلاتے رہے

---

[1] ضمیمہ اربعین نمبر ۳، ۴ ص ۴ [2] ایضاً [3] مکتوبات احمدیہ ج ۵ ص ۸۸ [4] کتاب منظور الٰہی ص ۳۴۹ [5] حقیقۃ الوحی ص ۲۳۴ [6] مکتوبات احمدیہ ج ۵ ص ۸۸

اور خود بھی وقتاً فوقتاً استعمال کرتے تھے [۱]

ٹانک وائن کا استعمال مرزا جی اپنے چہیتے مرید حکیم محمد حسین کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

محبی اخویم حکیم محمد حسین سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے۔ آپ اشیاء خریدنی خود خریدیں اور ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دکان سے خریدیں۔ مگر ٹانک وائن چاہیئے اس کا لحاظ رہے باقی خیریت ہے۔ والسلام، [۲]

"سودائے مرزا کے حاشیہ پر حکیم محمد علی پرنسپل طبیہ کالج امرتسر لکھتے ہیں "ٹانک وائن کی حقیقت لاہور میں پلومر کی دکان سے ڈاکٹر عزیز احمد صاحب کی معرفت معلوم کی گئی ڈاکٹر صاحب جواباً تحریر فرماتے ہیں "حسب ارشاد پلومر کی دوکان سے دریافت کیا گیا۔ جواب حسب ذیل ملا۔

"ٹانک وائن ایک قسم کی طاقت ور اور نشہ دینے والی شراب ہے جو ولایت سے بند بوتلوں میں آتی ہے۔ اس کی قیمت ساڑھے پانچ روپئے ہے (۲۱ ستمبر ۱۹۳۳ء) [۳]

مرزا جی بحیثیت صاحب کشف مرض مراق کے دماغ پر مسلط ہوجانے کے بعد مرزا جی کے دل و دماغ کے سوتے سے الہامات کا سیل رواں پھوٹ پڑا اور اعلانات و اشتہارات کے ذریعہ اس کا خوب ڈھنڈھورا پیٹا گیا جس کا اثر یہ نکلا کہ دور دور سے لوگ قادیان آنے لگے۔ مرزا جی تقدس کا روپ دھارے اپنے بیت الفکر نامی کمرے میں بیٹھے رہتے اور الہامات کی بارش ہوتی رہتی تھی۔ اور جب الہام کی غنودگی دور ہوتی تو فوراً اسے نوٹ بک میں درج

---

[۱] اخبار الفضل قادیان ۱۰ر جولائی ۱۹۲۹ء بحوالہ قادیانی مذہب ص ۵۹ مطبوعہ بار سوم۔ [۲] خطوط امام بنام غلام ص ۵ بحوالہ سابق ص ۶۰، [۳] سودائے مرزا ص ۳۹ حاشیہ،

کرلیا جاتا تھا[1]

ایک ہندو لڑکا بحیثیت کاتبِ وحی

چونکہ ساون کی جھڑی کی طرح الہامات کا ایک غیر منقطع سلسلہ جاری تھا اس لئے ضرورت تھی کہ انھیں ضبط تحریر میں لانے کیلئے ایک مستقل کاتب رکھا جائے۔ چنانچہ اس مقدس کام کی انجام دہی کے لئے ایک ہندو لڑکے کا انتخاب عمل میں آیا۔ خود مرزا جی لکھتے ہیں" ان دونوں ایک پنڈت کا بیٹا شام لال نامی جو ناگری اور فارسی دونوں میں لکھ سکتا تھا۔ بطور روزنامہ نویس نوکر رکھا گیا۔ اور بعض امور غیبیہ جو ظاہر ہوتے تھے اس کے ہاتھ سے ناگری اور فارسی خط میں قبل از وقوع لکھائے جاتے تھے اور پھر شام لال مذکور کے اس پر دستخط کرائے جاتے تھے[2] یہ ہندو لڑکا جب اوّل اوّل نوکر رکھا گیا تھا تو اس کی عمر کل بارہ سال کی تھی اور مرزا جی کے چچا زاد بھائی مرزا امام الدین کے بقول اس درجہ بے سمجھ اور سادہ لوح تھا کہ سو تک بمشکل شمار کر سکتا تھا[3] "جیسی وحی ویسا کاتب حق بحق دار رسید"۔

زر اندوزی کی ایک اور تجویز

مرزا جی نے معاشی زبوں کو دور کرنے کی غرض سے مذہبی مناظرہ اور بزرگی کا جو سوانگ رچایا تھا اس میں انھیں بڑی حد تک کامیابی مل گئی تھی۔ اور دجل و فریب کے یہ تیر شہرت و قبولیت کے نشانہ پر ٹھیک بیٹھ گئے تھے۔ جس کی وجہ سے عوام و خواص کا ایک اچھا خاصا طبقہ ان کی جانب متوجہ ہو گیا۔ اس لئے انھوں نے روپیہ بٹورنے کی ایک اور تجویز سوچی اور "براہین احمدیہ" کے نام سے پانچ جلدوں پر مشتمل ایک ضخیم کتاب کی طباعت کا اعلان کیا اور لوگوں سے پیشگی قیمت اور امداد و اعانت حاصل کرنے کی غرض سے اشتہارات کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس سلسلے کا پہلا اشتہار اپریل ۱۸۷۹ء

---

[1] سیرت المہدی ج ۱ ص ۱۵، [2] البشریٰ ج ۱ ص ۱۰، [3] تکذیب براہین ص ۳۲۸

میں بعنوان "اشتہار بغرض استعانت از انصار دین محمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ الابرار تھا" اس میں دیگر باتوں کے علاوہ یہ بھی تحریر کیا تھا کہ "ایسی بڑی کتاب کا چھپ کر شائع ہونا بجز معاونت مسلمان بھائیوں کے بڑا مشکل امر ہے اور ایسے اہم کام میں اعانت کرنے میں جس قدر ثواب ہے وہ ادنیٰ اہل اسلام پر بھی مخفی نہیں لہذا اخوان مؤمنین سے درخواست ہے کہ اس کے مصارف طبع میں معاونت کریں۔ اغنیاء لوگ اگر اپنے مطبخ کے ایک دن کا خرچ بھی عنایت فرمائیں گے۔ تو یہ کتاب بسہولت چھپ جائے گی۔ ورنہ یہ مہر درخشاں چھپا رہے گا، یا یوں کریں کہ ہر ایک اہل وسعت بہ نیت خریداری کتاب پانچ پانچ روپے مع اپنی درخواستوں کے راقم کے پاس بھیج دیں جیسی جیسی کتاب چھپتی جائے گی۔ ان کی خدمت میں ارسال ہوتی رہے گی [1] کچھ دنوں کے بعد ایک اور اشتہار بعنوان "اشتہار کتاب براہین احمدیہ بجہت اطلاع جمیع عاشقانِ صدق و انتظام سرمایہ طبع کتاب" شائع کیا اسکا مضمون بھی پہلے اشتہار کے قریب قریب تھا ان اشتہارات کے ملک میں پھیلتے ہی حسب توقع روپیوں کی بارش شروع ہو گئی لیکن اس بارشِ زر نے استسقیٰ کے مریض کی طرح ان کی طلب مال کی تشنگی کو مزید بڑھایا اس لئے مرزا جی نے ۳ / دسمبر ۱۸۷۹ء کو ... اس کی قیمت میں پانچ روپے کا اور اضافہ کر کے دس روپے کر دی اور اسی کے ساتھ اس وعدہ کا بھی اعلان کیا کہ جنوری ۱۸۸۰ء میں کتاب طبع ہو کر شائع ہو جائے گی [2]۔ چونکہ مرزا جی کے بے پناہ پروپیگنڈے نے لوگوں کو کتاب کور کا مشتاق بنا دیا تھا۔ اس لئے بڑی کثیر تعداد میں کتاب کے آرڈر آئے اس مقبولیت کو دیکھکر دو حصوں کے طبع ہو جانے کے بعد اس کی قیمت میں مزید اضافہ کر دیا اور فارغ البال لوگوں سے دس روپے کے بجائے پچیس ۲۵ روپے سے لیکر سو روپئے تک وصول کرنے لگے۔ [3]

---

[1] تبلیغ رسالہ ج ۱ ص ۹، [2] تبلیغ رسالت ج ۱ ص ۱۴، [3] ایضاً ص ۲۳

بدمعاملگی اور سخن تراشی آنجہانی نے ابتدا میں پانچ حصوں پر مشتمل کتاب شائع کرنے کا اعلان کیا تھا اور پانچوں حصوں کی پیشگی قیمت لوگوں سے وصول کرلی تھی لیکن چار حصے شائع کرنے کے بعد اس سلسلہ کو بند کردیا جس کی بنا پر خریداروں کو شکایت ہوئی۔ اب اس بدمعاملگی پر پردہ ڈالنے کی غرض سے سخن تراشی اور الہام بازی شروع کردی چنانچہ براہین احمدیہ جلد چہارم کے آخری صفحہ پر "ہم اور ہماری کتاب" کے عنوان سے لکھتے ہیں "ابتدا میں جب یہ کتاب تالیف کی گئی تھی اس وقت اس کی کوئی اور صورت تھی۔ اب اس کتاب کا متولی اور مہتمم ظاہرًا اور باطنًا حضرت رب العلمین ہے اور کچھ معلوم نہیں کہ کس اندازہ اور مقدار تک اس کو پہنچانے کا ارادہ ہے اور سچ تو یہ ہے کہ جس قدر جلد چہارم تک انوار حقیقت اسلام کے ظاہر کئے ہیں یہ بھی اتمام حجت کے لئے کافی ہیں الخ۔[1]

اس تولیت واہتمام خداوندی کے ڈھونگ کا واحد مطلب یہ تھا کہ اب میں باقی ماندہ کتاب کی طبع واشاعت کا ذمہ نہیں لے سکتا اب یہ کام خدا ہی کے سپرد ہے وہ چاہے تو طبع کرائے یا نہ طبع کرائے میری کوئی ذمہ داری نہیں۔

الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے مرزا صاحب لوگوں کی پیشگی رقمیں شیر مادر کی طرح ہضم کرگئے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں کو شکائتیں ہوئیں اور مرزا جی کی بدمعاملگی کا چرچا بر سر عام ہونے لگا تو انھیں فکر لاحق ہوئی کہ شکوہ وشکایتوں کا یہ سلسلہ یونہی جاری رہا تو ایک عرصہ کے جتن کے بعد تقدس کا جو سکہ جمایا گیا تھا کہیں عقیدت مندوں کے دلوں سے زائل نہ ہوجائے۔ اس لئے یکم مئی ۱۸۹۳ء کو آٹھ صفحات کا ایک اشتہار شائع کیا جس میں لکھا کہ "مجھے ان مسلمانوں پر نہایت افسوس ہے کہ جو اپنے پانچ یا دس روپے کے مقابل پر ۳۲ جزوں (۵۶۲ صفحات) کی ایسی کتاب پاکر جو معارف اسلام سے بھری ہوئی ہے ایسے شرمناک طور پر بدگوئی

[1] تبلیغ رسالت ج ۱ ص ۲۷

اور بدزبانی پر مستعد ہو گئے کہ گویا ان کا روپیہ کسی نے چھین لیا یا اُن پر کوئی قزاق آپڑا اور گویا وہ ایسی بے رحمی سے لوٹے گئے کہ اس کے عوض میں ان کو کچھ نہیں دیا گیا اور اُن لوگوں نے زبان درازی اور بدظنی سے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کیا کہ کوئی دقیقہ سخت گوئی کا باقی نہ رکھا اس عاجز کو چور قرار دیا گیا، مکار ٹھہرایا، مال مردم خور کر کے بدنام کیا، حرام خور کہہ کر نام لیا، دغاباز نام رکھا۔ اور اپنے پانچ دس روپئے کے غم میں وہ سیاپا کیا کہ گویا تمام گھر ان کا لوٹا گیا الخ[1]

وعدہ خلافی مرزا جی نے براہینِ احمدیہ کی پیشگی قیمت وصول کرتے وقت یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ اس کتاب میں حقانیتِ اسلام کے تین سو دلائل درج کئے جائیں گے لیکن وعدہ کے مطابق ایک دلیل بھی پوری نہیں کی، چنانچہ مرزا زادے میاں بشیر احمد لکھتے ہیں "تین سو دلائل جو آپ (مرزا غلام احمد) نے لکھے تھے ان میں سے صرف ایک ہی دلیل بیان ہوئی اور وہ بھی نامکمل طور پر۔[2]

یہ ہے آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی نبیٔ افرنگ کی تریپن سالہ داستانِ حیات کا مختصر بیان جو ان کی تصنیفات یا اُن کے بیٹے مرزا بشیر احمد ایم، اے اور دیگر مرزائی مأخذوں کو سامنے رکھکر پیش کی گئی ہے۔ قارئین اُسے پڑھکر خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آنجہانی جیسے کردار و اخلاق کا شخص شریف انسان کہے جانے کے بھی قابل نہیں ہے۔ چہ جائیکہ وہ ملہم، محدث، مہدی موعود، مسیح زماں یا نبی ہو۔

سُبۡحَانَکَ ھٰذَا بُھۡتَانٌ عَظِیۡمٌ ۝

---

[1] تبلیغ رسالت ج ۳ ص ۳۴، [2] سیرت المہدی، ج ۱ ص ۹۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ استقبالیہ

از حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سیدنا ومولانا محمد خاتم النبیین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔ اما بعد!

اللہ تعالیٰ جل شانہ کے انعامات کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے کہ آج خدام دارالعلوم کی حقیر دعوت پر لبیک کہنے والا ایک منتخب اجتماع سرزمین دیوبند کی رونق میں اضافہ کر رہا ہے جس میں ہر طبقہ اور ہر سمت کے گرامی قدر علماء تشریف فرما ہیں۔ خداوند قدوس کا احسان عظیم ہے کہ اس دعوت کو شرف قبولیت سے نوازنے والے صرف ہندوستان کے علماء نہیں بلکہ بیرونِ ہند کے ارباب علم ودین بھی ہیں جن کو دیکھ کر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد بعثت الی الاسود والاحمر کی عملی تفسیر نگاہوں میں گھوم جاتی ہے۔

اس ایمان پرور اور روح افزا موقع پر ہم خدام دارالعلوم ضروری سمجھتے ہیں کہ اپنے تمام مہمانوں کا صرف رسمی نہیں بلکہ بصمیم قلب شکریہ ادا کریں کہ انھوں نے خالص لوجہ اللہ دور دراز کے سفر کی صعوبت برداشت فرما کر تشریف آوری کی زحمت گوارا فرمائی اور خدام دارالعلوم کو یہ موقع بہم پہنچایا کہ مسائل تیار کے خیال کر کے ملت اسلامیہ کے سفینہ کو عصر حاضر کے طوفانوں میں ساحل مقصود تک پہنچانے کی

جدوجہد کو تیز کر سکیں۔

مہمانانِ محترم! دارالعلوم کی دعوت پر اس قابلِ رشک پذیرائی کا یہ منظر سرزمین دیوبند نے بار بار دیکھا ہے۔ اور اس طرح کی بہاریں اپنی جلوہ سامانیوں کے ساتھ بار بار جلوہ ریز ہو چکی ہیں۔ اور آج پھر الحمدللہ یہ بہار پورے آب و تاب کے ساتھ رونق افروز ہے اور ہم اس قافلۂ بہار کے جلو میں برگزیدہ علماء، فرزندانِ قدیم اور اپنے محسنین و معاونین کا استقبال کر رہے ہیں

فالحمد للہ علیٰ ذالک

گرامی مرتبت حاضرین کرام! اس مبارک اور مسعود موقع پر دارالعلوم اور اس کے مسلک سے متعلق یہ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دارالعلوم روزِ اوّل سے الحمدللہ اسی تہذیبی، علمی، اور عملی وراثت کا امین ہے جو اُسے عہدِ خیر القرون سے قرناً بعد قرن پہنچی ہے، امتِ مسلمہ پر چودہ صدیاں بیت جانے کے باوجود بھی دارالعلوم علم و عمل کے لحاظ سے اسی عہدِ خیر القرون کا نمونہ ہے، ہمارے یہاں سب سے باکمال وہ ہے جو زمانہ کی دور دراز مسافتوں اور زمان و مکان کے فاصلوں کو طے کر کے اسی مجلسِ نبوت میں حاضر ہو جاتے۔ جس سے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مستفید ہوتے تھے، غیر متزلزل یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے فرقۂ ناجیہ کی جو علامت "مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِی" بیان فرمائی تھی وہ الحمدللہ پوری طرح دارالعلوم اور اس کے مسلک پر منطبق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دارالعلوم کی آغوش میں جن مایۂ ناز عناصر نے پرورش پائی ہے۔ وہ نہ صرف برصغیر ہند و پاک بلکہ پوری ملتِ اسلامیہ کے صالح ترین عناصر کہلانے کے مستحق ہیں، نیز یہ کہ ان صالح عناصر کے ذریعہ دین و ملت کی جو گراں قدر خدمات انجام پائیں ان کی وجہ سے یہ کہنا قطعاً مبالغہ نہیں ہے کہ دارالعلوم علم و عمل کا صرف محور نہیں بلکہ منبع اور سرچشمہ ہے اور

گذشتہ صدی کا تجدیدی کارنامہ اللہ رب العزت نے محض اپنے فضل وکرم سے دارالعلوم اور اسکے فرزندوں کے ذریعہ انجام دلایا ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے ذریعہ اس تجدیدی کارنامہ کی انجام پذیری کی وجہ یہ ہے کہ علمی وعملی طور پر دارالعلوم دیوبند کی بنیاد قرآن مجید اور سنت پاک پر استوار ہوئی ہے، پھر جو روشنی قرآن کریم اور حدیث پاک کے ذریعہ دل ودماغ پر مستولی رہی اس نے احسان وسلوک اور فقہ وفتاوی کی شکل میں پوری ملت اسلامیہ کیلئے رہبری اور رہنمائی کی خدمت انجام دی، چنانچہ رجال دارالعلوم کے ذریعہ پیش آمدہ مسائل میں جو رہنمائی قرآن وسنت اور اجماع وقیاس کی روشنی میں کی گئی وہ الحمد للہ اتنی جامع اور مکمل ہے کہ اگرچہ گذشتہ صدی اپنی مادی اور صنعتی ترقی کے لحاظ سے بہت اہم اور تاریخ انسانیت میں سب سے زیادہ انقلاب انگیز ہے۔ لیکن انسانیت اور مسلمانوں کا ایک مسئلہ بھی ایسا نہیں بتلایا جا سکتا ہے جس کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں پیش نہ کردیا گیا ہو۔

اس باب میں بلا مبالغہ ہدایت کا کوئی رخ ایسا نہیں ہے جہاں باری تعالیٰ نے دارالعلوم کے ہاتھوں مشعلیں اور منارے قائم نہ فرما دیئے ہوں اور اسی طرح ضلالت وگمراہی کا کوئی پیچ وخم ایسا نہیں ہے جہاں دارالعلوم کے ذریعہ صراط مستقیم کی تعیین نہ کرادی ہو۔

سامعین عالی مقام دارالعلوم نے اپنے قیام کے روز اول سے صراط مستقیم کی تعیین اور غلط راستوں کی تغلیط کو اپنا نصب العین بنایا ہے، دارالعلوم کا قیام جن حالات میں عمل میں آیا تھا اس وقت عیسائیت کے فروغ کا ایک ایسا فتنہ اٹھا ہوا تھا جس نے تقریباً پورے عالم اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا، بحمد اللہ اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے دارالعلوم

قدم آگے بڑھا اور مناظرہ و تقریر اور قلم و تحریر کے ہر میدان میں عیسائیت کے مبلغین کو شکست فاش نصیب ہوئی، اس موضوع پر سینکڑوں صفحات فرزندان دارالعلوم کے قلم سے نکلے اور اس کے باوجود کہ حکومت واقتدار کی تمام طاقتیں اس فتنہ کی پشت پناہی کر رہی تھیں مگر دارالعلوم کے اہل حق مجاہدین نے برق بے اماں بن کر ان کی تمام پناہ گاہوں کو خاکستر کر دیا، اسی فتنہ کے پہلو بہ پہلو توحید کی تعلیم سے محروم کرنے کے لئے آریائی یا شدھی تحریک وجود میں آئی، یہ مسلمانوں کو صراط مستقیم سے منحرف کرنے کی خطرناک اور زبردست سازش تھی لیکن اس میدان میں بھی فرزندان دارالعلوم نے اپنا فرض منصبی پوری طرح ادا کیا اور اس فتنہ کو ہمیشہ کے لئے تاریخ کے گورستان میں دفن کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس سلسلے میں فضلاء دارالعلوم کی سینکڑوں تصانیف آج بھی کتب خانۂ اسلام کی زینت ہیں۔

ان زبردست فتنوں کے علاوہ انگریز کی جانب سے مسلمانوں کے اندرون میں متعدد فتنے برپا کرائے گئے جن میں سب سے اہم فتنہ قادیانیت کا تھا۔ اس فتنہ نے سیاسی، علمی اور اعتقادی طور پر خلفشار پیدا کیا، اس فتنہ کی طرح تو تیرہویں صدی ہجری کے اواخر میں پڑ گئی تھی۔ لیکن مرزا نے ۱۳۰۱ھ میں براہین احمدیہ کے ۴ حصے شائع کر کے اپنے زیغ و ضلال کو طشت از بام کر دیا۔ تو علماء نے اس کا تعاقب شروع کر دیا۔ اس سلسلہ میں ابتدا اگرچہ علمائے لدھیانہ و امرتسر مولانا غلام علی امرتسریؒ، مولانا احمد اللہ امرتسریؒ، حافظ عبدالمنان وزیرآبادیؒ، مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ، مولانا محمد لدھیانویؒ، مولانا عبداللہ لدھیانویؒ، مولانا محمد اسماعیل لدھیانویؒ اور مولانا غلام دستگیر قصوریؒ نے کی، مگر اکابر دارالعلوم کا کارنامہ اس سلسلے میں محیر العقول ہے کہ وہ محض الہامی طور پر فتنے کے وجود سے پہلے ہی پیش بندی فرما رہے ہیں۔

جماعتِ دیوبند کے سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ کے بارے میں یہ معلوم کر کے حیرت ہوتی ہے کہ انھوں نے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کو حجاز مقدس میں قیام نہ فرمانے دیا۔ اور ایک بڑے فتنہ کی پیشین گوئی فرماتے ہوئے انھیں ہندوستان آنے پر مجبور فرمایا۔ مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب قدس سرہٗ کے علاوہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے خلفاء حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا انوار اللہ صاحب حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد علی مونگیری قدس اسرارہم وغیرہ بھی اس فتنہ کی سرکوبی میں پوری طرح سرگرم ہیں۔ ان خلفاء گرامی قدر میں اگرچہ بعض حضرات کا کارنامہ تاریخی اعتبار سے کچھ بعد ہی میں سامنے آیا۔ لیکن اس کو حضرت حاجی صاحب کی نسبت سے الگ نہیں کیا جا سکتا، پیر مہر علی صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کو تو حضرت حاجی صاحب نے بطور خاص اس فتنہ کی تردید کی طرف متوجہ فرما کر ہندوستان بھیجا تھا۔ اس لئے ان کی کتاب "شمس الہدایۃ" غالباً ردّ قادیانیت پر سب سے پہلی کتاب ہے۔

حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا انوار اللہ صاحب حیدر آبادی قدس سرہما بھی ابتداء ہی میں سامنے آگئے ہیں۔ حضرت محدث امروہوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو مرزا کو مناظرہ و مباہلہ کا چیلنج بھی دیا تھا۔

اور حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کا کام زمانہ کے اعتبار سے مؤخر سہی لیکن وہ ایک طاقت ور تحریک کی صورت میں سامنے آیا۔ اور اس نے باطل کے اس سیلاب پر بند باندھنے کا کام انجام دیا۔

قبل از وقت تنبیہ میں اکابر دار العلوم میں حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ تنہا نہیں ہیں بلکہ اس سلسلہ میں دوسرا نام حجۃ الاسلام حضرت اقدس مولانا

محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ کا ہے کہ انھوں نے فتنہ کی نقاب کشائی سے پہلے اس موضوع پر "تحذیر الناس" جیسی اہم مدلل اور قیمتی کتاب تصنیف فرمائی جو ردّ قادیانیت کے موضوع پر راہنما اور راہبر کا کام انجام دے رہی ہے۔ پھر مناظرۂ عجیبہ میں ان کا یہ فیصلہ بالکل الہامی زبان میں نقل ہوا ہے۔[۲] "اپنا دین وایمان ہے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبیؐ کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں" مناظرہ عجیبہ ص۱۰۳

پھر مرزا غلام احمد قادیانی کے باطل ادعاء کے پہلے ہی سال ۱۳۰۱ھ میں جب مرزا نے اپنے الہامات کو وحی الٰہی کی حیثیت سے براہین احمدیہ میں شائع کیا تو علماء لدھیانہ نے اس کی تکفیر کی۔

اس وقت تک حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کو اس دجل وفریب سے پوری واقفیت نہ تھی۔ اس لئے کچھ لوگوں نے جو مرزا سے حسن ظن رکھتے تھے علماء لدھیانہ کی مخالفت میں حضرت گنگوہیؒ سے فتویٰ منگا لیا لیکن علماء لدھیانہ اسی سال جمادی الاولیٰ ۱۳۰۱ھ میں جلسۂ دستاربندی کے موقع پر دیوبند تشریف لائے اور قادیانی کے مسئلہ میں حضرت گنگوہیؒ اور دیگر علماء دیوبند سے بالمشافہہ گفتگو فرمائی۔ گفتگو کے بعد دارالعلوم کے سب سے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی قدس سرہٗ نے جو تحریر مرتب فرمائی وہ یہ ہے

"یہ شخص (مرزا غلام احمد قادیانی) میری دانست میں لامذہب معلوم ہوتا ہے اس شخص نے اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر فیض باطنی حاصل نہیں کیا۔ معلوم نہیں اس کو کس روح سے اویسیت ہے مگر اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ مناسبت اور علاقہ نہیں رکھتے" (رئیس قادیان جلد ۲ ص۲)

اس کے بعد حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے بھی مرزا کے بارے میں وہ موقف اختیار

فرمایا جو اس کے باطل عقائد کی رُو سے ضروری تھا۔ کسی نے سوال کیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے خیالات متعلق بہ وفات عیسیٰ علیہ السلام جو کچھ ہیں ظاہر ہے۔ پس اس مرزائی جماعت کا اپنی مساجد میں نہ آنے دینا اور ان کے ساتھ نماز میں شریک ہونے سے تنفر رکھنا کیسا ہے؟ تو جواب میں ارشاد فرمایا۔

"مرزا قادیانی گمراہ ہے، اس کے مرید بھی گمراہ ہیں۔ اگر جماعت سے الگ رہیں اچھا ہے جیسا رافضی، خارجی کا الگ رہنا اچھا ہے۔ ان کی واہیات مت سنو، اگر ہو سکے اپنی جماعت سے خارج کر دو، بحث کر کے ساکت کرنا اگر ہو سکے ضرور ہے ورنہ ہاتھ سے ان کو جواب دو، اور ہرگز فوت ہونا عیسیٰ علیہ السلام کا آیات سے ثابت نہیں وہ بکتا ہے اس کا جواب علماء نے دیدیا ہے مگر گمراہ ہے۔ اپنے اغوار اور اضلال سے باز نہیں آتا، حیا اس کو نہیں کہ شرماوے۔"

اس کے بعد حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے مرزا کو مرتد، زندیق اور خارج اسلام قرار دیا۔ اور چونکہ حضرت اقدس ہی جماعتِ دیوبند کے سید الطائفہ تھے۔ اور ان کا فتویٰ گویا پوری جماعت کا اجماعی فیصلہ تھا۔ اس لئے مرزا حضرت اقدس کے فتویٰ کی ضرب کاری کو زندگی کے آخری سانس تک نہ بھلا سکا۔ اور حضرت اقدس کے بارے میں حسب عادت فحاشی پر اُتر آیا۔

اس زمانہ میں حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہویؒ اور حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی خدمات بھی ناقابلِ فراموش ہیں کہ حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہویؒ نے زبان و قلم کی پوری طاقت اس کے لئے وقف کر دی۔ اور مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ نے مولانا غلام دستگیر قصوری کے استفتاء پر ۱۳۰۲ھ میں مرزا کو مرتد اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دے کر علمائے حرمین سے اس کی تصدیق کرائی اور یہ فتویٰ مرزا کی بڑھتی ہوئی آندھی کی مؤثر کاٹ ثابت ہوا۔

اس کے بعد ۱۳۰۸ھ میں مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے استفتاء کے جواب میں تمام علماء ہندوستان نے مرزا کی تکفیر کی جس میں اکابرِ دیوبند میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے رقم فرمایا:

"مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تاویلاتِ فاسدہ اور ہفوات باطلہ کی وجہ سے دجّال، کذّاب اور طریقہ اہل سنّت والجماعت سے خارج ہے۔"

حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا:

"جاہل یا گمراہ کے سوا ایسے عقائد کا معتقد کوئی نہیں ہو سکتا،،

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ نے رقم فرمادیا:۔

"قادیانی اور اس کے پیرو جو اعتقاد رکھتے ہیں وہ بلا شک الحاد اور شریعت کا ابطال ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ نے ارشاد فرمایا۔

"ان عقائد کا مخترع ضال مضل بلکہ دجاجلہ میں راس رئیس ہے"

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا:

"ایسے عقائد کا معتقد کتاب اللہ کی بنیادوں کو منہدم کرنے والا ہے۔"

اس کے بعد ۱۳۰۸ھ میں جب مرزا کی کتابیں "فتح اسلام" "توضیح مرام، اور ازالۂ اوہام" شائع ہوئیں جس میں وفاتِ مسیح کا دعویٰ کر کے اپنے مسیح موعود ہونے کا اعلان کیا گیا تھا تو علماء ربانیین خم ٹھونک کر میدان میں آگئے اور سارا ہندوستان مرزا کی تردید کے غلغلوں سے گونجنے لگا۔ اسی زمانہ میں حضرت مولانا اسماعیل صاحب علی گڈھیؒ نے بھی کام شروع فرمایا۔ جگہ جگہ مناظروں میں مرزائیوں کو شکست فاش دی جانے لگی۔

شعبان ۱۳۲۱ھ میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب قدس سرہٗ نے

"البرہان" نامی رسالہ شاہجہاں پور سے جاری کیا جو تقریباً دو سال تک تاریکیوں کی شب میں تنویر سحر کا کام انجام دیتا رہا۔

۱۳۲۷ھ میں نواب حامد علی خاں والیٔ ریاست رامپور کے زیر اہتمام عظیم الشان تاریخی مناظرہ ہوا جس میں حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہویؒ اور حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کے باطل شکن دلائل اور بیانات سے قادیانیت لرزہ براندام ہوگئی۔ اور ۱۳۲۹ھ میں حضرت مولانا محمد علی مونگیری قدس سرہٗ کی زیر سرکردگی وہ تاریخی مناظرہ ہوا جس میں چالیس علماء کرام نے شرکت فرمائی۔ جن میں حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری، حضرت مولانا سید مرتضیٰ الحسن صاحب چاندپوری، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہم اللہ اور دوسرے اکابر دیوبند شریک ہوئے اور اس مناظرہ میں مرزائیوں کی شکست فاش نے ان کی کمر توڑ دی۔

پھر اس کے بعد ۱۳۳۱ھ میں مولانا محمد سہول صاحبؒ مفتی دار العلوم دیوبند کے قلم سے ایک مفصل فتویٰ کی ترتیب عمل میں آئی۔ اس مفصل فتویٰ میں پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کے افکار و عقائد کو اسی کی کتابوں سے نقل کیا گیا تھا۔ پھر لکھا گیا تھا۔

"جس شخص کے ایسے عقائد و اقوال ہوں۔ اس کے خارج از اسلام ہونے میں کسی مسلمان کو خواہ جاہل ہو یا عالم تردد نہیں ہو سکتا۔ لہذا مرزا غلام احمد اور اس کے جملہ متبعین درجہ بدرجہ مرتد زندیق، ملحد، کافر اور فرقہ ضالہ میں یقیناً داخل ہیں"

اس فتویٰ پر حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت علامہ کشمیریؒ اور دوسرے مشاہیر علماء کے دستخط ہیں۔ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ نے اس فتویٰ پر دستخط کے ساتھ یہ الفاظ مزید قلم بند فرما کر اپنی مہر لگائی ہے۔

"مرزا... علیہ ما یستحقہ، کے عقائد و اقوال کا کفریہ ہونا ایسا بدیہی مضمون ہے کہ جس کا انکار کوئی منصف فہیم نہیں کر سکتا۔ جن کی تفصیل جواب میں موجود ہے۔

بندہ محمود عفی عنہ صدر المدرسین دار العلوم دیوبند

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ انگریز کی ذریت (قادیانی ٹولہ) سے نہیں بلکہ براہ راست قادیانی نبوت کے خالق (انگریز بہادر) سے ٹکرلے رہے تھے لیکن ذریت برطانیہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا اور اپنے نابغۂ روزگار تلامذہ۔ (جن کی فہرست بڑی طویل ہے) کو اس جانب متوجہ فرمایا۔ جنھوں نے اس موضوع کو اپنی خدمت کا جولانگاہ بنایا۔ محدث کبیر علامہ انور شاہ کشمیری، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری، حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب، حضرت مولانا عبد السمیع صاحب انصاری، حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری۔ حضرت مولانا ابو القاسم رفیق دلاوری اور حضرت مولانا محمد عالم آسی امرتسری قدس اللہ اسرارہم نے تحریر وتقریر کے ذریعہ حریم ختم نبوت کی پاسبانی کا فریضہ انجام دیا، لیکن ان اکابر کی خدمات کی فہرست میں حجۃ اللہ فی الارض حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور فاتح قادیان حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری قدس سرہما کا کارنامہ سب سے زیادہ نمایاں اور ممتاز ہے، حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ اگرچہ مسائل فقہیہ میں حضرت شیخ الہندؒ کے مسلک پر نہ تھے مگر ختم نبوت کے لئے آپ کے ارشاد پر جان چھڑکتے تھے، حضرت شیخ الہندؒ نے آپ کے ذریعہ پورے حلقۂ اہلحدیث میں مرزائیت کے خلاف بیداری پیدا کر دی اور مولانا امرتسریؒ نے مولانا ابراہیم سیالکوٹیؒ اور مولانا داؤد غزنویؒ کو بھی اس پلیٹ فارم پر لا کھڑا کر دیا۔ ادھر حضرت علامہ کشمیریؒ نے اپنے علم وقلم اور تلامذہ کی پوری طاقت اس فتنہ کی سرکوبی کیلئے وقف کر دی، اور ردّ قادیانیت کی تقریب سے اصولِ دین اور اصول تکفیر کی وضاحت پر

ایسا قیمتی سرمایہ تیار فرمایا کہ قیامت تک اس طرح کے فتنوں کی سرکوبی کیلئے امت اس سے روشنی حاصل کرتی رہے گی۔ حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے تلامذہ میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ، حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ، حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھیؒ، حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہارویؒ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ، حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوریؒ، حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا چراغ محمد صاحب گوجرانوالہؒ، حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ، حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب شاہجہانپوریؒ حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزارویؒ، حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانیؒ حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھریؒ، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی اور دوسرے جلیل القدر علماء نے اس فتنہ کا بھرپور تعاقب کیا۔ ہندوستان کے طول وعرض میں قریہ قریہ گھوم کر حق کی وضاحت کی اور اس موضوع کے ہر پہلو پر اتنا لٹریچر تیار کردیا کہ اس کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں ہے۔ فجزاہم اللہ عنا وعن سائر المسلمین۔

تقسیم ہند کے بعد اس فتنہ نے سرزمین پاکستان کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا تو وہاں بھی علماء دیوبند اور منتسبین دیوبند نے تمام طاقتیں اس حریم مقدس کی حفاظت کے لئے وقف فرمادیں۔ تاآنکہ قادیانیت تاریخ انسانیت میں ایک بہتان اور افتراء بن کر رہ گئی اور یہ کام خدا کے فضل وکرم سے تکمیل تک پہنچ گیا۔

مجاہدین قوم علماء کرام کی جدوجہد سے قادیانیوں کو مرتد اور غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے بعد اب قادیانیوں نے ایسے مقامات کو منتخب کیا ہے۔ جہاں انھیں اس سلسلہ میں سیاسی طور پر فرصت مہیا ہوسکتی ہے۔ چنانچہ اب ہندوستان

میں بھی ان کی سرگرمیوں میں تیزی آگئی ہے۔ جگہ جگہ مراکز قائم ہو رہے ہیں۔ کانفرنسیں منعقد کی جا رہی ہیں، اور اس فتنہ نے از سر نو مختلف انداز پر کام شروع کر دیا ہے تغلق آباد دہلی میں مرزائیوں نے ایک وسیع و عریض جگہ خرید کر وہاں اپنا مرکز قائم کر لیا ہے۔ خرید کردہ زمین کا احاطہ بنا لیا گیا ہے اور عارضی طور پر ایک مسجد ضرار (بیت الشیاطین) کی بنیاد ڈال کر "اسلامی احمدی تبلیغی مشن" کا بورڈ لگا دیا گیا ہے۔ بمبئی و کلکتہ میں ان کے مراکز پہلے سے قائم ہیں جن کی تجدید کر کے طاقتور بنایا جا رہا ہے۔ میرٹھ میں بھی ایک دفتر قائم کر لیا ہے اور وہاں مرزائیوں کی ایک کانفرنس بھی منعقد ہو چکی ہے۔ اسی طرح چند ماہ قبل لکھنؤ میں بھی کانفرنس کر چکے ہیں، ہاتھرس ضلع علیگڈھ میں بھی مشن قائم کر لیا گیا ہے جس سے غرباء میں مفت دوائیں بھی تقسیم ہو رہی ہیں اور طلبہ کو تعلیمی وظائف بھی دیتے جا رہے ہیں اور وہاں العیاذ باللہ متعدد خاندان قادیانیت کو قبول بھی کر چکے ہیں۔ اسی طرح فتحپور کانپور میں بھی مرزائیوں کی جدوجہد تیز ہوتی ہے اور کئی گھرانے قادیانیت کے لپیٹ میں آگئے ہیں۔ حیدر آباد و مالا بار میں بھی مرزائیوں کی تنظیم جدید ہو رہی ہے۔ مرزائیوں کا شعبۂ نشر و اشاعت بھی زندہ کیا گیا ہے اور ۸۲ء سے اب تک ان کی کئی نئی اور پرانی کتابیں طبع ہو کر سامنے آئی ہیں اور بہت سارے لٹریچر تیار کئے گئے ہیں۔ اخبار بدر قادیان میں از سر نو روح ڈالی جا رہی ہے۔ مرزائیوں نے اپنے کفر کی اشاعت کرنے کیلئے مبلغین کی تربیت کا کام بھی شروع کر دیا ہے۔ اور اس کے لئے آگرہ میں "سادھن" کے نام سے سینٹر کا قیام عمل میں آگیا ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ دار العلوم کے فرزندوں اور ہندوستان کے علماء کو اس موضوع پر غور و فکر کرنے کی دعوت دی جائے۔

اجلاس منعقد کرنا اگرچہ دار العلوم کے بنیادی مقاصد میں نہیں ہے۔ لیکن جب ضرورت سامنے آئے اور حالات کا تقاضا ہو تو پھر اجلاس بلانا، اہل مشورہ اور ارباب

تعلق کو زحمت اجتماع دینا ضروری ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مجلس شوریٰ منعقدہ ۱۹ ۲۰/۲۱ شعبان ۱۴۰۶ھ نے فیصلہ کیا ہے کہ اس وقت سرزمین ہند پر قادیانیت کا عفریت پھر پنجہ گاڑنے کی تدبیریں کر رہا ہے۔ تو فوراً اس کا محاسبہ کیا جانا چاہئے اور اہل علم کو جمع کر کے اس کے تازہ پیرہن کو تار تار کرنے کی جدوجہد کو تیز تر کر دینا چاہئے۔

علماءِ والا مقام! اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے اسلاف امجاد نے اس موضوع کو پوری طرح مکمل فرما دیا ہے۔ لیکن عرصۂ دراز سے ہندوستان میں چونکہ قادیانیت کی آواز مدہم پڑ گئی تھی۔ اس کی تردید کی جانب بھی کوئی توجہ نہیں تھی اور اکابر مرحومین کی تمام ہی کتابیں نایاب ہو گئی تھیں اس موقع پر دارالعلوم کی جانب سے چند کتابیں بھی شائع کی جا رہی ہیں اور ارادہ ہے کہ تازہ دم فضلاء کو اس فتنہ کی اہمیت سے آگاہ کر کے انھیں اس کی تردید کے لئے میدان میں اتار دیا جائے۔

اور اس کے ساتھ ہی صحیح افکار و عقائد کی نشر و اشاعت کے لئے بھی تا بمقدور اپنی مساعی کو تیز تر کر دیا جائے۔ چونکہ یہ حقیقت اپنی جگہ ثابت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد انسانیت کی نجات کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ انسانیت کا قافلہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ صراط مستقیم پر گامزن ہو جائے۔

قابلِ صد احترام بھائیو! اس موقع پر یکساں سول کوڈ کے مسئلے کی طرف توجہ دلانا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ابھی چند دن پہلے اس سلسلے میں بار کونسل آف انڈیا کے زیر اہتمام کنونشن کی جو باتیں سامنے آئی ہیں ان کے سبب مسلمانوں کی پوری توجہ اس مسئلے کی طرف منعطف ہو گئی ہے

اس کنونشن میں جو پالیسی اختیار کی گئی اور جو طرزِ عمل سامنے آیا وہ مسلمانوں

کے لئے انتہائی دل آزار ہے۔ کیونکہ یکساں سول کوڈ کے بعد مسلم پرسنل لاء کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہ جاتی۔ اور مسلمانوں کے لئے مذہبی اور شرعی ہدایات کے خلاف کسی چیز کا قبول کرنا ممکن نہیں ہے۔

اس لئے دار العلوم دیوبند، اس کے فرزند اور منتسبین غیر مبہم الفاظ میں اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں، اور اس کو مداخلت فی الدین قرار دیتے ہوئے اس کے ہر حال میں ناقابلِ قبول ہونے کو واضح کر دینا اپنا ملّی اور مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس طرح کے تمام شرور وفتن سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

آخر میں احقر خدام دار العلوم دیوبند کی جانب سے مہمانانِ گرامی قدر کا بصمیم قلب شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے اور واجبات کی ادائیگی میں کوتاہی کے لئے معذرت خواہ ہے اور امید کرتا ہے کہ حضرات محترمین نے جس طرح زحمتِ سفر برداشت کر کے کرم بے پایاں کا ثبوت دیا ہے اسی طرح تقصیرات سے صرفِ نظر فرما کر بھی ممنون فرمائیں گے۔

والسلام

(حضرت مولانا) مرغوب الرحمٰن (صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند

ختم نبوت کی حقیقت
اور
حفاظتِ دین کے سلسلہ میں ہمارے بزرگوں کا موقف

از حضرتِ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی

حضراتِ کرام! آپ میرا حال دیکھ رہے ہیں، بیماری اور ضعف پیری سے نیم جان جسم آپ کے سامنے ہے۔ اس حال میں اپنی حاضری اور آپ حضرات کے درمیان موجودگی کو اللہ تعالیٰ کی توفیق خاص کا کرشمہ اور اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھتا ہوں اور اس اجلاس کے موضوع "ختم نبوت" کی نسبت کی قوت کشش کا ایک ثمرہ۔

زندگی بھر کتاب و قلم سے واسطہ رہنے کے باوجود نہ علم آیا اور نہ قلم، اور اب تو آئے ہوئے علم کے جانے کا زمانہ ہے۔ رات ہی مجھے معلوم ہوا کہ اسی حال میں اتنے اہل علم حضرات کے سامنے اس اہم اجلاس کی پہلی نشست میں مجھے کچھ عرض کرنا ہے تو کوشش کی کہ چند مختصر اشارات قلمبند کرا دوں۔

محترم حضرات! نبوت و رسالت، انسان کی سب سے اہم بنیادی اور فطری ضرورت اور راہِ سعادت کی طرف اس کی رہنمائی کی تکمیل کا خدائی انتظام ہے جو ابتدائے آفرینش سے چھٹی صدی عیسوی تک تو اس طرح جاری رہا کہ قوموں، علاقوں اور مختلف بنیادوں پر قائم ہونے والے انسانی مجموعوں معاشروں کے لئے الگ الگ انبیاء و رسل کی بعثت مختلف زمانوں میں ہوتی رہی۔ پھر چھٹی صدی عیسوی میں

جب کہ انسانیت بلوغ کو پہنچ گئی، اور حکمتِ الٰہی کے نظر نہ آنے والے مسلسل عمل کے نتیجہ میں دُنیا کے جغرافیائی، تمدنی، مواصلاتی اور ذہنی احوال اس طرح کے ہو گئے کہ پوری دُنیا کو ایک رہنمائی کا مخاطب بنانا، اُسے ایک ہی مرکز ہدایت سے وابستہ کرنا ممکن ہو گیا اور قیامت تک کے لئے دین اور دین کے سرچشموں کتاب و سنت کی حفاظت کے اسباب پیدا ہو گئے۔ تب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مبارک سلسلہ کا خاتم اور عالمین کے لئے مبعوث فرما دیا گیا۔ اور گویا یہ طے کر دیا گیا کہ قیامت تک کے آنے والے زمانہ اور پُورے کرۂ ارض میں بسنے والے انسانوں میں سے کسی ایک فرد پر اب ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آئے گا جو نبوت اور اُس کے فیضانِ ہدایت سے خالی ہو۔ اس پہلو پر غور فرمایا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ختمِ نبوت اس نعمتِ عظمٰی کے انقطاع اور اس کے فیض سے محرومی نہیں بلکہ اس کے دوام و تسلسل کا نام ہے۔

ختم نبوت کا ایک اور پہلو اس لائق ہے کہ اُسے اچھی طرح سمجھ کر عام کیا جائے۔ وہ یہ ہے کہ گذشتہ امتوں کے لئے نئے نبی کی آمد ایک شدید آزمائش ہوا کرتی تھی۔ آنے والے نبی سے پہلے نبیوں کے ماننے والوں میں سے بہت کم لوگ اس کو قبول کرتے اور اس پر ایمان لاتے تھے۔ بڑی تعداد انکار و تکذیب اور کفر کا راستہ اختیار کر کے لعنتی اور جہنمی ہو جاتی تھی۔ سب سے آخری دو عظیم الشان رسولوں ہی کی مثال سامنے رکھ لیجئے۔ اسرائیلی سلسلہ کے آخری رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائے اور احیاءِ موتیٰ جیسے معجزے لے کر تشریف لائے تو یہودیوں میں سے کتنے ان پر ایمان لائے اور کتنوں نے ان کو جھوٹا مدعی نبوت قرار دے کر لعنتی اور واجب القتل قرار دیا اور ان کی شرعی عدالت نے ان کو سولی کے ذریعہ سزائے موت دینے کا فیصلہ کیا۔ اور اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کی نبوّت کو نہ مان کر اس وقت کی قریب قریب پوری یہودی امّت لعنتی اور جہنمی ہوگئی۔

اسی طرح جب ان کے بعد سیّدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اگرچہ آپ کے بارے میں واضح پیشین گوئیاں تورات وانجیل وغیرہ اگلی آسمانی کتابوں میں موجود تھیں اس کے باوجود اگلے پیغمبروں اور ان کی اگلی کتابوں کے ماننے والے یہود ونصاریٰ میں سے بس چند ہی نے آپ کو قبول کیا اور آپ پر ایمان لائے باقی سب انکار وتکذیب اور کفر کا راستہ اختیار کر کے دنیا میں اللہ کی لعنت اور آخرت میں جہنم کے ابدی عذاب کے مستحق ہوئے

پس اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا سلسلہ ختم فرما کر اس امّت محمّدیہ پر یہ عظیم رحمت فرمائی کہ اس کو اس سخت ترین امتحان اور آزمائش سے محفوظ فرما دیا — اگر بالفرض نبوت کا سلسلہ جاری رہتا تو یقیناً وہی صورت ہوتی جو پہلے ہمیشہ ہوتی رہی تھی۔ یعنی حضور ؐ کی امّت کے بہت تھوڑے لوگ آنے والے نبی کو قبول کرتے اور زیادہ تر آپ کے امتی اس کا انکار کر کے (معاذ اللہ) کافر اور لعنتی ہو جاتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے نبوّت کا سلسلہ حضور ؐ پر ختم فرما کر اس امّت کو ہمیشہ کے لئے کفر اور لعنت کے اس خطرہ سے محفوظ فرما دیا۔ اس لئے یہ ختم نبوت امّتِ محمدیہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین رحمت ہے

اس سلسلہ میں ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ پیغامِ الٰہی کی تبلیغ، اور اس کو قبول کرنے والوں کی تعلیم وتربیت کے کام کے علاوہ ایک کام یہ بھی تھا کہ ایک ایسی امّت تیار کر دیں۔ جو ان تینوں کاموں کو سنبھال لے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حقیقت کی تعبیر یہ کہہ کر فرمائی ہے

کہ بعثت، بعثت مزدوجہ تھی، یعنی آپ کی بعثت کے ساتھ آپ کی امت کی بھی بعثت ہوئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں اس طرف اشارے بھی آئے ہیں کہ آپ کے بعد اللہ تعالیٰ آپ کی امت میں وقتاً فوقتاً ایسے بندے پیدا فرماتا رہے گا۔ جو آپ کے لائے ہوئے دین کی حفاظت واشاعت اور اس کی صفائی و آبیاری کی خدمت انجام دیتے رہیں گے۔ آپ کے ایک ارشاد کے الفاظ ہیں۔

اِن اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں۔

یحمل ھٰذا العلم عن کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین "

ایک اور ارشاد کے الفاظ ہیں۔ "ولکل قرن سابق"

ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں۔

"بدأ الاسلام غریبًا وسیعود غریبًا فطوبیٰ للغرباء قیل من الغرباء یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)؟ قال الذین یصلحون ما افسد الناس من امتی "

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سب ارشادات کا حاصل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر دور میں آپ کی امت میں ایسے افراد پیدا فرماتا رہے گا جو آپ کے لائے ہوئے دین کی حفاظت واشاعت اور تجدید وصفائی کا کام کرتے رہیں گے گذشتہ چودہ سو سال میں دین کی جو خدمات ہوئی ہیں وہ دراصل انہی ارشادات نبوی کی عملی تطبیق ہیں۔

محققین کا خیال ہے کہ ہزارۂ دوم کے آغاز سے اس عظیم کام کا خصوصی مرکز حکمتِ الٰہی نے سرزمینِ ہند کو بنایا۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سے یہاں اس زرّیں سلسلہ کا آغاز ہوا۔ ان سے ماشاء اللہ تعالیٰ نے جو بڑے بڑے کام لئے ان میں اکبر کے دینِ الٰہی کا خاتمہ سرفہرست ہے۔ جو ایسا فنا ہوا کہ اب تلاش کرنے سے اس کا ذکر صرف تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے۔ اس کے علاوہ توحید و سنت کی اشاعت، مشرکانہ رسوم و بدعات کے خلاف جہاد، تزکیہ و احسان کے صاف ستھرے نظام کی ترویج ــــ بگڑے ہوئے تصوف کی بیخ کنی اور شیعیت کے فتنہ سے اس دور کے مسلمانوں کو بچانے کی جدوجہد ان کے چند اہم تجدیدی کارنامے ہیں۔

ان کے بعد یہ امانت بارہویں صدی میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد ہوئی۔ ان کے زمانے میں ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں پر سخت حالات تھے۔ باہمی تفرقہ و انتشار بہت زیادہ بڑھا ہوا تھا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اصرار کی وجہ سے مسلمانوں کے مختلف حلقوں اور مکاتب فکر کی صلاحیتیں باہم ایک دوسرے کی تردید و تضلیل ہی پر صرف ہو رہی تھیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ تمام کام کئے جن سے ملّتِ اسلامیہ ہندیہ کی تعمیرِ نو ہو سکے اور اس کی صفوں میں اتحاد اور قدموں میں ثبات پیدا ہو۔ اور ذوق و مزاج عملی اور مثبت ہو لیکن اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے وقت کے فتنوں اور اسلام کو درپیش داخلی و خارجی خطروں پر کڑی نظر رکھی۔ یہاں خاص طور پر ردّ شیعیت کے سلسلہ میں ان کے کام کا حوالہ دیا جا سکتا ہے، انھوں نے نہ صرف یہ کہ خود دو کتابیں تصنیف کیں (۱) ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء (۲) قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، بلکہ حضرت مجدد الف ثانی کے اس رسالہ کا عربی ترجمہ بھی کیا جو انھوں نے شیعوں کی تکفیر کے سلسلہ

میں علمائے خراسان کے فتوے کی تائید میں لکھا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے متصلاً بعد ان کے صاحبزادۂ گرامی حضرت شاہ عبدالعزیز کا زمانہ آیا اس زمانہ کے حالات کا اندازہ آپ جیسے اہل علم ونظر حضرات صرف اس سے لگا سکتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنے زمانہ میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا تھا۔ لیکن اپنے تمام دوسرے کاموں کے ساتھ جن میں رجال کار کی تیاری کا کام سب سے زیادہ اہم تھا۔ انھوں نے بھی شیعیت کے فتنہ سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے "تحفۂ اثنا عشریہ" جیسی کتاب تصنیف فرمائی جو انشاء اللہ اس راہ میں قیامت تک مسلمانوں کی رہنمائی کرتی رہیگی۔

پھر حضرت سید احمد شہیدؒ اور حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اپنے تمام کاموں کے ساتھ جن میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے میدان کارزار کا سجانا سرفہرست ہے شرک وبدعات کی بیخ کنی کا کام پورے اہتمام کے ساتھ جاری رکھا۔

پھر وہ وقت آیا کہ مغلیہ حکومت کا اگرچہ کچھ نام باقی تھا لیکن فی الحقیقت وہ ختم ہو چکی تھی۔ اس کی جگہ "سرکار ایسٹ انڈیا کمپنی" کا اقتدار قائم ہو چکا تھا، اس وقت مسلمانوں کی سیاسی مغلوبیت اور کمزوری کے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر عیسائی مبلغین کی ایک فوج میدان میں آگئی، انھوں نے سمجھا تھا کہ اس وقت مسلمانوں کو عیسائی بنا لینا آسان ہوگا۔ انھوں نے تحریر وتقریر سے تبلیغی مہم وسیع پیمانے پر شروع کردی تو ہمارے سلسلہ کے اکابر میں سے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ دیگر علمائے کرام نے ایسا مقابلہ کیا۔ جس نے عیسائی مبلغین کو ہمیشہ کیلئے پسپا اور خاص کر مسلمانوں کی طرف سے مایوس کردیا —— اس کے کچھ ہی بعد سوامی دیانند کی آریہ سماجی تحریک وجود میں آئی انھوں نے بھی اسلام اور مسلمانوں کو اپنا نشانہ بنایا۔ حضرت نانوتویؒ نے تحریر وتقریر سے اس کا بھی مقابلہ کیا۔

اسی دور میں یورپ کے سیاسی غلبہ اور اقتدار کے نتیجہ میں عقلیت اور روشن خیالی کے خوبصورت ناموں سے دہریت اور نیچریت کا فتنہ اٹھا۔ اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق سے حضرت نانوتویؒ نے اس طرف بھی خاص توجہ فرمائی اور اپنی تصانیف اور تقریروں سے ثابت کیا کہ اسلام کے تمام بنیادی عقائد و مسائل عقل و فطرت کے عین مطابق ہیں۔ اور جو اس کے خلاف ہے وہی خلافِ عقل و فطرت ہے۔

پھر ان خارجی حملوں اور فتنوں کے دفاع اور مقابلہ کے ساتھ شیعیت کی ضلالت کے خلاف بھی آپ نے لسانی اور قلمی جہاد کیا۔ اس سلسلہ میں آپ کی مستقل تصنیف "ہدایۃ الشیعہ" اور اس موضوع سے متعلق آپ کے مکتوبات حضراتِ اہلِ علم کے لئے قابلِ مطالعہ ہیں۔ اس کے علاوہ تعلیماتِ نبویؐ اور دین کی حفاظت و اشاعت کا سلسلہ جاری رہنے کیلئے دینی مدارس کے قیام کی طرف بھی خاص توجہ فرمائی۔ علیٰ ہذا۔

آپ کے رفیق خاص حضرت گنگوہیؒ نے بھی عمر بھر شیعیت اور دوسرے داخلی فتنوں اور گمراہیوں مشرکانہ رسوم و بدعات سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے جد و جہد فرمائی۔ اور اس کو تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھا۔ انہی کے زمانہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کا فتنہ شروع ہوا۔ ابتداء میں جب تک حضرت کے علم میں اس کی وہ باتیں اور دعوے نہیں آئے جن کی وجہ سے اس کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا فرض و واجب ہو گیا۔ آپ نے احتیاط فرمائی۔ لیکن جب اس کے ایسے دعوے سامنے آ گئے۔ جن کے بعد کفِ لسان کی بھی گنجائش نہ رہی تو حضرت نے اس کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا۔

حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے بعد اُن کے تلامذہ و مسترشدین،

حضرت شیخ الہند حضرت سہارنپوری، حکیم الامت حضرت تھانویؒ، پھر ان کے تلامذہ ومسترشدین، حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری، حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن چاندپوری، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی۔ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی (رحمہم اللہ تعالیٰ) یہ سب حضرات بھی اپنے اکابر واسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے، خارجی حملوں اور داخلی فتنوں سے دین کی حفاظت علومِ نبوی کی اشاعت، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور امت کی اصلاح وارشاد کی خدمت انجام دیتے رہے۔ اس وقت بھی ہم میں بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے۔ جنہوں نے ان اکابر کی دینی غیرت وحمیت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ہم شہادت دیتے ہیں کہ کوئی بڑی سے بڑی مصلحت ان حضرات کو کسی فتنے سے سمجھوتہ اور کسی زیغ وضلال کو نظر انداز کرنے اور اس سے چشم پوشی پر آمادہ نہیں کرسکتی تھی۔ بارہا ہم نے دیکھا اور تجربہ کیا کہ ہمارے یہ اکابر کسی مسئلہ کی طرف بڑی شدت سے متوجہ ہوئے جو ہم جیسے کوتاہ نظروں کی نگاہ میں اس شدت کا مستحق نہیں تھا۔ لیکن تھوڑے ہی دن بعد سامنے آگیا کہ ہم جس فتنہ کو بہت معمولی سمجھ رہے تھے۔ یا اس کو دین میں رخنہ اور فتنہ ہی نہیں سمجھ رہے تھے وہ دین کے لئے ایسے زہریلے برگ وبار لایا کہ الامان، الحفیظ!

یہ اجلاس تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے بلایا گیا ہے اور یہی اس کا اصل موضوع اور مقصد ہے۔ اس سلسلہ میں ہمارے استاذ امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ قدس سرہٗ سے (خاص طور سے اس دارالعلوم کی صدارتِ تدریس کے دور میں) اللہ تعالیٰ نے جو کام لیا اور اس کے بارے میں ان کا جو حال تھا (جس کی طرف کچھ اشارہ اجلاس کے دعوت نامہ میں بھی کیا گیا ہے) میں مناسب بلکہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اس موقع پر آپ حضرات کے سامنے اس کا کچھ ذکر کروں،

میں اس کا عینی شاہد ہوں۔

اس وقت میں اس سلسلہ کی حضرت کی تصانیف اور ان کی علمی عظمت و اہمیت کا ذکر نہیں کروں گا۔ اسی طرح حضرت کی توجہ اور فکر مندی سے آپ کے تلامذہ کی جو ایک بڑی تعداد قادیانی فتنہ کے خلاف تحریر و تقریر کے ذریعہ علمی جہاد کے لئے تیار ہو کر میدان میں آگئی تھی، اس کا بھی ذکر نہیں کروں گا۔ بس چند واقعات ذکر کروں گا۔ جن سے اس فتنہ کے بارے میں حضرت کی شدتِ احساس اور قلبی اضطراب کا کچھ اندازہ لگایا جا سکے گا۔

میں ۱۳۴۵ھ میں یہاں دورۂ حدیث کا طالب علم تھا، یہ دارالعلوم دیوبند میں حضرتؒ کی صدارتِ تدریس اور درسِ حدیث کا آخری سال تھا جس دن دورۂ حدیث کے طلبہ کا سالانہ امتحان ختم ہوا اس دن حضرت نے بعد نماز عصر مسجد میں درس سے فارغ ہونے والے ہم طلبہ کو خصوصی خطاب فرمایا، وہ گویا ہم لوگوں کو حضرت کی آخری وصیت تھی۔ اس میں دوسری اہم باتوں کے علاوہ یہ بھی فرمایا کہ ہم نے اپنی عمر کے پورے تیس سال اس میں صرف کئے کہ یہ اطمینان ہو جائے کہ فقہ حنفی حدیث کے خلاف نہیں ہے ۔۔ الحمد للہ فیما بیننا و بین اللہ اس پر پورا اطمینان ہو گیا کہ فقہ حنفی حدیث کے خلاف نہیں ہے۔ اگر کسی مسئلہ کے خلاف کوئی حدیث ہے تو کم از کم اسی درجہ کی حدیث اس کی تائید اور موافقت میں موجود ہے۔

لیکن اب ہمارا احساس ہے کہ ہم نے اپنا یہ وقت ایسے کام پر صرف کیا جو زیادہ ضروری نہیں تھا۔ جو کام زیادہ ضروری تھے ہم ان کی طرف توجہ نہیں کر سکے اس وقت سب سے زیادہ ضروری کام دین کی اور امت کی فتنوں سے حفاظت ہے جو بلاشبہ فتنۂ ارتداد ہے میں آپ لوگوں کو وصیت کرتا ہوں کہ ان فتنوں سے امت کی

اور دین کی حفاظت کے لئے اپنے کو تیار کریں یہ اس وقت کا جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ آپ اس کے لئے اُردو تحریر و تقریر میں مہارت پیدا کریں، اور جن کیلئے انگریزی میں مہارت حاصل کرنے کا امکان ہو وہ انگریزی میں مہارت پیدا کریں۔ ملک کے اندر ان فتنوں کا مقابلہ اُردو میں کیا جا سکتا ہے۔ اور ملک کے باہر انگریزی کے ذریعہ۔ حضرت الاستاذ قدس سرہٗ سے یہ ارشاد سُنے ساٹھ سال سے زیادہ ہو چکے ہیں۔ الفاظ میں تو یقیناً فرق ہو گا۔ لیکن اطمینان ہے کہ حضرت کا پیغام اور ہم لوگوں کو وصیت یہی تھی۔

حضرت اپنے خطابات اور تقریروں میں قادیانی فتنہ پر گفتگو فرماتے ہوئے اکثر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس غیر معمولی حال اور اضطراب کا ذکر فرماتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ارتداد کے فتنوں خاص کر نبوت کے مدعی مسیلمہ کذاب کے فتنہ کے سلسلے میں آپ پر طاری تھا۔ ہم لوگ محسوس کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے قادیانی فتنہ کے بارے میں کچھ اس طرح کا حال ہمارے حضرت الاستاذ پر طاری فرما دیا ہے۔

یہاں میں فتنۂ قادیانیت کے سلسلہ میں حضرت شاہ صاحب سے متعلق ریاست بھاولپور کے تاریخی مقدمہ کا واقعہ بھی ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ یہ مقدمہ بھاولپور کی جج کی عدالت میں تھا۔ ایک مسلمان خاتون نے دعویٰ کیا تھا کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا۔ اس نے اپنے کو مسلمان ظاہر کیا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ قادیانی ہے اس لئے وہ کافر ہے۔ عدالت میرے اس نکاح کو فسخ اور کالعدم قرار دے۔ بھاولپور کے علماء کرام نے اس مقدمہ کی پیروی کا فیصلہ کیا، اس سلسلہ میں حضرت شاہ صاحب کو بھی دعوت دی گئی کہ وہ تشریف لائیں اور عدالت میں بیان دیں۔ اس وقت حضرت رحمہ مریض اور مرض کی وجہ سے بہت

ضعیف و نحیف تھے بالکل اس لائق نہ تھے کہ بہاولپور تک کا طویل سفر فرمائیں لیکن آپ نے اسی حال میں تشریف لے جانے کا فیصلہ فرمایا (میں نے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ میرے پاس کوئی عمل نہیں ہے جس سے نجات کی امید ہو، شاید اس حال میں یہ سفر ہی میری نجات و مغفرت کا وسیلہ بن جائے)۔ بہرحال تشریف لے گئے۔ اور جاکر عدالت میں بڑا معرکۃ الآرا بیان دیا، دوسرے چند حضرات علمائے کرام کے بھی بیانات ہوئے۔ خاص کر حضرت شاہ صاحب کے بیان نے فاضل جج کو مطمئن کردیا کہ قادیانی ختم نبوت کے انکار اور مرزا غلام احمد کو نبی ماننے کی وجہ سے دائرۂ اسلام سے خارج کافر مرتد ہیں۔ انھوں نے بہت مفصل فیصلہ لکھا، دعویٰ کرنے والی مسلم خاتون کے حق میں ڈگری دی، اور نکاح فسخ اور کالعدم قرار دیا۔ فاضل جج کا یہ فیصلہ تقریباً ڈیڑھ سو صفحات کی کتاب کی شکل میں اسی زمانہ میں "فیصلہ مقدمہ بہاولپور" کے نام سے شائع ہوگیا تھا۔ اس کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بڑی بنیاد حضرت شاہ صاحب کا بیان تھا۔ علاوہ حکومت کے دور میں یہ پہلا عدالتی فیصلہ تھا جس میں قادیانیوں کو کافر اور غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔

فتنۂ قادیانیت کے ہی سلسلہ میں ایک واقعہ حضرت شاہ صاحب کے جلال کا بھی سُن لیجئے۔ دورۂ حدیث کے ہمارے ہم سبق طلبہ میں ضلع اعظم گڈھ کے بھی چند حضرات تھے۔ اسی زمانے میں ضلع اعظم گڈھ کے ایک صاحب جو قادیانی تھے، سہارنپور میں حکومت کے کسی بڑے عہدہ پر آگئے وہ ایک دن اپنے ہم ضلع اعظم گڈھی طلبہ سے ملنے کے لئے (لیکن فی الحقیقت ان کو جال میں پھانسنے کیلئے) دارالعلوم آئے، ان طلبہ نے اُن کی اچھی خاطر مدارات کی، وہ شکار کے بہانے ان میں سے بعض کو اپنے ساتھ بھی لے گئے جو رات کو دارالعلوم واپس آئے۔ حضرت شاہ صاحب کو

کسی طرح اس واقعہ کی اطلاع ہوگئی۔ حضرت کو ان طلبہ کی اس دینی بے حمیتی سے سخت قلبی اذیت ہوئی، ان طلبہ کو اس کا علم ہوا تو ان میں سے ایک سعادت مند طالب علم غالباً معافی مانگنے کے لئے حضرت کی خدمت میں پہنچ گئے حضرت پر جلال کی کیفیت طاری تھی۔ قریب میں چھڑی رکھی تھی اس سے ان کی خوب پٹائی کی (یہ فاروقی شدت فی امر اللہ کا ظہور تھا) ہمارے وہ ہم سبق طالب علم بڑے خوش اور مسرور تھے اور اس پر فخر کرتے تھے کہ ایک غلطی پر حضرت شاہ صاحب کے ہاتھ سے پٹنے کی سعادت ان کو نصیب ہوئی۔ جو حضرت کے ہزاروں شاگردوں میں سے غالباً کسی کو نصیب نہ ہوئی ہوگی۔ کیوں کہ حضرت فطری طور پر بہت ہی نرم مزاج تھے۔ ہم نے کبھی ان کو غصہ کی حالت میں نہیں دیکھا۔

آخر میں اپنا ایک ذاتی واقعہ ذکر کرنا بھی مناسب سمجھتا ہوں۔ میرے اصل آبائی وطن سنبھل سے تقریباً پندرہ میل کے فاصلہ پر ایک موضع ہے اس موضع میں چند دولت مند گھرانے تھے، والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے ان لوگوں کے تجارتی اور کاروباری تعلقات تھے جس کی وجہ سے ان کی آمد و رفت رہتی تھی۔ میں جب شعبان ۱۳۴۵ھ کے اواخر میں دار العلوم کی تعلیم سے فارغ ہو کر مکان پہنچا تو میرے بڑے بھائی صاحب نے بتلایا کہ اس موضع والوں کے کوئی رشتہ دار امروہہ میں ہیں جو قادیانی ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ وہ برابر وہاں آتے ہیں اور قادیانیت کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اور دعوت دیتے ہیں اور لوگ متأثر ہو رہے ہیں۔ اور سنا ہے کہ اس کا خطرہ ہے کہ بعض لوگ قادیانی ہو جائیں۔ میں نے عرض کیا کہ وہاں چلنا چاہئے۔ آپ پروگرام بنائیے! (میرے یہ بھائی صاحب مرحوم عالم تو نہیں تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے دین کی بڑی فکر عطا فرمائی تھی)۔ چند روز کے بعد انھوں نے بتلایا کہ معلوم ہوا ہے کہ امروہہ کا وہ قادیانی (جس کا نام عبد السمیع تھا)

فلاں دن وہاں آنے والا ہے۔ بھائی صاحب نے اس سے ایک دن پہلے پہنچنے کا پروگرام بنایا۔ رمضان مبارک کا مہینہ تھا، ہم اپنے پروگرام کے مطابق پہنچ گئے۔ لوگوں سے ہم نے باتیں کیں تو اندازہ ہوا کہ بعض لوگ بہت متأثر ہو چکے ہیں، بس اتنی ہی کسر ہے کہ ابھی باقاعدہ قادیانی نہیں ہوئے تھے۔ جب ہم نے قادیانیت کے بارے میں ان لوگوں سے گفتگو کی تو انھوں نے بتلایا کہ امروہہ سے عبدالسمیع صاحب آنے والے ہیں آپ اُن کے سامنے یہ باتیں کریں۔ ہم نے کہا یہ تو بہت ہی اچھا ہے ہم ان سے بھی بات کریں گے۔ اور ان کو بھی بتلائیں گے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کیسا آدمی تھا اور اس کو نبی ماننا گمراہی کے علاوہ کتنی بڑی حماقت ہے۔ اس گفتگو کے درمیان وہاں کے ایک صاحب نے (جو کچھ پڑھے لکھے) اور عبدالسمیع کی باتوں سے زیادہ متأثر تھے، بتلایا کہ وہ تو مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی سے مناظرہ کر چکا ہے۔ اور امروہہ کے سب بڑے بڑے عالموں سے بحث کر چکا ہے اور سب کو لاجواب کر چکا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ بات سُن کر میں بڑی فکر میں پڑ گیا اور دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی تجربہ کاری اور چرب زبانی سے لوگوں کو متأثر کر لے میں نے دُعا کی کہ اللہ تعالیٰ میری مدد اور انجام بخیر فرمائے۔ میں اسی حال میں سو گیا۔ خواب میں حضرت استاذ قدس سرہٗ کو دیکھا۔ آپ نے کچھ فرمایا جس سے دل میں اعتماد اور یقین پیدا ہو گیا کہ بڑے سے بڑا کوئی قادیانی مناظر آجائے تب بھی میرے ذریعہ اللہ تعالیٰ حق کو غالب اور اس کو مغلوب فرمائے گا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھلی تو الحمد للہ میرے دل میں وہی یقین و اعتماد تھا۔ لیکن امروہہ سے وہ قادیانی عبدالسمیع نہیں آیا۔ ہم نے کہا کہ اب جب کبھی وہ آئے تو ہم کو اطلاع دیجیو ہم انشاء اللہ آئیں گے۔ اس کے بعد ہم نے لوگوں کو بتلایا اور سمجھایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا یا کسی دعویٰ کرنے والے کو نبی ماننا

صریح کفر وارتداد ہے اور مرزا قادیانی کے بارے میں بتلایا کہ وہ کیسا آدمی تھا ہم بفضلہ تعالیٰ وہاں سے اس اطمینان کے ساتھ واپس ہوئے کہ انشاء اللہ اب یہاں کے لوگ اس قادیانی کے جال میں نہیں آئیں گے۔ خواب میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھے دکھایا اس کو میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت اور حضرت شاہ صاحبؒ کی کرامت سمجھا۔

محترم حضرات! حضرت شاہ صاحب کے یہ چند واقعات تو میں نے صرف اس لئے بیان کئے کہ اس دارالعلوم کے اکابر میں اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کے تحفظ کا اور قادیانی فتنہ کے خلاف جہاد کا (جو اس اجلاس کا خاص موضوع ہے) سب سے زیادہ کام انہی سے لیا —— ورنہ میں تاریخی تسلسل کی روشنی میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارے اس سلسلہ مجددی وولی اللہی اور سلسلۂ قاسمی وگنگوہی کی ایک خصوصیت بتوفیق خداوندی ہر قسم کے فتنوں اور ہر قسم کی تحریف سے دین اور امت کی حفاظت، اور اس سلسلہ میں پوری بیداری، ہوشیاری اور صلابت وصراحت رہی ہے۔ ہمیں یہ فکر ہونی چاہیئے کہ یہ مزاج اپنی تمام تر خصوصیات کے ساتھ زندہ اور قائم رہے اور ہماری ان نسلوں کو منتقل ہو جو ہمارے مدارس میں تیار ہو رہی ہیں۔

میں اس موقع پر آپ حضرات سے اپنا یہ احساس عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ وقت کا بہت اہم مسئلہ یہ ہے کہ امت کے عوام ہی میں نہیں بلکہ ان میں جن کو خواص سمجھا جاتا ہے۔ ایک بڑی تعداد ہے جو دین کے بنیادی عقائد و حقائق کے بارے میں بھی، تسامح، تساہل اور چشم پوشی کے رویہ کو اچھے اچھے نام دے کر اختیار کرتی جا رہی ہے۔ خطرہ یہ ہے کہ وہ ایمانی غیرت وحمیت اور وہ دینی حس جو اکثر بڑے بڑے فتنوں کے مقابلہ میں محافظینِ دین کی مددگار رہی ہے

کہیں وہ اتنی مضمحل نہ ہو جائے کہ پھر اس کے بعد آپ کو دو طرفہ کام کرنا پڑے، ایک تو آپ کو ان فتنوں کا مقابلہ کرنا پڑے۔ اور دوسری طرف امت کو بلکہ ان کے خواص کو اس بات پر مطمئن کرنے پر اپنی توانائی صرف کرنی پڑے کہ عقیدہ اور دین پر کسی ادارے کو مقدم کرنا ہمارے دین کے خلاف ہے

اگر یہ اجلاس ختم نبوت کے خلاف ہونے والی صریح اور پوشیدہ بغاوتوں اور اسی طرح دوسرے فتنوں کے مقابلہ کے لئے اپنے اکابر واسلاف کی روایات کو زندہ کرنے کی کوشش کا نقطۂ آغاز بن جائے اور مدارس کے فضلاء کی ایسی جامع تربیت کا ایسا پروگرام شروع کرنے کا فیصلہ کردے جس کے ذریعہ انھیں دین کی حفاظت اور فتنوں کے مقابلہ کے لئے تیار کیا جائے تو میرے خیال میں یہ اجلاس کی افادیت کا ایک عملی ثبوت ہوگا۔

آخری کلمہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام ہے۔ اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واجعلنا منہم واخذل من خذل دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجعلنا منہم۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

قادیانیت اسلام کے متوازی ایک جدید مذہب

از مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی

۱۸۵۷ء کے بعد اگرچہ ہندوستان پر انگریزوں کا تسلط مکمل طور پر قائم ہو گیا تھا۔ اور ان کا پنجۂ استبداد ملک کو اپنی گرفت میں لے چکا تھا۔ پھر بھی حکومت برطانیہ اس خطرے سے بے نیاز نہیں تھی کہ ہندوستانی قوم بالخصوص مسلمان جن سے انگریزوں نے ملک کی زمامِ اقتدار چھینی تھی اگر متحد و متفق ہو گئے تو اپنے اس غاصبانہ تسلط کو برقرار رکھنا مشکل ہو جائے گا۔ اس لئے آئینِ جہانداری کی رو سے ضروری سمجھا گیا کہ ان کے ذہنی مشغلہ اور روحانی توجہ کیلئے نہ صرف مذاہب عالم کو آپس میں ٹکرا دیا جائے۔ بلکہ ہر مذہب میں نئے نئے فرقے پیدا کئے جائیں۔ اور پھر ہر فرقے میں نئی نئی قلمیں لگا کر ہندوستان کو مذاہب و افکار کی آویزش کی ایک آماجگاہ بنا دیا جائے۔ تاکہ آوازۂ حریت بلند کرنے کی کسی کو فرصت ہی نہ ملے اور اگر کسی گوشے سے یہ آواز اٹھے بھی تو اس افتراقی غلغلہ کے شور میں دب کر رہ جائے۔

چنانچہ انگریزوں کی نگاہِ دوربین نے مسلمانوں کے اندر مذہبی رنگ میں افتراق و انتشار پیدا کرنے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کا انتخاب کیا جس کے

بعد آسمان مغرب سے مرزا پر وحی خفی و جلی کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ جس کے ذریعہ نبیٔ آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت، کے مقابل و متوازی ایک جدید شریعت امت کے سامنے پیش کی گئی۔ اس طرح مسلمانوں کے اندر ایک نئے فرقہ کا اضافہ ہوگیا۔ اور یہی شاطرانِ فرنگ کا عین مطلوب و مقصود تھا۔

یہ فتنہ انگریزوں کی درپردہ سازش سے اس قوت کے ساتھ اٹھایا گیا تھا۔ کہ اگر علمائے اسلام اس کے مدمقابل ڈٹ نہ جاتے تو جس طرح سینٹ پال نے دین مسیحیت کو ایک تین اور تین ایک کے غیر معقول فلسفہ میں الجھا کر وحدانیت سے شرک کی راہ پر ڈال دیا۔ ٹھیک اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی وحی والہام کے پُر فریب دعوؤں کے ذریعہ دینِ اسلام کو مسخ کر کے الحاد و دہریت کا ترجمان بنا دیتے۔

اس مختصر مقالہ میں مرزا غلام احمد کی اسی ناپاک کوشش کے دس نمونے پیش کئے گئے ہیں۔ پورے مقالہ میں اس بات کا بطور خاص لحاظ رکھا گیا ہے کہ اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے قرآن و سنت سے ماخوذ اسلامی عقائد و احکام.... اور اس کے بالمقابل..... و متوازی مذہب مرزائی کے مزعومات خود بانیٔ مذہب مرزا قادیانی کی زبان سے پیش کردئے جائیں۔

اسلامی شریعت کا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ رسالت مآب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں آپ کی ذات والاصفات پر مراتبِ نبوت ختم ہوگئے۔

اللہ جل مجدہٗ کا ارشاد ہے۔

دلائلِ عقیدہ ۱

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلٰكِن

محمد رسول اللہ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں

رسول اللہ وخاتم النبیین (احزاب) لیکن انبیاء کے خاتم اور آخری نبی ہیں۔
قدیم ترین مفسر امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"ولکنہ رسول اللہ وخاتم النبیین الذی ختم النبوۃ فطبع علیہا فلا تفتح لاحد بعدہ الی قیام الساعۃ،، (جامع البیان فی تفسیر القرآن ص۱۱ ج۲۲)

آپ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں یعنی ایسے شخص ہیں جس نے نبوت کو ختم کر دیا اور اس پر مہر لگادی آپؐ کے بعد اب قیامت تک کسی کے لئے یہ نہیں کھولا جائے گا۔

محقق حافظ عماد الدین ابن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ تحریر کرتے ہیں۔

فھذہ الآیۃ نص فی انہ لا نبی بعدہ واذا کان لا نبی بعدہ فلا رسول بالطریق الاولیٰ والاحریٰ لان مقام الرسالۃ اخص من مقام النبوۃ فان کل رسول نبی ولا ینعکس۔ وبذالک وردت الاحادیث المتواترۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حدیث جماعۃ من الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (تفسیر ابن کثیر ص)

یہ آیت اس بارے میں نص صریح ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا اور جب کوئی نبی نہ ہوگا تو رسول بدرجۂ اولیٰ نہ ہوگا۔ کیونکہ رسالت کا مرتبہ نبوت کے مرتبہ سے خاص ہے ہر رسول کا نبی ہونا ضروری ہے اور ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں۔ اس مسئلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث متواترہ بھی حضرات صحابہ سے منقول ہیں۔

امام زمخشری، قاضی ابوسعود، امام نسفی، علامہ سید آلوسی وغیرہ مشاہیر علمائے تفسیر نے بھی اپنی اپنی تفسیروں میں باختلاف الفاظ یہی بات لکھی ہے البتہ جار اللہ زمخشری

اور قاضی ابوسعود نے اس موقع پر ایک شبہ کا جواب بھی دیا ہے۔ شبہ یہ ہے کہ جب مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلاۃ والسلام دنیا میں نزول اجلال فرمائیں گے۔ تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور آخری نبی کیسے ہو سکتے ہیں۔ امام زمخشری اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ "معنی کونہ اٰخر الانبیاء انہ لاینبا احد بعدہ وعیسیٰ (علیہ السلام) ممن نبیٔ قبلہ"، آخرالانبیاء کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام ان حضرات انبیاء میں ہیں جنہیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے منصب نبوت سے سرفراز کر دیا گیا ہے!

صحابیٔ رسول حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ (ابوداؤد ص۲۳۴ ج۲ و ترمذی ص۴۵ ج۲)	میری امت میں تیس ایسے جھوٹے پیدا ہوں گے جن میں ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا۔

مشہور شارح حدیث حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں

لیس المراد بالحدیث من ادعی النبوۃ مطلقاً فانھم لایحصون کثرۃ لکون غالبھم ینشأ لھم ذٰلک من جنون و سوداء وانما المراد من قامت لہ الشوکۃ (فتح الباری ص۳۴۳ ج۱۴)

اس حدیث پاک میں مطلقاً مدعی نبوت مراد نہیں کیونکہ ایسے (عقل باختہ) بے شمار ہیں۔ کیونکہ یہ بے بنیاد دعویٔ بالعموم پاگل پن اور سوداویت کے غلبہ سے

وجود میں آتا رہتا ہے بلکہ اس حدیث میں جن تیس (دجال) وکذاب کا ذکر ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنھیں پیروکاروں کی کثرت اور شوکت حاصل ہو جائے۔

اسی مفہوم کی حدیث، بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، ابویعلیٰ اور مستدرک حاکم میں علی الترتیب ابوہریرہؓ (متعدد طرق، سعدؓ بن ابی وقاص، عقبہؓ بن عامر، جبیرؓ بن مطعم، ابوامامہ باہلی، ابوذرؓ غفاری، انسؓ بن مالک، تمیمؓ داری اور زیدؓ بن حارثہ رضی اللہ عنہم کی روایت سے منقول ہے۔ اس لئے معنوی طور پر یہ حدیث متواتر ہے کیونکہ ائمہ اصول حدیث کی تصریح کے مطابق جو حدیث دس حضرات صحابہ سے مروی ہو وہ حد تواتر کو پہنچ جاتی ہے۔

کتاب وسنت کے ان نصوص کی بنا پر محقق ابن نجیم لکھتے ہیں " اذا لم یعرف ان محمدا آخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من ضروریات الدین۔ (الاشباہ والنظائر ص۱۳۸) جب کوئی اس کا معترف نہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہے کیونکہ یہ ضروریات دین سے ہے (جس کا عدم اعتراف مسلمان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے)۔ ملا علی قاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعوی نبوت کرنے والے کے کفر پر اجماع نقل کرتے ہیں۔ (شرح فقہ اکبر ص۲۰۲)

ان تفصیلات سے معلوم ہو گیا کہ بنص کتاب وسنت اور باجماع علماء امت ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں آپؐ کے بعد دعوائے نبوت کرنے والا بالفاظ حدیث دجال، کذاب ہے اور باتفاق علماء دین مرتد کافر ہے۔ یہ بات بھی اہل علم سے مخفی نہیں ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے اسی مسئلہ پر اجماع ہوا ہے۔

اس بنیادی واجماعی عقیدہ کے برخلاف مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے ماننے

والوں کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم نہیں ہوتی ہے آپ کے بعد بھی نبوت کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور خود مرزا غلام احمد اس وقت منصب نبوت پر فائز ہیں۔ آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی کی چند عبارتیں ملاحظہ ہوں۔

لکھتے ہیں۔

(۱) "خدا وہ خدا ہے کہ جس نے اپنے رسول کریم یعنی اس عاجز کو ہدایت، اور دین حق، اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا" (اربعین نمبر۳ ص۲۴ طبع ۱۹۰۰ء ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۲۶)

(۲) "میں (مرزا غلام احمد) جب کہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیشگوئی کے قریب خدا کی طرف سے بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہوگئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں اور جب کہ خود خدا تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو میں کیونکر رد کر دوں"

(اشتہار ایک غلطی کا ازالہ ۱۹۰۱ء مندرجہ حقیقۃ الوحی ص۲۶۴)

(۳) سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا (دافع البلاء ص۱۱)

اسلامی شریعت کا عقیدہ ۲ اسلام کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی کا دروازہ بند ہو گیا اب کسی پر منجانب اللہ وحی نازل نہیں ہوگی۔

چنانچہ ایک طویل حدیث میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

"انہ انقطع الوحی وتم الدین — وحی منقطع ہوگئی اور دین تمام ہوگیا

مشکوٰۃ ص۵۵۶ بحوالہ رزین)

امام بخاری نے ان الوحی قد انقطع کے الفاظ سے اس اثر کی تخریج کی ہے شیخ عبدالوہاب شعرانی الیواقیت والجواہر میں لکھتے ہیں۔

فما بقی للاولیاء الیوم بعد ارتفاع النبوۃ الا التعریفات وانسدت ابواب الاوامر الالٰھیۃ والنواھی فمن ادعاھا بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم فھو مدع شریعۃ اوحی بھا الیہ سواء وافق شرعنا او خالف فان کان مکلفا ضربنا عنقہ والا ضربنا عنہ صفحًا (ص۳۸ ج۲)

آج سلسلہ نبوت کے منقطع ہوجانے کے بعد اولیار کے لئے معرفتوں کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہا اور اوامر ونواہی الٰہیہ کے دروازے بند ہوگئے ہیں لہذا جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نزول وحی ربّانی کا دعویٰ کرے تو وہ (جدید) شریعت کا مدّعی ہے جو اس کی طرف وحی کی گئی ہے۔ خواہ ہماری شریعت کے موافق ہو یا مخالف پھر اگر وہ مدّعی مکلّف (عاقل بالغ) ہے تو اس کی گردن اڑادیں گے اور اگر غیر مکلف (مجنون وطفل غیر عاقل) ہے تو اس سے اعراض کریں گے۔

قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں۔

وکذالک من ادعی منھم انہ یوحی الیہ وان لم یدع النبوۃ فھولاء کلھم کفار مکذبون للنبی صلی اللہ علیہ وسلم (شفاء ص۲۳۷ ج۲)

ایسے ہی وہ شخص (بھی کافر ہے) جس نے دعویٰ کیا کہ میرے پاس وحی ربّانی آتی ہے۔ اگرچہ مدّعی نبوت نہ ہو یہ سب کے سب کافر اور نبی کریمؐ کی تکذیب کرنے والے ہیں۔

ان تصریحات کے بعد مرزا غلام احمد کی ہفوات سنئے۔ اور دیکھئے اسلامی عقائد کے مدمقابل یہ کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔

(۱) "مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم رہنے نہ دیا" (حقیقۃ الوحی ص۱۵۰)

(۲) "اور بعد میں جس طرح قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہوں۔ ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان رکھتا ہوں جو مجھے ہوئی" (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ مندرجہ حقیقۃ الوحی ص۲۶۴)

(۳) یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعۃ ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی الخ (اربعین ۴ ص ۷)

مرزا نے اپنی اس تحریر میں صاحب وحی ہونے کے ساتھ صاحب الشریعۃ ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہے

۳۔ اسلامی شریعت میں نجات صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی میں ممکن ہے جیسا کہ باری تعالیٰ عز اسمہٗ کا ارشاد ہے۔

قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِينَ (آل عمران)	آپ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہدیجئے اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تاکہ تم سے اللہ محبت کرے اور تمہارے گناہ بخش دے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے آپ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہدیں اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی پھر اگر اعراض کریں تو اللہ کو محبت نہیں ہے کافروں سے

ان دونوں آیتوں میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو مغفرت اور نجات کا

ذریعہ بتایا گیا ہے اور آپ کی اتباع سے اعراض کو کفر سے تعبیر فرمایا گیا ہے جس کا صاف مطلب یہی ہے کہ مدار نجات آپ ہی کی پیروی ہے۔

اس کے برخلاف مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ اب مدار نجات میری وحی میں ہے جو اس کی اتباع نہیں کرے گا وہ جہنمی ہے۔ ملاحظہ ہو ان کی عبارت ملفظہ۔

(۱) "چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور اس کی وحی کو فلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا ہے ۔۔۔ اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم کو میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے اس کو مدار نجات ٹھہرایا جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے۔ (حاشیہ اربعین ۴ ص ۷)

(۲) "بہر حال جب کہ خدائے تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر وہ شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے وہ مسلمان نہیں اور خدا کے نزدیک قابلِ مواخذہ ہے" (منہج المصلی مجموعہ فتاوی احمدیہ ص ۲۷)

(۳) مرزا محمود بن مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھتے ہیں۔

"آپ (مرزا غلام احمد) کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے ضروری قرار دیا ہے اور اسے مدار نجات ٹھہرایا ہے" (ص ۱۵۶)

۴:۔ اسلامی شریعت کا عقیدہ ہے کہ معجزہ نبی کے علاوہ کسی سے ظاہر نہیں ہو سکتا اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلۂ نبوت ختم ہو گیا۔ اس لئے اب کسی سے معجزہ صادر نہیں ہو سکتا۔ امام شعرانی تحریر فرماتے ہیں۔

وقد حدّ جمهور الاصوليين المعجزة بانها امرٌ خارق للعادة مقرون بالتحدى مع عدم المعارضة	جمہور اصولیوں نے معجزہ کی یہ تعریف کی ہے کہ تحدی یعنی دعویٰ رسالت کے ساتھ رسول سے امر خارق ظاہر ہو اور کوئی

اس کا معارضہ نہ کر سکے

اس دعویٰ کے مقابلہ میں آنجہانی مرزا کی لن ترانی ملاحظہ ہو۔

(۱) "ہاں اگر یہ اعتراض ہو کہ اس جگہ معجزات کہاں ہیں تو میں صرف یہی جواب دوں گا کہ میں معجزات دکھلا سکتا ہوں۔ بلکہ خدا کے فضل و کرم سے میرا جواب یہ ہے کہ اس نے میرا دعویٰ ثابت کرنے کیلئے اس قدر معجزات دکھائے ہیں کہ بہت ہی کم نبی ایسے آئے ہیں جنھوں نے اس قدر معجزات دکھائے ہوں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس قدر معجزات کا دریا رواں کر دیا ہے کہ باستثناء ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام میں ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر محال ہے کوئی قبول کرے یا نہ کرے" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۳۶)

ایک موقع پر لکھتے ہیں۔

۲۔ اور خدا تعالیٰ نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر دہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔ (چشمۂ معرفت ص ۳۱۷)

براہین احمدیہ حصہ پنجم میں لکھا ہے۔

" درحقیقت یہ خرق عادت نشان ہیں اور اگر بہت ہی سخت گیری اور زیادہ سے زیادہ احتیاط سے بھی ان کا شمار کیا جائے تب بھی یہ نشان جو ظاہر ہوئے دس لاکھ سے زیادہ ہوں گے۔ (ص ۵۶)

تحفۂ گولڑویہ ص ۴۳ پر مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تعداد تین ہزار بتائی ہے اور اپنے معجزات کی تعداد دس لاکھ سے بھی زائد بتاتے ہیں۔ اس لئے تتمہ حقیقۃ الوحی ۱۳۶ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا استثناء محض ایک فریب ہے۔

۵۔ اسلامی شریعت میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم افضل کائنات ہیں مخلوق میں سے کوئی بھی اُن کے مقام مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ افضل البریہ علیہ السلام والتحیہ کا ارشاد ہے۔

عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انا قائد المرسلین ولا فخر (مشکوٰۃ ص۵۱۴ بحوالہ دارمی)	حضرت جابرؓ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمام مرسلین کا قائد اور پیشرو ہوں اور کوئی فخر نہیں

ایک دوسری حدیث میں آپؐ فرماتے ہیں۔

انا اکرم الاولین والآخرین ولا فخر (مشکوٰۃ ص۵۱۳ بحوالہ ترمذی)	میں تمام اگلوں اور پچھلوں سے افضل ہوں بلا فخر کے۔

اور مرزا صاحب اپنی تعریف میں یوں گویا ہیں۔

(۱) انبیاء گرچہ بودہ اند بسے — من بعرفاں نہ کمترم زکسے
آنچہ داداست ہر نبی را جام — داد آں جام را مرا بہ تمام
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقیں — ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

ترجمہ:۔ اگرچہ انبیاء بہت گذرے ہیں۔ میں معرفت میں ان میں کسی سے کم نہیں ہوں۔ خدا نے جو پیالہ ہر نبی کو دیا ہے وہ پیالہ مجھ کو تمام دیا ہے (پیالہ سے مراد ساغر نبوت ہے) یقیناً میں ان تمام نبیوں سے کم نہیں ہوں۔ جو جھوٹ کہتا ہو وہ ملعون و مردود ہے "زاں ہمہ" کے عموم میں خاتمی نبوت رسالتمآب سرور کائنات محمد رسول اللہ بھی شامل ہیں۔

(۲) درج ذیل شعر میں تو بالتخصیص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی بالا تری کا دعویٰ کیا ہے۔

له خسف القمر المنیر و ان لی
خسا القمران المشرقان اتنکر (اعجاز احمدی ص۷۱)

مرزا صاحب ہی کے الفاظ میں ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔ "اس کے (یعنی نبی کریم کے لئے (صرف) چاند کا خسوف ظاہر ہوا۔ اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں (کے گرہن) کا کیا تو انکار کرے گا۔ ترجمہ میں اس کے الفاظ کس ذات گرامی کے لئے استعمال کئے ہیں۔ بطور خاص قابلِ توجہ ہیں۔

علا:۔ اسلامی شریعت میں حضرات انبیاء علیہم السلام کی تعظیم و توقیر فرض ہے اور ان کی توہین و تنقیص مستلزم کفر

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ (الفتح) — تاکہ تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم بجالاؤ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

مشہور تابعی حضرت مجاہد راوی ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسا شخص لایا گیا جس نے (نعوذ باللہ) آنحضرت کی شان میں گستاخی کے کلمات کہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اُسے قتل کی سزا دی اور فرمایا کہ من سب اللہ تعالیٰ او سب احداً من الانبیاء فاقتلوه" (الصارم المسلول ص ۱۹۵)

علامہ ابن تیمیہ نے یہی فتویٰ حبر الامہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی نقل کیا ہے۔

قاضی عیاض علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

من کذّب باحد من الانبیاء او تنقص احداً منهم او بری منهم فهو مرتد" (شفاص ۲۸۶ ج ۲) — جس نے کسی نبی کی تکذیب، تنقیص یا یا برأت کا اظہار کیا وہ مرتد ہے۔

لیکن قادیانیوں کے مذہب میں کسی نبی کی توہین و تنقیص اور ان کی مقدس

شان میں گستاخی سب روا ہے چنانچہ بانیٔ مذہب قادیانی مرزا آنجہانی نے برگزیدہ پیغمبر حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی شانِ اقدس میں ایسے گستاخانہ کلمات استعمال کئے ہیں کہ انھیں نقل کرتے ہوئے دل دہل رہا ہے۔ ہاتھ کانپ رہا ہے اور قلم لرزش میں ہے مگر "نقل کفر کفر نہ باشد" سے دل کو تسلی دیکر چند حوالے سپردِ قلم ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔ اور اس گستاخِ رسولؐ پر اللہ کی لعنت بھیجیے۔

(۱) "پس اس نادان اسرائیلی نے (مراد حضرت عیسیٰؑ ہیں)، ان معمولی باتوں کا پیشین گوئی کیوں نام رکھا" (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۴)

(۲) "ہاں آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی ادنیٰ ادنیٰ بات میں غصہ آجاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے۔ مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔" (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۵)

(۳) "نہایت شرم کی بات یہ ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے کہ گویا میری تعلیم ہے" (حوالہ سابق ص۶)

(۴) "آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان میں ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک کنجر (کسبی) کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر ناپاک ہاتھ لگائے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس

چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔ (حوالہ سابق صک)

ظاہر ہے کہ ان بے بنیاد الزامات اور بازاری گالیوں سے، اس پاکیزہ اور محترم ہستی کے تقدس پر کیا اثر پڑے گا جسے رب العزت نے کلمۃ اللہ اور روح اللہ کے خطاب سے عزت بخشی ہو۔ البتہ ان گالیوں نے خود مرزا کی شرافت و نجابت کا بھانڈا پھوڑ دیا ہے۔ سچ کہا ہے کہنے والے نے۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنۂ پاکاں زند۔

ملک اسلامی شریعت کا یہ عقیدہ ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے باعزت اور فرمانبردار بندے ہیں جو لطیف نورانی جسم رکھتے ہیں اور مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں ان میں بعض بحکم خدا اپنے مستقر سے زمین پر بھی اترتے ہیں اور حضرت جبرئیل وحی ربانی لے کر حضرات انبیاء کے پاس آتے تھے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

بل ھم عباد مکرمون۔ لایسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون۔ — بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے باعزت بندے ہیں بات میں اللہ تعالیٰ سے پیش کلامی نہیں کرتے اور وہ اللہ کے حکم کے مطابق کام کرتے ہیں

ایک دوسری آیت میں فرشتوں کی شان یہ بتائی گئی ہے۔

لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَا اَمَرَھُمْ، وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۔ — وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی عمل کرتے ہیں جس کا ان کو حکم ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن فرمایا۔

هذا جبرئیل اخذ براس فرسه علیه أداة الحرب (بخاری ص ۵۷۰ ج ۲)
یہ جبرئیل ہیں اپنے گھوڑے کا سر پکڑے ہوئے ہتھیار زیب تن کئے ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا۔

نزل جبرئیل فامنی فصلّیتُ معهٗ ثم صلّیتُ معهٗ ثم صلّیتُ معه ثم صلّیت معه، ثم صلّیت معهٗ (بخاری ص ۴۵۷ ج ۱)

جبرئیلؑ نازل ہوئے اور مجھ کو پانچوں نمازیں پڑھائیں۔

کتاب وسنت کے یہ نصوص ناطق ہیں کہ فرشتے اللہ کی ایک محترم مخلوق ہیں اپنے مستقر سے بحکم خدا زمین پر آتے ہیں اور جو کام ان کے سُپرد ہوتا ہے اُسے انجام دیتے ہیں۔

اب اللہ اور رسولؐ کے مقابلے میں قادیانی صاحب کی تحقیق انیق بھی سنئے اور فیصلہ کیجئے کیا اس رجم بالغیب اور اٹکل کے تیر کا اسلامی نظریہ سے کوئی ادنیٰ بھی تعلق ہے؟

اپنی تصنیف توضیح المرام کے ص ۳۱ پر لکھتے ہیں۔

(۱) "بلکہ فرشتے اپنے اصلی مقامات سے جو ان کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہیں۔ ایک ذرہ کے برابر بھی آگے پیچھے نہیں ہوتے جیسا کہ خدا تعالیٰ ان کی طرف سے قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ وما منّا الا له مقام معلومٌ وانا لنحن الصافون (سورہ صافات جزء ۲۳)

پس اصل بات یہ ہے کہ جس طرح آفتاب اپنے مقام پر ہے اور اس کی گرمی روشنی زمین پر پھیل کر اپنے خواص کے مطابق زمین کی ہر چیز کو فائدہ پہنچاتی ہے اسی طرح روحانیت سماویہ خواہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس ملکیہ کہیں

یادساتیر اور وید کی اصطلاحات کے موافق ارواح کواکب سے نامزد کریں یا سیدھے اور موحدانہ طریق سے ملائک کا لقب دیں۔ درحقیقت یہ عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام میں مستقر اور قرارگیر ہے "

۸۔ اسلامی عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن مردے قبروں سے نکل کر حساب و کتاب کے لیئے میدان حشر میں جمع ہوں گے۔ جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل کیئے جائیں گے۔ ملاحظہ ہو۔ درج ذیل آیتِ پاک

ونفخ فی الصور فاذا ھم من الاجداث الی ربھم ینسلوُن ۔ صور پھونکا جائے گا تو اس وقت سب کے سب اپنی قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف چلیں گے۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂

یہ آیت کریمہ اس بات پر نص ہے کہ قیامت کے دن مُردے قبروں سے زندہ ہوکر اٹھیں گے۔ اور اپنے رب کے حضور حاضر ہوں گے اس آیتِ پاک کے علاوہ قرآن کریم میں بے شمار آیتیں ہیں جن میں مردوں کے زندہ ہوکر میدانِ حشر میں جمع ہونے اور حساب وکتاب کے بعد جنت یا جہنم میں جانے کا ذکر ہے۔ اس سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جیسے امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں۔ ملاحظہ ہو وہ نقل کرتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا۔

یُحشر النّاسُ یومَ القیامَۃِ حُفاۃً عراۃً غرلاً قلت یارسُول اللہ الرجال والنساء جمیعًا ینظر بعضھم بعضًا فقال یاعائشۃ الامر اشد من ان ینظر بعضھم الی بعض (مشکوٰۃ ص۴۸۳ بحوالہ بُخاری ومُسلم) لوگ قیامت کے دن ننگے پاؤں، ننگے بدن، بے ختنہ اٹھاکر جمع کیئے جائیں گے۔

حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کیا یارسول اللہ مرد عورتیں ایک دوسرے کو (اس حال میں)

دیکھیں گے۔ آپ نے فرمایا عائشہ رضؓ وہ حالت اس سے زیادہ سخت ہوگی کہ لوگ ایک دوسرے کی جانب دیکھیں۔ لِکُلِّ امْرِئٍ منهم یومئذٍ شأنٌ یُغْنِیْہِ۔

مرزا صاحب! قرآن وحدیث کی ان تصریحات کے بالمقابل یہ لکھتے ہیں " اگر بہشتی لوگ بہشت میں داخل شدہ تجویز کئے جائیں تو طلبی کے وقت انھیں بہشت سے نکلنا پڑے گا۔ اور اس لق ودق جنگل میں جہاں تخت رب العٰلمین بچھایا گیا ہے حاضر ہونا پڑے گا۔ ایسا خیال تو سراسر جسمانی اور یہودیت کی سرشت سے نکلا ہوا ہے۔ (ازالۃ الاوہام ص۱۴۴)

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۱۴۵ پر بزعم خویش ثابت کرچکے ہیں جو شخص بہشت میں داخل کیا جاتا ہے وہ اس سے کبھی خارج نہیں کیا جاتا۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۴۶ پر لکھتے ہیں " مومن کو فوت ہونے کے بعد بلا توقف بہشت میں جگہ ملتی ہے۔

ان عبارتوں کو یوں ترتیب دیں کہ مومن فوت ہوتے ہی بہشت میں داخل ہوجاتا ہے۔ اور بہشت میں داخل ہوجانے کے بعد اس سے باہر نہیں۔ نکالا جائے گا لہٰذا حساب وکتاب کے لئے میدان حشر میں اپنے رب کے حضور ان کے جمع ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا۔ یہ ہے مرزا صاحب کا قیامت اور حشر ونشر وحساب وکتاب کے متعلق نظریہ۔ لیکن اُسے اس طرح پر پیچ اور اگر مگر کی بھول بھلیوں میں الجھا کر پیش کر رہے ہیں تاکہ بادی النظر میں پڑھنے والا دھوکہ کھا جائے۔

ع۹ اسلامی شریعت میں بحالت اختیار نماز کے لئے سمتِ کعبہ کو قبلہ قرار دیا گیا ہے۔ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وحیث ما کنتم فولوا وجوهكم شطرهٗ (البقرۃ) پھیر دیجئے اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف اور تم لوگ (اے مسلمانو) جس جگہ ہوا کرو اپنا منہ اسی کی طرف پھیرو۔

یہ پوری امت کا اجماعی مسئلہ ہے اور فقہ کی ہر چھوٹی بڑی کتابوں میں موجود ہے۔
لیکن مرزائی شریعت میں مرزا صاحب کی وحی فاتخذوا من مقام ابراھیم مصلی کی رو سے قادیان قبلہ ہے چنانچہ مرزائی اردلی گروہ کا اس پر عمل ہے یہ گروہ قادیان کی جانب رخ کر کے نماز پڑھنے کو اولیٰ قرار دیتا ہے۔ (حاشیہ حق المبین صفحہ ۳۴۲)

خود مرزا غلام احمد قادیانی حقیقۃ الوحی ص۸۵ پر اپنا یہ الہام نقل کرتے ہیں۔
وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلّٰی اِنَّا اَنْزَلْنَا قَرِیْبًا مِّنَ الْقَادِیَانِ۔ ابراہیم کی جگہ کو قبلہ بناؤ اور مصلی ٹھہراؤ ہم نے اسے قادیان کے قریب نازل کیا ہے۔
اس الہام میں مرزا نے قادیان کو قبلہ قرار دیا ہے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ ابراہیم سے مراد خود مرزا کی ذات ہے۔ جیسا کہ مرزا کے اس الہام سے ظاہر ہے
"آخر زمانہ میں ایک ابراہیم (یعنی مرزا صاحب) پیدا ہوگا اور ان فرقوں میں وہ فرقہ نجات پائے گا۔ کہ اس ابراہیم کا پیرو ہوگا۔"
(۱۰) اسلامی شریعت میں جہاد قیامت تک بوقت ضرورت وشرائط فرض ہے کتب علیکم القتال (القرآن) جہاد تم پر فرض کیا گیا ہے۔ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا الخ (القرآن) اور جنگ کرو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو تم سے جنگ کریں۔ یہ اور ان کے علاوہ متعدد آیتیں فرضیت جہاد پر نص صریح ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
لَنْ یَبْرَحَ هٰذَا الدِّیْنُ قَائِمًا یُقَاتِلُ عَلَیْهِ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَةُ (مشکوٰۃ ص۳۳۰ بحوالہ مسلم)
لیکن مرزا کی شریعت میں جہاد منسوخ ہے کیونکہ یہ ایک خراب چیز ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ "یہ بات تو بہت اچھی ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ کی مدد کی جائے اور جہاد کے خراب مسئلہ کے خیال کو دلوں سے مٹا دیں (اعجاز احمدی ص۲۴)
خطبہ الہامیہ میں کہتے ہیں "کافروں کے ساتھ لڑنا مجھ پر حرام کیا گیا ہے" ص۲۵)
بطور مشتے از خروارے اس مختصر مقالہ میں مرزائی شریعت کے صرف دس بنیادی اصول واحکام نقل کیے گئے ہیں۔ جو سب کے سب اسلامی عقائد واحکام کے معارض ومخالف ہیں۔ درنہ واقعہ کی فہرست بڑی طویل ہے جو انشاء اللہ کسی اور موقع پر پیش کی جائے گی۔

مرزا قادیانی کے اقوالِ کفریہ اُس کی تحریروں کے آئینہ میں

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ

پوری امتِ اسلامیہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں نبوت کا سلسلہ آپؐ پر ختم کر دیا گیا ہے۔ آپؐ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ اور یہ عقیدہ قرآن و حدیث سے ایسے محکم اور قطعی طریقہ پر ثابت ہے کہ اس میں ذرہ برابر شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ قرآن مجید میں آپؐ کو خاتم النبیین کہا گیا ہے۔ اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق ارشاد فرمایا کہ سلسلۂ نبوت مجھ پر ختم کر دیا گیا ہے۔ میں خاتم النبیین ہوں۔ اور اب میرے بعد کوئی نیا نبی اللہ کی طرف سے نہیں آئے گا۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت سے لیکر آج تک پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ جس طرح توحید و رسالت، قیامت و آخرت اور قرآن کے کلام اللہ ہونے کا منکر، پنجگانہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کا منکر مسلمان نہیں ہو سکتا۔ ایسا شخص کذاب ہے، ملعون ہے، دائرۂ اسلام سے قطعاً خارج ہے۔ اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی طرح جو شخص اس کی نبوت کو تسلیم کرے وہ بھی

مسلمان نہیں ہے اگر وہ پہلے سے مسلمان تھا۔ تو اس کو دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد قرار دیا جائے گا۔

امّت کی پوری تاریخ میں عملاً یہی ہوتا رہا ہے۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مدعیٔ نبوت "مسیلمہ کذاب" اور اس کے ماننے والوں کے متعلق یہی فیصلہ صادر فرمایا۔ حالانکہ یہ بات محقق ہے کہ وہ لوگ توحید و رسالت کے قائل تھے۔ اُن کے یہاں اذان بھی ہوتی تھی۔ اور اذان میں اشھد ان لا الٰہ الا اللہ اور اشھد اَنّ محمداً رسول اللہ بھی کہا جاتا تھا۔ ختمِ نبوت سے متعلق اسلام کا یہ بنیادی عقیدہ ہے۔

لیکن غلام احمد قادیانی نے اس بنیادی اور اجماعی عقیدہ سے بغاوت کی ہے۔ اور اپنے لئے ایسے الفاظ کے ساتھ نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ کہ اس میں کسی طرح کی کوئی تاویل اور توجیہہ کی گنجائش نہیں ہے اور اس کے معتقدین اس کو دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مثل "نبی" کہتے ہیں اور اس پر ان کو بے حد اصرار بھی ہے۔ مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود نے "حقیقۃ النبوۃ" ایک کتاب شائع کی تھی جس کا موضوع ہی مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کو ثابت کرنا تھا اور اس کتاب میں مرزا صاحب کے نبوت کے دلائل خود مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں سے پیش کیے گئے ہیں۔

اس کے علاوہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے لیے مسیحیت اور مہدویت کا اتنی کثرت سے دعویٰ کیا ہے کہ اس کا انکار یا اس کی تاویل ناممکن ہے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام جو بالاجماع معصوم ہیں ان کی بہت سخت

توہین کی ہے اور بہت سے مقامات پر اپنے کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام سے افضل بلکہ تمام انبیاء کی روح بتایا ہے۔ نیز معجزات کا استہزاء کیا ہے قرآن میں تحریف کی ہے۔ احادیث کی بے حرمتی کی ہے۔ وغیرہ وغیرہ

دعویٰ نبوت و اقوال کفریہ اسکی تحریر کے آئینہ میں

(۱) خدا وہ خدا ہے کہ جس نے اپنے رسول کو یعنی اس عاجز کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا (اربعین ۳ صـ ۲۴)

(۲) میں رسول بھی ہوں۔ اور نبی بھی ہوں۔ (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ، مندرجہ حقیقۃ النبوۃ صـ ۲۶۵)

(۳) اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے اور اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کیلئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں جن میں بطور نمونہ کسی قدر اس کتاب میں لکھے گئے ہیں۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی صـ ۶۸)

(۴) سچا خدا وہ خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا (دافع البلاء صـ ۱۱)

(۵) میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں (مرزا صاحب کا آخری خط مندرجہ اخبار عام ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء)

(۶) ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول و نبی ہیں۔ (بدر ۵ رمارچ ۱۹۰۸ء)

(۷) پس اس میں کیا شک ہے کہ میری پیشین گوئیوں کے بعد دنیا میں زلزلوں اور دوسری آفات کا سلسلہ شروع ہو جانا میری سچائی کیلئے ایک نشان ہے۔ یاد رہے کہ خدا کے رسول کی خواہ کسی حصۂ زمین میں تکذیب ہو مگر اس کی تکذیب کے

وقت دوسرے مجرم بھی پکڑے جاتے ہیں۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۶۱)

(۸) سخت عذاب بغیر نبی قائم ہونے کے آتا ہی نہیں جیساکہ قرآن شریف میں ..... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِینَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُولًا پھر یہ کیا بات ہے کہ ایک طرف تو طاعون ملک کو کھا رہی ہے اور دوسری طرف ہیبت ناک زلزلے پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اے غافلو تلاش کرو شاید تم میں کوئی خدا کی طرف سے نبی قائم ہوگیا ہے جس کی تم تکذیب کر رہے ہو (تجلیاتِ الٰہیہ ص۹)

(۹) خدا نے نہ چاہا کہ اپنے رسول کو بغیر گواہی چھوڑے۔ (دافع البلاء ص۸)

(۱۰) تیسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بہرحال جب تک کہ طاعون دنیا میں رہے گو ستر برس رہے قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔

(دافع البلاء ص۱۰)

(۱۱) الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا کا امین۔ اور خدا کی طرف سے آیا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ۔ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔ (انجام آتھم ص۶۲)

(۱۲) انا ارسلناك احمد الی قومه فاعرضوا وقالوا كذاب اشر

(اربعین ۳ ص۳۳)

(۱۳) فکلمنی و نادانی وقال انی مرسلك الی قوم مفسدین وانی جاعلك للناس اماما وانی مستخلفك اکراما کما جرت سنتی فی الاولین۔ (انجام آتھم ص۷۹)

(۱۴) اور میں جیساکہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی فرق ایک ذرّہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی جس کی

سچائی اس کی متواتر نشانیوں سے مجھ پر کھل گئی ہے اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے اوپر نازل ہوتی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے۔ جس نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔ میرے لئے زمین نے بھی گواہی دی اور آسمان نے بھی اسی طرح میرے لئے آسمان بھی بولا اور زمین بھی کہ میں خلیفۃ اللہ ہوں۔ مگر پیشین گوئیوں کے مطابق ضرور تھا کہ انکار بھی کیا جاتا۔

(ایک غلطی کا ازالہ، منقول از ضمیمہ حقیقۃ النبوۃ ص۲۶۴)

(۱۵) آپ (یعنی مرزا صاحب) نبی ہیں۔ اور خدا نے اور اس کے رسول نے انہی الفاظ میں آپ کو نبی کہا ہے۔ جس میں قرآن کریم اور احادیث میں پچھلے نبیوں کو نبی کہا گیا ہے۔ (حقیقۃ النبوۃ ص۷)

(۱۶) پس اس میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح موعود قرآن کریم کے معنوں کی رو سے بھی نبی ہیں۔ اور لغت کے معنوں کی رُو سے بھی نبی ہیں۔ (حقیقۃ النبوۃ ص۱۱۶)

(۱۷) پس شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے اس معنی کر حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں۔ (حقیقۃ النبوۃ ص۱۷۴)

(۱۸) بلحاظ نبوت ہم بھی مرزا صاحب کو پہلے نبیوں کے مطابق مانتے ہیں۔

(حقیقۃ النبوۃ ص۲۹۲)

مسیح موعود ہونے کا دعویٰ

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ہمارا (یعنی اہل سنت والجماعت کا) عقیدہ یہ ہے کہ اللہ نے ان کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا ہے اور قیامت سے قریب آپ تشریف لائیں گے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ میرا بھی پہلے یہی عقیدہ تھا

مگر بعد میں اُن کا خیال یہ ہو گیا کہ اللہ نے اس کو بذریعۂ وحی یہ بتلایا کہ
یہ سراسر غلط خیال ہے کہ عیسیٰ آسمان پر زندہ ہیں اور کسی وقت وہ دُنیا
میں دوبارہ آویں گے بلکہ وہ مسیح اور عیسیٰ جو آنے والا تھا وہ خود تو ہی ہے
تیرا ہی نام ابن مریم رکھا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں خود مرزا جی کا بیان ملاحظہ ہو
"اور میری آنکھیں اس وقت تک بالکل بند رہیں جب تک کہ خدا نے
بار بار کھول کر مجھ کو نہ سمجھایا کہ عیسیٰ ابن مریم اسرائیلی تو فوت ہو چکا ہے اور وہ
واپس نہیں آئے گا۔ اس زمانہ اور اس امت کیلئے تو تو ہی عیسیٰ ابن مریم ہے"

(براہین احمدیہ جلد پنجم ص۸۵)

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام پر فضیلت کا دعویٰ

پہلے تو مرزا صاحب مسیح موعود اور عیسیٰ ابن مریم ہی بنے تھے۔ لیکن پھر وہ آگے
بڑھے اور انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پر اپنی فضیلت کا اعلان شروع
کر دیا اُن کے بیٹے مرزا بشیر الدین نے مرزا کا یہ قول نقل کیا ہے۔
"میں مسیح علیہ السّلام کی خدائی کا منکر ہوں ہاں بے شک وہ خدا کے
نبیوں میں سے ایک نبی تھا مگر مجھے خدا نے اس سے برتر مرتبہ عطا کیا ہے"

(تبلیغ ہدایت ص۱۶۹)

"اور دیکھو آج تم میں سے ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھکر ہے"

(دافع البلاء ص۱۳)

مرزا جی کا درج ذیل شعر بہت مشہور ہے۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو ✲ اس سے بڑھ کر غلام احمد ہے
(معاذ اللہ) (دافع البلاء ص۳)

مرزا جی کا دوسرا شعر ہے :۔

مرہم عیسیٰ نے دی تھی محض عیسیٰ کو شفا
میری مرہم سے شفا پائے گا ہر ملک و دیار (درثمین)

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین :۔

"ہاں آپ کو (یعنی حضرت عیسیٰؑ کو) گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ ادنیٰ ادنیٰ بات میں غصہ آجاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے۔

(ضمیمہ انجام آتھم۔ حاشیہ صـ۵)

یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کس قدر جھوٹ بولنے کی عادت تھی" (استغفراللہ)

(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ صـ۵)

"عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا" (ضمیمہ انجام آتھم۔ حاشیہ صـ۶)

"مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھکر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا۔ اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر مَلا تھا یا ہاتھوں اور سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا۔ یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی اسی وجہ سے خدا نے قرآن کریم میں یحییٰ کا نام حصور رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہیں رکھا۔ کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے"

(ازالۂ اوہام حصہ اوّل صـ۱۵۸)

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کی نسبت مرزاجی کے خیالات

"کچھ تعجب نہیں کرنا چاہیئے کہ حضرت مسیح نے اپنے دادا سلیمان کی طرح اس وقت کے مخالفین کو یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو اور ایسا معجزہ دکھانا عقل سے بعید بھی نہیں کیونکہ حال کے زمانہ میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر صناع ایسی ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ وہ بولتی بھی ہیں اور ہلتی بھی ہیں اور دُم بھی ہلاتی ہیں۔ اور میں نے سُنا ہے کہ کل کے ذریعہ سے بعض چڑیاں پرواز بھی کرتی ہیں"

(ازالۂ اوہام حصہ اوّل ص ۳۰۳)

"کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیحؑ کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا کسی پھونک کے مارنے سے کسی طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسا پرندہ پرواز کرتا ہے۔ یا اگر پرواز نہیں تو پیروں سے چلتا ہو۔ کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس ۲۲ برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایسا کام ہے جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے" (توضیح المرام ص۹)

اس حوالہ میں خط کشیدہ عبارت پر غور کیجئے! حضرت مریم اور حضرت عیسیٰؑ پر کس قدر خبیث بہتان لگایا ہے۔ قرآن مجید کی بیان کی ہوئی اس حقیقت پر تمام اہل اسلام کو بلا کسی شک و شبہ کے ایمان ہے کہ اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بلا کسی شخص کی وساطت کے امر "کن" سے پیدا فرمایا تھا۔ حضرت مریم عفیفہ اور پاکدامن تھیں آپ کا کسی شخص سے تعلق قائم نہیں

ہوا تھا۔ قرآن پاک کی اس صریح وضاحت کے باوجود مرزا غلام احمد قادیانی نے کس قدر غلط بات لکھی ہے۔ اس کی یہ بات قرآن کے بالکل خلاف ہے۔ اور قرآن کا انکار ہے۔ اس کے باوجود اس کو مسلمان سمجھنا اور اس کے متبعین کا اپنے کو مسلمان کہنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

" اوائل میں میرا بھی یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۴۸)

" اس امر میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ فطری طاقتیں نہیں دی گئیں جو مجھے دی گئیں کیونکہ وہ ایک خاص قوم کیلئے آئے تھے اور اگر وہ میری جگہ ہوتے تو اپنی اس فطرت کی وجہ سے وہ کام انجام نہ دے سکتے جو خدا مجھے انجام دینے کی قوت دی۔ وھٰذا تحدیث نعمۃ اللہ ولا فخر

(حقیقۃ الوحی ص۱۴۹)

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت کا فتویٰ

"بس اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز اسرائیلی یوسف سے بڑھکر ہے کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچا لیا گیا مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا"

(براہین احمدیہ جلد پنجم ص۷۶)

میں سب کچھ ہوں

" مرزا صاحب کا دعویٰ یہ تھا کہ میں تمام نبیوں کی روح اور ان کا خلاصہ ہوں۔ میری ہستی میں تمام انبیاء سمائے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس نے لکھا ہے۔

"میں خدا کے دفتر میں صرف عیسیٰ بن مریم کے نام سے موسوم نہیں بلکہ اور بھی میرے نام ہیں۔ میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں۔ میں یعقوب ہوں۔ میں اسماعیل ہوں۔ میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ بن مریم ہوں۔ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سو ضرور ہے کہ ہر نبی کی شان مجھ میں پائی جائے۔" (تحفۂ حقیقۃ الوحی ص۸۵)

معجزات کی کثرت

جب مرزاجی نے پیغمبری اور نبوت کا دعویٰ کیا تو معجزات کا دعویٰ بھی لازم تھا چنانچہ انھوں نے معجزات کا دعویٰ بھی معمولی انداز سے نہیں کیا بلکہ اللہ کے تمام نبیوں کے معجزات کے معاملہ میں مرزاجی نے اپنے مقابلہ میں بہت پیچھے چھوڑ دیا۔ چنانچہ لکھا ہے۔

"اللہ نے اس بات کو ثابت کرنے کیلئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہوسکتی ہے" (چشمۂ معرفت ص۳۱۷)

"ہاں اگر یہ اعتراض ہو کہ اس جگہ وہ معجزات کہاں ہیں تو میں صرف یہی جواب نہیں دوں گا کہ میں معجزات دکھلا سکتا ہوں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے میرا جواب یہ ہے کہ اس نے میرا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے اس قدر معجزات دکھائے ہیں کہ بہت ہی کم نبی ایسے آئے ہیں جنھوں نے اس قدر معجزات دکھائے ہوں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس نے اس قدر معجزات کا دریا رواں کردیا ہے کہ باستثناء ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام میں ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر محال ہے اور خدا نے اپنی

حجت پوری کردی ہے اب چاہے کوئی قبول کرے یا نہ کرے

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۳۶)

"اور خدا تعالیٰ میرے لئے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح کے زمانہ میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے"

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۳۷)

"ان چند سطروں میں جو پیشین گوئیاں ہیں وہ اس قدر نشانوں پر مشتمل ہیں جو دس لاکھ سے زیادہ ہوں گے اور نشان بھی ایسے کھلے کھلے ہیں جو اوّل درجہ پر فائق ہیں" (براہین احمدیہ ص۵۶ حصہ پنجم)

"اگر بہت ہی سخت گیری اور زیادہ سے زیادہ احتیاط سے بھی ان کا شمار کیا جائے تب بھی یہ نشان جو ظاہر ہوئے دس لاکھ سے زیادہ ہوں گے"

(براہین احمدیہ ص۵۶ حصہ پنجم)

احادیث کے متعلق مرزاجی کا خیال

ہم اس کے جواب میں خدا کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس دعویٰ کی حدیث بنیاد نہیں بلکہ قرآن اور وحی جو میرے پر نازل ہوئی ہاں تائیدی طور پر ہم حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کی معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردّی کی طرح پھینک دیتے ہیں"

(ازالۂ اوہام ص۳۱۰ - ۳۱۱)

مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال کفریہ میں سے چند اقوالِ کفریہ بطور نمونہ نقل کئے گئے۔ ان اقوال سے صراحۃً یہ ثابت ہو رہا ہے کہ وہ نبوت کا مدّعی ہے اور اس کے معتقدین بھی اس کی نبوت کے قائل ہیں۔ لہذا غلام احمد قادیانی قطعی طور پر اسلام سے خارج ہے اور اس کے متبعین بھی جو اس کی نبوت کو تسلیم

کرتے ہیں یا دعویٰ نبوت کے باوجود اُسے دائرۂ اسلام میں سمجھتے ہیں وہ لوگ بھی قطعی طور پر کافر، مرتد، اور خارج از اسلام ہیں۔

علمی لطیفہ:۔ موقع کی مناسبت سے ایک علمی لطیفہ ذہن میں آیا۔ رنگون میں خواجہ کمال الدین قادیانی پہونچا بڑا چالاک اور چالباز تھا اس نے اہل رنگون کے سامنے اپنے اسلام کا دعویٰ کیا اور کہا کہ ہم غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مانتے اور یہ بات قسمیہ کہتا۔ جیساکہ بہت سے قادیانی خصوصًا لاہوری کہتے ہیں۔ خواہ مخواہ ہم کو بدنام کیا جاتا ہے حالانکہ ہم پکے مسلمان ہیں۔ قرآن کو مانتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا سچا رسول سمجھتے ہیں عوام اس کی باتوں میں آگئے۔ اس کی تقریریں ہونے لگیں بہت سے مقامات پر نماز بھی پڑھائی، جمعہ تک پڑھایا رنگون کے ذمہ دار بہت فکر مند تھے کہ عوام کو کس طرح اس فتنہ سے محفوظ رکھیں عوام میں دن بدن اس کو مقبولیت حاصل ہو رہی ہے مقامی علماء سے اسکی گفتگو بھی ہوئی مگر اپنی چالبازی کی وجہ سے اپنی اصلیت ظاہر نہ ہونے دیتا۔ مشورہ کرکے یہ طے پایا کہ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی صاحب کو مدعو کیا جائے۔ چنانچہ تار دیدیا گیا اور وہاں اس کی شہرت بھی ہوگئی کہ بہت جلد مولانا عبدالشکور صاحب تشریف لا رہے ہیں وہ اس سے گفتگو کریں گے۔ خواجہ کمال الدین نے جب مولانا کا نام سنا تو راہ فرار اختیار کرنے میں ہی اپنی عافیت دیکھی چنانچہ وہ مولانا کے وہاں پہونچنے سے پہلے پہلے چلا گیا۔ مولانا تشریف لے گئے۔ مولانا کی تقریریں ہوئیں۔ عوام الناس کو حقیقت سے خبردار کیا اور ذمہ داروں کی ایک مجلس میں فرمایا کہ آپ حضرات نے غور فرمایا کہ وہ کیوں یہاں سے چلا گیا! دراصل وجہ یہ تھی کہ وہ سمجھ گیا ہوگا کہ میں اس سے یہ سوال کروں گا۔ کہ تو مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا قائل نہیں مگر تو اسے مسلمان سمجھتا ہے یا کافر؟ اس کا جواب

اس کے پاس نہیں تھا۔ جو بھی جواب دیتا پکڑا جاتا۔ وہ مرزا صاحب کو کسی حال میں کافر تو کہہ نہیں سکتا تھا۔ اگر مسلمان کہتا تو اس پر بھی اس کی گرفت ہوتی کہ جو شخص مدّعی نبوت ہو وہ کسی حال میں مسلمان نہیں رہ سکتا۔ ایسے آدمی کو مسلمان سمجھنا خود کفر ہے۔ میں اس سے یہی سوال کرتا اور انشاء اللہ اسی ایک سوال پر وہ لاجواب ہو جاتا۔ اور اس کا راز فاش ہو جاتا۔ یہ سوال آپ لوگوں کے ذہن میں نہیں آیا۔ اس لئے آپ لوگ پریشان رہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے تیئس جھوٹ

مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعووں کی علمائے امت نے ہر پہلو سے قلعی کھول دی ہے۔ اور کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا۔ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے سچے وارثوں کا بنیادی وصف صدق و راست گفتاری ہے۔ نبی کی زبان پر کبھی خلاف واقعہ بات آ ہی نہیں سکتی۔ اور جو شخص جھوٹ کا عادی ہو وہ نبی تو کجا ایک شریف آدمی کہلانے کا بھی مستحق نہیں۔

جو لوگ نبوت و رسالت یا مجددیت و مہدویت کے جھوٹے دعوے کرتے ہیں حق تعالیٰ ان کی ذلت و رسوائی کے لئے ان کا جھوٹ خود ان ہی کی زبان سے کھول دیتے ہیں۔ شیخ علی قاریؒ "شرح فقہ اکبر" میں لکھتے ہیں:

ما من احد ادعی النبوۃ من الکذابین الا وقد ظہر علیہ من الجہل والکذب لمن لہ ادنی تمییز، بل وقد قیل: ما اسر احد سریرۃ الا اظہر اللہ علی صفحات وجہہ و

جھوٹے لوگوں میں سے جس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے معمولی عقل و تمیز کے شخص پر بھی اس کا جہل و کذب واضح کر دیا۔ بلکہ کہا گیا ہے کہ جس نے بھی اپنے دل میں کوئی بات چھپائی اللہ تعالیٰ نے اس کے چہرے پر اور زبان کی گفتگو

میں اس کو ظاہر کر کے چھوڑا۔ (فلصات لسانہ ص ۷۳)

راقم الحروف نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں کا مطالعہ کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ مرزا کی تحریر میں سچائی اور راستی کا تلاش کرنا عبث ہے بڑے بڑے جھوٹے بھی کبھی سچی بات کہہ دیتے ہیں۔ لیکن مرزا نے گویا قسم کھا رکھی ہے کہ وہ کلمہ طیبہ بھی پڑھے گا تو اس میں اپنے جھوٹ کی آمیزش ضرور کرے گا۔

پیش نظر مقالہ میں بطور نمونہ صرف تیس جھوٹ ذکر کئے گئے ہیں۔ دس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ دس حق تعالیٰ شانہٗ پر۔ اور دس حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر مرزا کے دس۱۰ جھوٹ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی غلط بات کو منسوب کرنا خبیث ترین گناہِ کبیرہ ہے۔ احادیث متواترہ میں اس پر دوزخ کی وعید آئی ہے۔ اور جس شخص کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ اس نے ایک بات بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی ہے وہ مفتری اور کذاب ہے۔ اور اس کی کوئی بات اور کوئی روایت لائق اعتماد نہیں رہتی ـــــ مرزا غلام احمد قادیانی اس معاملہ میں نہایت بے باک اور جری تھا۔ وہ بات بات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراپردازی کرنے کا عادی تھا۔ یہاں اس کی دس مثالیں پیش کرتا ہوں۔

۱ــــ "انبیاء گذشتہ کے کشوف نے اس بات پر مہر لگا دی ہے کہ وہ (مسیح موعود) چودھویں صدی کے سر پر ہوگا۔ اور نیز یہ کہ پنجاب میں ہوگا۔"

(اربعین ۲ ص۲۳)

انبیاء گذشتہ کی تعداد کم و بیش ہے۔ ان کی طرف مرزا نے دو باتیں منسوب

کی ہیں مسیح کا چودھویں صدی کے سر پر آنا، اور پنجاب میں آنا۔ اور یہ نسبت خالص جھوٹ ہے۔ اس طرح مرزا نے صرف ایک فقرہ میں ڈیڑھ لاکھ جھوٹ جمع کرنے کا ریکارڈ قائم کیا ہے۔

نوٹ:۔ پہلے ایڈیشن میں انبیار گذشتہ کا لفظ تھا۔ بعد میں اس کی جگہ "اولیار گذشتہ" کا لفظ کر دیا گیا، اس تحریف کے بعد بھی جھوٹ کی سنگینی میں کچھ کمی نہیں ہوتی۔

۲۔ "مسیح موعود کی نسبت تو آثار میں یہ لکھا ہے کہ علمار اس کو قبول نہیں کریں گے۔"
(ضمیمہ براہین پنجم ص ۱۸۶)

آثار کا لفظ کم از کم دو تین احادیث پر بولا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ مضمون کسی حدیث میں نہیں۔

۳۔ "ایسا ہی احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ (مسیح موعود) صدی کے سر پر آئیگا۔ اور چودھویں کا مجدد ہو گا۔ ۔ ۔ ۔ اور لکھا تھا کہ وہ اپنی پیدائش کی رو سے دو صدیوں میں اشتراک رکھے گا۔ اور دو نام پائے گا۔ اور اس کی پیدائش دو خاندانوں سے اشتراک رکھے گی۔ اور چوتھی دوگونہ صفت یہ کہ اس کی پیدائش میں بھی جوڑے کے طور پر پیدا ہو گا۔ سو یہ سب نشانیاں ظاہر ہو گئیں۔"
(ضمیمہ براہین پنجم ص ۱۸۸)

اس فقرہ میں مرزا نے چھ باتیں احادیثِ صحیحہ کی طرف منسوب کی ہیں۔ حالانکہ ان میں سے ایک بات بھی کسی "حدیث صحیح" میں نہیں آئی۔ اس لئے اس فقرے میں اٹھارہ جھوٹ ہوئے۔

۴۔ "ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسرے ملکوں کے انبیار کی نسبت سوال کیا گیا تو آپ نے یہی فرمایا کہ ہر ملک میں اللہ تعالیٰ کے نبی گذرے ہیں

اور فرمایا کہ "کان فی الھند نبیًا اسود اللون اسمہٗ کاھنًا" یعنی ہند میں ایک نبی گذرا جو سیاہ رنگ کا تھا اور نام اس کا کاہن تھا یعنی کنہیا جس کو کرشن کہتے ہیں" (ضمیمہ چشمۂ معرفت ص۱۰)

مرزا کی ذکر کردہ حدیث کسی کتاب موجود نہیں۔ اس لئے یہ خالص افترا ہے۔ ظالم کو عربی کی صحیح عبارت بھی نہ بنانی آئی۔ "سیاہ رنگ" شاید اپنی تصویر دیکھ کر یاد آگیا۔

۵ ــــ "اور آپ سے پوچھا گیا کہ زبان پارسی میں بھی کبھی خدا نے کلام کیا ہے تو فرمایا کہ ہاں خدا کلام زبانِ پارسی میں بھی اترا ہے جیسا کہ وہ اس زبان میں فرماتا ہے۔

"ایں مشتِ خاک را گر نہ بخشم چہ کنم"

(ضمیمہ چشمۂ معرفت ص ۱۰)

یہ مضمون بھی کسی حدیث میں نہیں۔ خالص جھوٹ اور افترا ہے۔

۶ ــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کسی شہر میں وبا نازل ہو تو اس شہر کے لوگوں کو چاہئے کہ بلا توقف اس شہر کو چھوڑ دیں"۔

(اشتہار مریدوں کیلئے ہدایت مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۰۷ء)

وبا کی جگہ کو بلا توقف چھوڑ دینے کا حکم کسی حدیث میں نہیں۔ یہ خالص مرزائی جھوٹ ہے۔ بلکہ اس کے برعکس حکم ہے کہ اس جگہ کو نہ چھوڑا جائے۔ "واذا وقع بارض وَاَنتم بہا فلا تخرجوا فرارًا منہ" (متفق علیہ، مشکوٰۃ ۱۳۵)

۷ ــــ "افسوس ہے کہ وہ حدیث بھی اس زمانے میں پوری ہوئی جس میں لکھا تھا کہ مسیح کے زمانے کے علماء ان سب لوگوں سے بدتر ہوں گے جو زمین پر رہتے ہیں۔ (اعجاز احمدی ص ۱۳)

مسیح کے زمانے کے علماء کے بارے میں یہ بات ہرگز نہیں فرمائی گئی۔ یہ ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا ہے۔ اور دوسری طرف علمائے امت پر صریح بہتان ہے۔

۸۔ "چونکہ حدیث صحیح میں آچکا ہے کہ مہدی موعود کے پاس ایک کتاب چھپی ہوئی ہوگی جس میں اس کے تین سو تیرہ اصحاب کا نام درج ہوگا اسلئے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ وہ پیش گوئی آج پوری ہوگئی۔"

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۴۰)

"چھپی ہوئی کتاب" کا مضمون کسی "صحیح حدیث" میں نہیں ہے۔ لطف یہ ہے کہ مرزا نے اپنے ۳۱۳ اصحاب کے جو نام ازالۂ اوہام میں لکھے تھے۔ ان میں سے کئی مرزا کی صحابیت سے نکل گئے۔ اس لئے یہ جھوٹی روایت بھی اس کی جھوٹی مہدویت پر راست نہ آئی۔

۹۔ "مگر ضرور تھا کہ وہ مجھے کافر کہتے اور میرا نام دجال رکھتے کیونکہ احادیث صحیحہ میں پہلے سے یہ فرمایا تھا کہ اس مہدی کو کافر ٹھہرایا جائیگا اور اس وقت کے شریر مولوی اس کو کافر کہیں گے اور ایسا جوش دکھلائیں گے کہ اگر ممکن ہوتا تو اس کو قتل کر ڈالتے۔"

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۳۹)

اس عبارت میں تین باتیں "احادیث صحیحہ" کے حوالے سے کہی گئی ہیں۔ اور یہ تینوں جھوٹ ہیں۔ اس لئے اس عبارت میں نو جھوٹ ہوئے۔

۱۰۔ "بہت سی حدیثوں سے ثابت ہوگیا کہ بنی آدم کی عمر سات ہزار برس ہے اور آخری آدم پہلے آدم کی طرز پر الف ششم کے آخر میں جو روز ششم کے حکم میں ہے پیدا ہونے والا ہے" (ازالۂ اوہام ص ۶۹۶)

آخری آدم کا افسانہ کسی حدیث میں نہیں آتا۔ اس لئے یہ بھی خالص جھوٹ ہے۔ دُنیا کی عمر کے بارے میں بعض روایات آتی ہیں۔ مگر وہ روایات ضعیف ہیں۔ اور محدثین نے ان کو "ابین الکذب" سے تعبیر کیا ہے۔
(موضوعات کبیر: ص ۱۶۲)

افترا علی اللہ کی دس مثالیں

۱۔۔۔ سورۃ مریم میں صریح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ بعض افراد اس امت کا نام مریم رکھا گیا ہے۔ اور پھر پوری اتباع شریعت کی وجہ سے اس مریم میں خدا تعالیٰ کی طرف سے روح پھونکی گئی اور رُوح پھونکنے کے بعد اس مریم سے عیسیٰؑ پیدا ہو گیا اور اسی بنا پر خدا تعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ بن مریم رکھا" (ضمیمہ براہین پنجم ص ۱۸۹)
سورۃ تحریم سب کے سامنے موجود ہے۔ مرزا نے صریح طور پر جن امور کا سورۃ تحریم میں بیان کیا جانا ذکر کیا ہے؛ کیا یہ صریح افترا علی اللہ نہیں۔

۲۔۔۔ لیکن مسیح کی راستبازی اپنے زمانے میں دوسرے راستبازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر (یعنی عیسیٰ علیہ السلام پر) ایک فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب پیتا تھا اور کبھی سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں یا اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے قرآن نے یحییٰ کا نام حصور رکھا مگر مسیح کا نام نہ رکھا۔ کیونکہ ایسے قصے اس نام رکھنے سے مانع تھے۔ (دافع البلاء آخری صفحہ)

حضرات انبیاء کرام کی طرف فواحش کا منسوب کرنا کفر ہے۔ مرزا قادیانی ایسے قصے "حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اور ایسے کفر صریح کے لئے قرآن کریم کے لفظ "حصور" کا حوالہ دیتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ان قصوں میں ملوّث تھے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بہتان بھی ہے اور افتراء علی اللہ بھی۔

۳۔۔۔ "اور اس عاجز کو خدا تعالیٰ نے آدم مقرر کر کے بھیجا اور ضرور تھا کہ وہ ابن مریم جس کا انجیل اور فرقان میں آدم بھی نام رکھا گیا ہے۔"

(ازالۂ اوہام ص ۶۹۶)

یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا نام قرآن کریم میں آدم رکھا گیا ہے خالص جھوٹ ہے۔ اور اس مضمون کو انجیل سے منسوب کرنا دوسرا جھوٹ ہے۔ اور یہ کہنا کہ مرزا کو اللہ تعالیٰ نے آدم مقرر کر کے بھیجا ہے۔ تیسرا جھوٹ ہے۔

۴۔۔۔ اور مجھے تبلایا گیا کہ تیری خبر قرآن و حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ ھو الذی ارسل رسولہ۔۔۔ کلاً

(اعجاز احمدی ص ۷)

کون نہیں جانتا کہ اس آیت کریمہ کا مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ پس یہ کہنا کہ تیری خبر قرآن میں ہے ایک جھوٹ۔ حدیث میں ہے دوسرا جھوٹ، اور مرزا اس آیت کا مصداق ہے تیسرا جھوٹ۔۔ اور ان تمام باتوں کو "مجھے تبلایا گیا ہے" کہکر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب بدترین افتراء علی اللہ ہے

۵۔۔۔ "قادیان میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اس عاجز کا ظاہر ہونا الہامی نوشتوں میں بطور پیشگوئی پہلے سے لکھا گیا تھا۔"

(ازالۂ اوہام ص ۷۲ حاشیہ)

یہ بھی سفید جھوٹ اور افترا علی اللہ ہے

۶ ـــ "لیکن ضرور تھا کہ قرآن شریف کی وہ پیشین گوئیاں پوری ہوتیں جس میں لکھا گیا تھا کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا تو (۱) اسلامی علماء کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا (۲) وہ اسکو کافر قرار دیں گے (۳) اور اس کو قتل کرنے کے فتوے دیئے جائیں گے (۴) اور اس کی سخت توہین ہوگی (۵) اور اس کو اسلام سے خارج اور دین کا تباہ کرنے والا خیال کیا جائے گا" (اربعین ۳ ص ۱۷)

ان چھ باتوں کو قرآن کریم کی پیشن گوئیاں قرار دینا سفید جھوٹ اور افترا علی اللہ ہے۔

۷ ـــ پھر خدائے کریم جل شانہ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا۔ اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا۔ اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی۔ (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

اس اشتہار کے بعد مرزا کے عقد میں کوئی خاتون نہیں آئی۔ نسل کیسے چلتی؟ اس لئے اس فقرے میں اللہ تعالیٰ کی طرف جو "بشارت" منسوب کی گئی ہے۔ یہ دروغ بے فروغ اور افترائے خالص ہے۔

۸ ـــ "الہام بکر و ثیب" یعنی خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا۔ ایک بکر ہوگی اور دوسری بیوہ۔ چنانچہ یہ الہام جو بکر کے متعلق تھا پورا ہوگیا۔ اور بیوہ کے الہام کی انتظار ہے" (تریاق القلوب ص ۳۴)

مرزا کے نکاح میں کوئی ثیب نہیں آئی۔ محمدی بیگم کے بیوہ ہونے کے انتظار

میں ساری عمر کٹ گئی ۔ مگر وہ بیوہ نہ ہوئی۔ اس کے "بکر و ثیب" کا الہام محض افترا علی اللہ ثابت ہوا۔

۹ ـــ " شاید چار ماہ کا عرصہ ہوا کہ اس عاجز پر ظاہر ہو گیا تھا کہ ایک فرزند قوی الطاقتین کامل الظاہر والباطن تم کو عطا کیا جائے گا۔ سو اس کا نام بشیر ہو گا ..... اب زیادہ تر الہام اس بات پر ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک نکاح تمہیں کرنا پڑے گا۔ اور جناب الٰہی میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ ایک پارسا طبع اور نیک سیرت اہلیہ تمہیں عطا ہو گی وہ صاحب اولاد ہو گی " (مکتوبات احمدیہ جلد ۵ ص ۶)

یہ سارا مضمون سفید جھوٹ ثابت ہوا۔

۱۰ ـــ اس خدائے قادر و حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص (احمد بیگ) کی دختر کلاں (محترمہ محمدی بیگم مرحومہ) کے لئے سلسلہ جنبانی کر ان دنوں جو زیادہ تصریح کیلئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک مانع دور کرنے کے بعد انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لا وے گا۔ (اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء)

یہ بھی دروغ خالص ثابت ہوا۔ مرزا، محمدی بیگم کی حسرت لے کر دنیا سے رخصت ہوا۔ اس عفت مآب کا سایہ بھی اُسے مدۃ العمر نصیب نہ ہوا۔ اور اس سلسلہ میں جتنے " الہامات " گھڑے تھے سب جھوٹ کا پلندہ ثابت ہوئے۔ مرزا نے اس نکاح کے سلسلہ میں کہا تھا :-

" یاد رکھو اگر اس پیش گوئی کی دوسری جزو (یعنی سلطان محمد کا مرنا اور اس کی بیوہ کا مرزا کے نکاح میں آنا) پوری نہ ہوئی تو میں ہر بد سے بدتر ٹھہروں گا۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۴)

اللہ تعالیٰ نے ثابت کر دیا کہ مرزا واقعۃً اپنے اس نقرہ کا مصداق تھا۔ یہ بیشک مثالیں خدا اور رسول پر افترا کی تھیں۔ اب دس مثالیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر افترا کی ملاحظہ کیجئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر دس جھوٹ

ا۔ یہ بات بالکل غیر معقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی آنے والا ہے کہ جب لوگ نماز کیلئے مسجد کی طرف دوڑیں گے تو وہ کلیسا کی طرف بھاگے گا، اور جب لوگ قرآن شریف پڑھیں گے تو وہ انجیل کھول بیٹھے گا۔ اور جب لوگ عبادت کے وقت بیت اللہ کی طرف منہ کریں گے تو وہ بیت المقدس کی طرف متوجہ ہو گا، اور شراب پیئے گا اور سؤر کا گوشت کھائے گا۔ اور اسلام کے حلال وحرام کی کچھ پروا نہیں کرے گا۔" (حقیقۃ الوحی صـ ۲۹)

مرزا کا اشارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے۔ جن کی تشریف کے مسلمان قائل ہیں۔ مگر مرزا نے ان کی طرف جو جو باتیں منسوب کی ہیں یہ نہ صرف صریح جھوٹ بلکہ شرمناک بہتان ہے۔

۲ ــــ یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا اسکا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔"

(حاشیہ کشتی نوح صـ ۱۶)

۳۔ مسیح ایک لڑکی پر عاشق ہو گیا تھا جب استاد کے سامنے اس کے حسن وجمال کا تذکرہ کر بیٹھا تو استاد نے اس کو عاق کر دیا۔ یہ بات پوشیدہ نہیں کہ کس طرح مسیح بن مریم جوان عورتوں سے ملتا اور کس طرح ایک

بازاری عورت سے عطر ملواتا تھا۔ (الحکم ۲۱؍ فروری ۱۹۰۲ء)

۴ـــ اور یسوع اس لئے اپنے تئیں نیک نہیں کہہ سکا کہ لوگ جانتے تھے کہ یہ شخص شرابی کبابی ہے۔ اور یہ خراب چال چلن، نہ خدائی کے بعد بلکہ ابتدا ہی سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ چنانچہ خدائی کا دعویٰ شراب خوری کا بدنتیجہ تھا۔"

ان تین حوالوں میں شراب نوشی اور دیگر گندگیوں کی جو نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے۔ یہ نہایت گندا بہتان ہے۔ اور ہمارے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے اس گندے بہتانوں کی مذمت کرسکیں۔ اور ہم یہ تصور نہیں کرسکتے کہ کوئی شخص فحاشی وبدگوئی اور کمینہ پن کی اس سطح تک بھی اتر سکتا ہے۔

۵ـــ " ہائے کس کے آگے یہ ماتم لیجائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیش گوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں۔" (اعجاز احمدی ص ۱۴)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئیوں کو صاف طور پر جھوٹی کہنا سفید جھوٹ اور کفر صریح ہے۔

۶ـــ عیسائیوں نے آپ کے بہت سے معجزات لکھے ہیں، مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا، اگر آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا تو وہ معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے۔"

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۶، ۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی نفی نہ صرف کذب صریح ہے، بلکہ قرآن کریم کی کھلی تکذیب ہے۔ اور عجیب تر یہ کہ مرزا "تالاب کا معجزہ" ماننے کیلئے تیار ہے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ماننے پر تیار نہیں

۷ـــ " اب یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوچکی ہے کہ حضرت ابن مریم

باذنِ حکم الٰہی الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب (مسمریزم) میں کمال رکھتے تھے"

(ازالۂ اوہام ص ۳۰۸)

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی طرف مسمریزم کی نسبت کرنا ایک جھوٹ، اُن کے معجزات کو مسمریزم کا نتیجہ قرار دینا دوسرا جھوٹ، اُس پر باذن "حکم الٰہی" کا اضافہ تیسرا جھوٹ۔ اور حضرت الیسع علیہ السّلام کو اس میں لپیٹنا تیسرا جھوٹ،

۸ — حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس تک نجّاری کا کام کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایک ایسا کام ہے جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔

(ازالہ اوہام ص ۳۰۳)

یوسف نجار کو حضرت مسیح کا باپ کہنا ایک جھوٹ، حضرت مسیح کو بڑھئی کہنا دوسرا جھوٹ۔ اور ان کے معجزات کو نجاری کا کرشمہ کہنا تیسرا جھوٹ۔

۹ — "بہرحال مسیح کی یہ ترب کارروائیاں زمانہ کے مناسب حال بطور خاص مصلحت کے تھیں مگر یاد رکھنا چاہئے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں۔ جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا"

(ازالہ اوہام ص ۳۰۹)

حضرت مسیح علیہ السّلام کے معجزات کو "ترب کارروائیاں" کہنا، انھیں مکروہ اور قابلِ نفرت کہنا صریح بہتان اور تکذیب قرآن ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے برتری کی امید رکھنا اور اس کو فضل و توفیق خداوندی کی طرف منسوب کرنا صریح کفر اور افترا علی اللہ ہے۔

۱۰ـــ "اور آپ کی انھیں حرکات کی وجہ سے آپ کے حقیقی بھائی آپ سے ناراض رہتے تھے اور ان کو یقین ہو گیا تھا کہ آپ کے دماغ میں ضرور کچھ خلل ہے اور وہ ہمیشہ چاہتے رہے ہیں کہ کسی شفاخانہ میں آپ کا باقاعدہ علاج ہو شاید خدا تعالیٰ شفا بخشے۔

(ضمیمہ انجام آتھم ص۶)

"یسوع درحقیقت بوجہ مرگی کے دیوانہ ہو گیا تھا"

(حاشیہ ست بچن ص۱۷۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف (نعوذ باللہ) خلل دماغ، مرگی، اور دیوانگی کی نسبت کرنا سفید جھوٹ ہے یہ اور اس قسم کی دیگر تحریریں غالباً مرزا نے "مراق" کی حالت میں لکھی ہیں۔ جس کا اس نے خود کئی جگہ اعتراف کیا ہے۔ یہ مرزا کے جھوٹ کے تیس۳۰ نمونے پیش کئے گئے ہیں، جن سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مرزا کو سچائی اور راستی سے کتنی نفرت تھی، اس تحریر کو مرزا کی ایک عبارت پر ختم کرتا ہوں :۔

"ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا"

(چشمۂ معرفت ص ۲۲۲)

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایسے جھوٹوں سے بچائے۔ اور مرزائیوں کو بھی اس جھوٹ سے نکلنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون، وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العٰلمین ،

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۱۴۰۷/۲/۲۴ھ

مرزا غلام احمد کی پیشین گوئیاں واقعات کے آئینہ میں

از۔۔۔ مولانا کفیل احمد علوی کیرانوی

قادیانیت کا مختصر تعارف اور.... پیشین گوئیاں جنھیں خود غلام احمد قادیانی نے اپنے صادق یا کاذب ہونے کا معیار اور حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن قرار دیا تھا اور جو قطعی طور پر غلط ثابت ہوئیں

قادیانیت کے جیب و گریباں

اس وقت ہمارا موضوع مرزا غلام احمد قادیانی کی ان پیشین گوئیوں کا جائزہ لینا ہے جنھیں خود مرزا جی نے اپنے صادق یا کاذب ہونے کا اصل معیار قرار دیا ہے لیکن اس سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ غلام احمد کی شخصیت اور قادیانیت پر ایک سرسری نظر ڈال لی جائے۔ یہ فتنہ اب پھر سر ابھارتا ہوا دکھائی دیرہا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ مسلمان قادیانیوں کی فتنہ انگیزیوں اور خطرناک چالوں کو سمجھیں اور ان کی سازشوں سے باخبر رہیں، صرف اتنا ہی نہیں بلکہ زبان و قلم کی طاقت سے کام لے کر قادیانیت کے بدنما چہرہ کو سر عام بے نقاب کردیں۔

مرزا غلام احمد نے امام مہدی، مسیح موعود اور نبوت کے جھوٹے دعوے کر کے

ملتِ اسلامیہ کی صفوں کو بنیادی طور پر درہم برہم کرنے کی ناپاک سعی کی ہے اس حقیقت سے ہند و پاک اور بنگلہ دیش وغیرہ ممالک کے اہل علم حضرات بخوبی واقف ہیں اور انھوں نے اپنے اپنے دائروں میں بجا طور پر اس گمراہی کو رد کرنے اور حقائق کی طاقت سے اس کے اثراتِ بد کو ختم کر دینے کی مؤثر اور کامیاب کوششیں کی ہیں۔

مرزا غلام احمد اپنے زعم میں ختمِ نبوت کو مانتے تو ہیں مگر اس کی ایسی مہمل تاویل کرتے ہیں جو نہ ماننے کے مترادف ہے۔ وہ قرآنی آیات مقدسہ کی اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق تفسیر کرتے ہیں۔ وہ اور ان کے ساتھی انبیاء علیہم السلام کی توہین کرتے ہیں۔ غلام احمد کے خلیفہ مرزا بشیر الدین "حقیقۃ النبوۃ" میں ایک جگہ غلام احمد کے متعلق لکھتے ہیں :-

" وہ بعض اولوالعزم نبیوں سے بھی آگے نکل گئے "

وہ اپنے جاہل چیلوں کو حضرات صحابہؓ کے ہم رتبہ قرار دے کر ان کی مسلّمہ عظمت کو مجروح کرنے کی مذموم کوشش کرتے ہیں۔ قادیانیوں کا اخبار "الفضل" جلد ۵ مؤرخہ ۲۸ مئی ۱۹۱۸ء کی اشاعت میں لکھتا ہے۔

" پس ان دونوں گروہوں میں تفریق کرنی یا ایک کو دوسرے سے مجموعی رنگ میں افضل قرار دینا، ٹھیک نہیں۔ ممکن ہے ہمارا خیال غلط ہو۔ لیکن ہمارا تجربہ یہی ہے۔ ہمارے نزدیک وہ ایک دہریہ صفت آدمی تھا۔ ایک نہایت فریب کار انسان۔ اس کی ضخیم کتابیں اس کی ذہنی عیاری کی آئینہ دار ہیں۔ اس نے لوگوں کی نفسیات کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ دنیا کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک اکثریت نادان لوگوں کی ہے۔ اور نادان لوگوں کو مختلف طریقوں سے بہکا کر اپنے ساتھ لگا لینا کوئی زیادہ مشکل کام نہیں۔ اب سوال یہ تھا کہ

عزت وشہرت، مال و دولت اور بھرپور مفادات حاصل کرنے کیلئے اُسے کونسا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ اگر وہ مذہب کے خلاف جھنڈا اٹھا کر سامنے آتا تو اس کے اپنے ہی گھر کے اور خاندان کے لوگ چند قدم بھی آگے نہ بڑھنے دیتے۔ اس شخص نے مسلمانوں کی نفسیات کو بھی اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ یہ ایک ایسی قوم ہے جسے مذہب کے نام پر گرمایا بھی جاسکتا ہے اور ٹھنڈا بھی کیا جاسکتا ہے۔ جگایا بھی جاسکتا ہے، سلایا بھی جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس نے مذہب کی آڑ میں وہ تمام کھیل کھیلے جو آج سب کے سامنے ہیں۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ اسے حکومت برطانیہ کا ہر رُخ سے بھرپور تعاون بھی حاصل رہا۔ حکومت اس وقت مسلمانوں کے اتحاد سے اور جذبۂ جہاد کی تیز تر لہر سے خائف تھی۔ سید احمد شہیدؒ اور ان کے عظیم ساتھیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیاں انگریزی اقتدار کیلئے پریشان کن بنی ہوئی تھیں۔ مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے اور ان کی توجہات کو ملکی اور غیر ملکی مسائل سے ہٹا دینے کیلئے انھیں مسلمانوں میں ایسے ہی ذہین وفطین آدمی کی ضرورت تھی۔ مرزا غلام احمد "تریاق القلوب" میں اقرار کرتے ہیں:-

"میں حکومت برطانیہ کا خود کاشتہ پودا ہوں" ـــــ ضمیمہ شہادت القرآن" میں لکھا ہے:

"میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں اپنی زبان وقلم سے اس کام میں مشغول ہوں تاکہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلیشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیر دوں۔ اور ان کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کے دور کردوں جو ان کو دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں"

ـــــ تریاق القلوب" میں ایک جگہ لکھا ہے:-

"میں نے مخالفت جہاد اور انگریز کی اطاعت کے بارے میں اس قدر

کتابیں اور اشتہارات شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھا کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ ایسی کتابوں کو تمام عرب ممالک اور مصر و شام اور کابل اور روم تک پہنچادیا ہے۔"

ایک طرف مرزا جی برابر مسلمانوں کو انگریزوں کے ساتھ وفاداری کی تعلیم دیتے رہے۔ دل سے مطیعانہ برتاؤ کی تبلیغ کرتے رہے دوسری طرف مرحلہ وار مسلمانوں کے بنیادی عقائد پر شاطرانہ انداز میں حملے شروع کر دیئے۔ اور توقع کے مطابق ایسے لوگ بھی مل گئے جو پیدا تو مسلم گھرانوں میں ہوتے تھے مگر مرزا کی طرح تھے بے دین اور مفاد پرست۔ چنانچہ انھوں نے اپنے گرد گھنٹال مرزا غلام احمد قادیانی کے علم و فضل، تقویٰ و طہارت بزرگی اور بیجا طور پر کشف و کرامت کی تشہیر شروع کر دی۔ اس کے استخاروں کو کامیاب، الہامات کو سچے اور دعاؤں کو مستجاب بیان کیا جانے لگا۔ لوگ آنے لگے۔ بے وقوف اور توہم پرست لوگوں کی کبھی کمی نہیں رہی۔ نہ پہلے تھی اور نہ آج ہے۔ پھر یہ تو دام ہی ہم رنگ زمین بچھایا گیا تھا۔ کچھ سادہ لوح اور پڑھے لکھے بھی پھنس گئے۔

پہلے مرحلہ میں مرزا نے مختلف نفسیاتی پہلوؤں سے کام لے کر اپنے خدا رسیدہ ہونے کا تاثر لوگوں کے ذہن نشین کرایا۔ امام مہدی اور مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ دوسرے مرحلہ میں مسیح بن گئے، نبی ظلی ہو گئے۔ فن کاری دیکھئے! حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر زندہ ہونے کے بارے میں قرآنی صراحت کے باوجود حیات مسیح کے تو قائل نہیں لیکن آمدِ مسیح کے قائل ہیں اور وہ مرزا جی ... خود ہیں۔ اس سوال سے بچنے کے لئے کہ جب آپ کے بقول مسیح زندہ ہی نہیں تو آپ مسیح کہاں سے آگئے۔ تو مثیل مسیح کا شوشہ لگا دیا۔ ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر نصوصِ قطعیہ موجود ہیں۔

اس لئے علمائے سلف وخلف شد ومد سے ختم نبوت کے عقیدہ کو مدار ایمان قرار دیتے آئے ہیں۔ مگر اس کے باوجود وہ شخص نبی بن بیٹھا۔ اور اس حقیقت کے تازیانہ سے بچنے کے لئے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ ظلی وبروزی کی اصطلاحیں گھڑیں۔ جب کہ نبوت ظلی ومجازی یا بروزی ہوتی ہی نہیں تیسرے مرحلہ میں ظلی وبروزی کا تکلف بھی ختم کر دیا گیا۔ کہتے ہیں۔

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق میرے ہی حق میں فرمایا گیا ہے (حقیقۃ النبوۃ) دوسری آیت۔ محمد رسول اللہ والذین معہٗ میں محمد رسول اللہ سے مراد میں ہی ہوں۔ (اخبار "الفضل" ج ۲ ص ۱۵، بحوالہ پیشین گوئیاں مولانا ثناء اللہ صاحب)

شوقِ فضیلت یا جوشِ عیاری نے جب مزید ابھارا تو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہو گئے۔ کہتے ہیں:

لہٗ خسف القمر المنیر وان لی خسفا القمران المشرقان اتنکر؟

اس کیلئے یعنی نبی کریم کیلئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا۔ کیا اب تو انکار کرے گا؟

(اعجاز نبوی ص۷۱)

متعدد آیات کے بارے میں بے جھجک کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے مجھے مخاطب کیا ہے۔ اس شخص کا حوصلہ دیکھئے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام کی کچھ عظمتوں ہی کو اپنی ذات میں سمو لینے کا مدعی نہیں بلکہ وہ صاف صاف کہتا ہے کہ میں ہی سب کچھ ہوں۔ وہ لکھتا ہے۔

"میں آدم ہوں۔ میں شیث ہوں۔ میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں۔ میں

اسحاق ہوں، میں اسمٰعیل ہوں۔ میں یعقوب ہوں۔ میں یوسف ہوں۔ میں موسیٰ ہوں۔ میں داؤد ہوں۔ میں عیسیٰ ہوں۔ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر اتم ہوں۔ یوں ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں" (حقیقۃ الوحی)

اس کا کہنا ہے کہ "میرے معجزات انبیاء کے معجزات سے بڑھکر ہیں (کشتی نوح) اور میری پیش گوئیاں نبیوں کی پیش گوئیوں سے زیادہ ہیں"، (توضیح المرام)

اس نے لکھا ہے کہ " اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو جس چیز کو بنانا چاہے بس کُن کہدے وہ ہو جائے گی" (حقیقۃ الوحی ص ۱۰۵) جب کہ صاحب بہادر کی وہ پیشین گوئیاں بھی پوری نہیں ہو پائیں جو انتہائی بلند بانگ دعووں کے ساتھ کی گئی تھیں جنھیں ہم یہاں پیش کر رہے ہیں۔

مرزا غلام احمد کی فیصلہ کن پیشین گوئیاں اور ان کا شرمناک انجام

غلام احمد قادیانی اگرچہ بے پناہ چالاک آدمی تھا۔ مگر جیسے کسی ملاح کا حد سے زیادہ بڑھا ہوا حوصلہ اس کی غرقابی کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی طرح چالاکی ومکاری میں اس کا حد سے زیادہ گذر جانا اس کو بری طرح لے ڈوبا۔ اس نے مختلف پہلوؤں سے انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخیاں کیں، قرآن کریم کی تحریف میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ کلمۂ اسلام کا گو صراحتاً انکار نہیں کیا۔ مگر اس کے لازمی تقاضوں کی صریح مخالفت کی۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اجماع امت کی دھجیاں اڑا کر رکھدیں۔ قدم قدم پر مسلمانوں کی دل آزاری کی۔ عیسائیوں کو بھی نہیں بخشا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف نجار کا ناجائز بیٹا بتایا

جو قرآنی صداقتوں کے قطعی خلاف ہے۔ ہندوؤں کے بزرگوں کی بھی مٹی پلید کر کے رکھدی۔ اس طرح غلام احمد نے ایک ہی وقت میں بہت ساری مخالفتیں مول لے لیں۔

عیسائیوں کے ساتھ امرت سر کے ایک مناظرہ میں جب مرزاجی ایک بوڑھے پادری عبداللہ آتھم سے شکست فاش کھا گئے تو جھلاہٹ میں اس کے لئے موت کی پیشین گوئی کردی اور یہ سمجھکر کہ یہ بوڑھا شخص ہے۔ سال ڈیڑھ سال میں رڑھک جائے گا۔ پیشین گوئی کی مدت پندرہ ماہ رکھی گئی۔ اعمال بد کے نتیجہ میں مرزاجی کو قدرتی طور پر ذلیل ہونا تھا۔ پادری سخت جان ہوگیا۔ اور پیشین گوئی کی مدت پوری ہونے کے بعد بھی کافی عرصہ تک زندہ رہا۔ ہم پہلے اسی الہامی پیشین گوئی کا جائزہ لیں گے۔

واضح رہے کہ ہم پادری آتھم کے حامی نہیں ہیں اور نہ مذہبًا اسے حق پر سمجھتے ہیں۔ توحید کو چھوڑ تثلیث پر یقین رکھنے والا حق پر کبھی نہیں ہوسکتا۔ اس پیشین گوئی کو چونکہ مرزا غلام احمد نے اپنے صدق وکذب کا معیار قرار دیدیا تھا۔ اس لئے اس کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

اس پیشین گوئی کے ساتھ مرزاجی نے اور بھی کئی پیشین گوئیاں شامل کردی تھیں۔ ایک پنڈت لیکھرام کے متعلق جوان کی بیہودہ گوئیوں پر انھیں برا بھلا کہتے رہتے تھے۔ دوسری مرزا احمد بیگ کے بارے میں۔ جو ان کے قریبی عزیز تھے اور جنھوں نے اپنی بیٹی محمدی بیگم سے بوڑھے مرزاجی صاحب بہادر کا پیغام نکاح حقارت سے ٹھکرادیا تھا۔ ان پیشین گوئیوں کے سلسلے میں مرزاجی کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔ "شہادت القرآن" میں لکھتے ہیں۔

"پھر ماسوا اس کے اور عظیم الشان نشان اس عاجز کی طرف سے معرض

امتحان میں ہیں جیساکہ منشی عبداللہ آتھم صاحب امرت سری کی نسبت پیشین گوئی جس کی میعاد ۵ رجون ۱۸۹۳ء سے پندرہ مہینے تک اور پنڈت لیکھرام پشاوری کی موت کی نسبت جس کی میعاد ۱۸۹۳ء سے چھ سال تک ہے اور پھر مرزا بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی نسبت پیشین گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے۔ جس کی میعاد آج کی تاریخ سے جو ۲۱ رستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریبًا ۱۱ رمہینے باقی رہ گئی ہے۔ یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں ایک صادق یا کاذب کی شناخت کیلئے کافی ہیں۔ کیونکہ احیاء اور اماتت دونوں حق تعالیٰ کے اختیار میں ہیں اور جب تک کوئی شخص نہایت درجہ کا مقبول نہ ہو۔ خداتعالیٰ اس کی خاطر سے کسی اس کے دشمن کو اس کی دعا سے ہلاک نہیں کرسکتا خصوصًا ایسے موقع پر کہ وہ شخص اپنے تئیں منجانب اللہ قرار دیوے اور اپنی اس کرامت کو اپنے صادق ہونے کی دلیل ٹھہرادے پیشین گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں کوئی ایسی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہوں۔ بلکہ محض اللہ جل شانہٗ کے اختیار میں ہیں۔ سو اگر کوئی طالب حق ہے تو ان پیشین گوئیوں کے وقتوں کا انتظار کرے۔ یہ تینوں پیش گوئیاں ہندوستان اور پنجاب کی تینوں بڑی قوموں پر حاوی ہیں یعنی ایک مسلمان سے تعلق رکھتی ہے اور ایک ہندوؤں سے اور ایک عیسائیوں سے۔ اور ان میں سے وہ پیشین گوئی جو مسلمان قوم سے تعلق رکھتی ہے بہت ہی عظیم الشان ہے۔ کیونکہ اس کے اجزاء یہ ہیں (۱) مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو (۲) اور پھر داماد اس کا جو اس کی دختر کلاں (محمدی بیگم) کا شوہر ہے۔ اڑھائی سال کے اندر فوت ہو

(۳) اور پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو (۴) اور پھر یہ کہ وہ دختر بھی تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو (۵) اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو (۶) اور پھر یہ کہ اس عاجز سے (محمدی بیگم کا) نکاح ہوجائے اور ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں۔"

پادری آتھم کے بارے میں ایک خصوصی الہام

پادری آتھم کے متعلق پیشین گوئی کہ وہ ۵ جون ۱۸۹۳ء سے پندرہ ماہ کے اندر اندر مرجائے گا، ہم مرزاجی کی واضح عبارت نقل کرچکے ہیں لیکن بعد میں مرزاجی کو آتھم کے بارے میں ایک خصوصی الہام ہوا جس کے الفاظ یہ ہیں۔

"آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب میں نے تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کرسکتے تو اس نے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں (جو آتھم سے ہوئی تھی) دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کررہا ہے اور عاجز انسان (حضرت عیسٰی) کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ (جہنم) میں گرایا جائے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور جو شخص حق پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب پیشین گوئی ظہور میں آئے گی بعض

اندھے سوجاکھے ہوجادیں گے۔ اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے۔
اور بعض بہرے سننے لگیں (جنگ مقدس)
اس پیشین گوئی کے بارے میں مزید لکھتے ہیں :۔

"میں حیران تھا کہ اس بحث میں مجھے کیوں آنے کا اتفاق پڑا معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں۔ اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے تھا۔ میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشین گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں، آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ (جہنم) میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھکو ذلیل کیا جائے، رُوسیاہ کیا جائے، میرے گلے میں رسّا ڈال دیا جائے، مجھ کو پھانسی دیا جائے۔ ہر ایک بات کیلئے تیار ہوں۔ اور میں اللہ جل شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کریگا ضرور کرے گا۔ ضرور کرے گا۔ زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی،، (حوالہ مذکور)

اس پیشین گوئی میں مرزا جی نے پوری وضاحت کے ساتھ یہ یقین دلایا ہے کہ اگر آتھم نے حق کی طرف رجوع نہ کیا تو وہ پیشین گوئی کی تاریخ سے پندرہ مہینے کے عرصہ میں مر جائے گا، جہنم رسید ہو جائے گا۔ واضح رہے کہ مرزا جی حق پر خود کو اور اپنے متبعین ہی کو سمجھتے تھے۔ اس لئے آتھم کے حق کی طرف رجوع کرنے کا صاف مطلب یہی تھا کہ اگر وہ عیسائیت سے تائب ہو کر مرزا جی کے دین میں داخل نہ ہوئے اور انھیں مسیح موعود نہ مانا تو لازماً پیشین گوئی کے مطابق پندرہ ماہ کے اندر مر جائیں گے۔ اور طبعی موت نہیں مریں گے۔ بلکہ بسزائے موت جہنم میں پہنچیں گے

مگر افسوس مرزاجی کی اس قدر اہم پیشین گوئی کے بعد بھی وہ پندرہ مہینے کے اندر نہیں مرے۔ کافی لمبے عرصے تک زندہ رہے۔ پیشین گوئی کے مطابق پادری آتھم کو ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تک جہنم رسید ہوجانا چاہیئے تھا مگر وہ ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء میں مرے۔ اور طبعی موت مرے۔ دیکھئے ہدایۃ الممتری من غوایۃ المفتری ص۱۴۱، مصنفہ مولانا عبد الغنی بٹالوی۔ پیشین گوئی کی میعاد پوری ہوجانے کے بعد عیسائیوں نے آتھم کا بڑی دھوم دھام کے ساتھ امرت سر شہر میں جلوس نکالا اور لوگوں کو دکھایا کہ دیکھو آتھم زندہ ہے۔ مرزاجی کی پیشین گوئی رکھی رہ گئی اور وہ بدنصیب لنگڑے، اندھے اور بہرے بھی ٹھیک ہونے سے محروم رہ گئے۔ جن کو پیشین گوئی کے ظہور میں آنے کے ساتھ بشارت دی گئی تھی۔

اب اگر مرزاجی کو اپنے دعوؤں کا پاس ہوتا تو انھیں چاہیئے تھا کہ وہ صاف طور پر اپنے کاذب اور فریبی ہونے کا کھلے عام اعتراف کرتے، اپنے آپ کو عوام کی عدالت میں سزا کیلئے پیش کردیتے۔ اور اعلان کرتے کہ میں جسے وحی سمجھتا تھا۔ درحقیقت وہ وحی نہیں تھی شیطانی حرکات تھیں۔ اور حق تعالیٰ کی بارگاہِ بے نیاز میں سجدہ ریز ہوکر اپنے گناہوں کا اقرار کرتے۔ اپنے سابقہ کردار پر ہزار بار لعنت بھیجتے اور دین کی صحیح راہ پر گامزن ہوجاتے لیکن اس شخص نے ایسا نہیں کیا۔ اور وہ کر بھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ وہ کسی غلط فہمی کا شکار تھا ہی نہیں۔ نہ اس پر کسی خبیث کا کوئی اثر تھا۔ ورنہ حقیقتِ حال کھل جانے پر وہ لازماً تائب ہوگیا ہوتا۔ ہم اپنا خیال ظاہر کرچکے ہیں کہ وہ ایک ذہین وفطین اور الحاد پسند آدمی تھا۔ جو کچھ وہ کررہا تھا۔ پوری طرح جان بوجھ کر کررہا تھا۔ لوگوں کو بے وقوف بنانے اور اپنا الّو سیدھا کرنے کے لئے کررہا تھا۔

مرزا جی کے کرتب

پہلا کرتب:۔ جب مرزا جی نے دیکھ لیا کہ پادری آتھم اُن کی پیشین گوئی کی مدت نکل جانے کے بعد بھی زندہ ہے۔ جس سے لوگوں میں ان کی بُری طرح رسوائی ہورہی ہے اور اپنے لوگوں کے ٹوٹ جانے کا بھی خطرہ ہے۔ وہ سوالات بھی کر رہے ہیں۔ تو آپ نے پینترا بدلا۔ فرمایا:۔

"میری مراد صرف آتھم سے نہیں بلکہ پوری جماعت سے ہے جو اس بحث میں اس کی معاون تھی،، (نور الاسلام ص۲ مصنفہ مرزا)

لوگوں کو احمق بنانے کے لئے پیشین گوئی کو زبردستی وسعت دیکر پادریوں کی صفوں میں نظر دوڑالی شروع کردی۔ اس عرصہ میں ایک پادری رائٹ مرگیا تھا۔ قدرت کا نظام ہے۔ لوگ پیدا بھی ہوتے ہیں۔ مرتے بھی رہتے ہیں۔ جیسے ہی رائٹ کا مرنا معلوم ہوا۔ فوراً مرزا جی پکار اُٹھے کہ میری پیشین گوئی پوری ہوگئی۔ پادری رائٹ مرگیا۔ ہاویہ میں جاگرا!۔۔۔ اب کہئے! اسے عیاری نہیں کہیں گے تو اور کیا کہیں گے؟ پیشین گوئی کی گئی آتھم کے بارے میں۔ مراد لے لی جماعت۔ مرگیا رائٹ۔ مرزا جی کی پیشین گوئی پوری ہوگئی۔ بہت خوب! کیا کہتے ہیں نبی ظلّی کی دیانت وصداقت کے!

مرزا جی کو تو چھوڑ دیجئے۔ وہ تو جیت بھی اپنی اور ہیٹ بھی اپنی سے کام لے کر اپنا اُلّو سیدھا کر رہے تھے۔ افسوس تو ان پر ہے جو قدرت کی عطا کی ہوئی سمجھ اور روشن آنکھوں سے صحیح کام نہ لے کر مرزا جی کے ساتھ اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں اور اتنی کھلی ہوئی باتیں بھی انھیں غلط راہ سے نہیں ہٹا سکیں۔

دوسرا کرتب سمجھے ہوں گے کہ شاید میری یہ توجیہ لوگوں کو مطمئن نہ کرسکے اس احساس سے دوسرا پینترا بدلا۔ فرمایا:۔

"پیشین گوئی میں یہ بھی تو ہے کہ اگر اس نے حق کی طرف رجوع نہ کیا اور اس نے رجوع الی الحق کرلیا تھا۔ اسی لئے تو نہیں مرا" مزید فرمایا:۔
پیشین گوئی نے اس کے دل پر اثر کیا اور وہ پیشین گوئی کی عظمت کی وجہ سے دل میں موت کے غم سے شہر شہر مارا پھرتا رہا"
(اشتہارات ہزاری دو ہزاری سہ ہزاری انوار الاسلام)

جب لوگوں نے کہا مرزاجی! اس نے رجوع الی الحق کیا کہاں۔ وہ تو آج تک عیسائیت پر مضبوطی سے قائم ہے "، تو ایک اور پینترا بدلا۔ فرمایا:۔

"میری پیشین گوئی کے بعد اس کے دل میں موت کا ڈر پیدا ہوا جس سے وہ خدا کی طرف رجوع ہوا اور اس سے ڈرا۔ اسی لئے امرتسر سے باہر آتا جاتا رہا"

اہل نظر غور فرمائیں! پندرہ ماہ کے عرصہ میں کیا کسی کو دو چار سفر پیش نہیں آسکتے ہیں اس کبھی زیادہ آسکتے ہیں۔ اور آتے رہتے ہیں۔ اگر پادری آتھم بھی اپنی کسی ضرورت سے دو چار دفعہ کہیں سفر میں چلا گیا تو کیا اس کا یہ مطلب لیا جائیگا کہ وہ مرزاجی کی پیشین گوئی سے ڈر کر امرتسر سے باہر بھاگا پھرتا رہا؟ اور پھر پیشین گوئی میں یہ کہاں ہے کہ وہ امرتسر میں رہا تو مرے گا۔ باہر چلا گیا تو نہیں مرے گا۔ اس میں تو صرف مرنے کی بات ہے۔ وہ پندرہ ماہ کی متعینہ مدت میں کہیں بھی مرجاتا، پیشین گوئی سچی سمجھی جاتی۔

تیسرا کرتب مرزاجی جانتے تھے کہ پیشین گوئی پوری نہ ہونے کی وجہ سے صورت حال زیادہ بگڑ گئی ہے۔ ابھی تک کوئی بات

ڈھنگ کی نہیں بنی۔ اس لیئے آپ نے ایک نیا پینترا بدلا اور لوگوں کو یہ تاثر دینا چاہا کہ آتھم اگرچہ عیسائیت پر قائم ہے مگر دلی طور سے وہ حق کی طرف مائل ہوگیا ہے۔ اور میری پیشین گوئی کے بعد سے اس نے عیسائیت کیلئے کوئی کام نہیں کیا۔ کہتے ہیں :۔

"اس نے اس مباحثہ کے بعد میری پیشین گوئی کے ڈر سے عیسائیت کی حمایت میں ایک سطر بھی نہیں لکھی۔ بس یہی اس کے رجوع کی علامت ہے"۔ (انجام آتھم)

درانحالیکہ آتھم عیسائیت کی حمایت میں حسب طاقت برابر لکھتا رہا۔ اس نے نہ صرف عیسائیت کی حمایت ہی میں لکھا بلکہ خود مرزا جی کی فریبکارانہ حرکتوں پر سے بھی وہ زندگی کے آخری دنوں تک پردے اٹھاتا رہا۔ اُسے دجال۔ کذّاب اور فریب کار تک لکھتا رہا۔ مرزا جی کے پیچھے آنکھیں بند کر کے چلنے والے اس صورت حال کو کیا کہیں گے ؟ کیا مرزا کو جھوٹا اور دجّال کہنے والا شخص بھی ان کی نظر میں رجوع الی الحق کئے ہوئے ہے ؟ جس کی وجہ سے وہ پیشین گوئی کی سخت مار سے بچ گیا۔

درحقیقت اس پیشین گوئی کے سراسر غلط ثابت ہو جانے سے مسیح موعود اور نبی ظلّی کی ذات کو شدید دھکا پہنچا۔ اس کا قصرِ نبوت سارا کا سارا زمین پر آرہا۔ وہ چالاک ترین آدمی ہونے کے باوجود گھبرا گیا۔ اور اس گھبراہٹ میں ایک سے ایک لچر اور بے تکی بات کہہ گیا۔ ع

بات بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہ بنے

ایک جگہ کہتے ہیں :۔

"آتھم نے جلسۂ مباحثہ میں ستّر معزز آدمیوں کے روبرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کو دجّال کہنے سے رجوع کیا اور پیشین گوئی کی بنا یہی تھی کہ اس نے آپؐ
کو دجّال کہا تھا "

قارئین غور فرمائیں! اس پیشین گوئی میں کسی رُخ سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں۔ اس میں تو یہ ہے کہ جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ وہ پندرہ مہینے کے اندر ہادیہ میں گرایا جاویگا۔ مرزا جی کو اس پیشین گوئی نے دراصل ایک ایسے موڑ پر کھڑا کر دیا تھا۔ جہاں انھیں کوئی راستہ نہیں مل رہا تھا۔ اور وہ بوکھلائے ہوئے تھے۔

مرزا جی کی الٹی منطق

پیشین گوئی کی مدّت میں آتھم کے جہنم رسید نہ ہونے کی ایک طرف تو وجہ یہ بتائی جارہی ہے کہ اس نے رجوع الی الحق کر لیا تھا۔ اسی لئے وہ پیشین گوئی کی مار سے بچ نکلا۔ دوسری طرف مرزا جی کہتے ہیں :-

" وہ ہادیہ میں مبتلا رہا جس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ موت کے ڈر سے پریشان حال رہا۔ امرتسر سے گھبراہٹ میں اِدھر اُدھر بھاگا پھرا اس کا سکون غارت ہو گیا۔ اور یہی ہادیہ ہے " آگے لکھتے ہیں :-

" ہماری پیشین گوئی کے الہامی الفاظ پڑھو اور ایک طرف اس کے مصائب کو جانچو جو اس پر وارد ہوئے۔ تو تمہیں کچھ بھی اس بات میں شک نہیں ہوگا۔ کہ وہ بے شک ہادیہ میں گرا۔ ضرور گرا۔ اور اس کے دل پر وہ رنج و غم اور بدحواسی وارد ہوئی جس کو ہم آگ کے عذاب سے کچھ کم نہیں کہہ سکتے " (انوار الاسلام صفحہ ۲)

اب مرزا جی تو ہیں نہیں جو ان سے پوچھتے کہ یہ کیا الٹی منطق ہے کہ ایک طرف تو اس پر زور دیا جا رہا ہے کہ آتھم نے رجوع الی الحق کر لیا تھا۔ دوسری طرف

یوں فرمایا جا رہا ہے کہ وہ ہاویہ (جہنم) میں گرا۔ ضرور گرا۔ معلوم نہیں کہ وہ کم بخت حق کے ساتھ ہاویہ میں کیسے گر گیا؟

مولانا محمد حسین وغیرہ سے متعلق پیشین گوئی

یہ پیشین گوئی مولانا محمد حسین بٹالوی اور ان کے دو ساتھیوں کے لئے کی گئی تھی جو مرزا جی کے لئے ایک بھاری آفت بنے ہوئے تھے۔ جن کے سامنے مرزائی ساری مکاریاں ناکام ہو رہی تھیں۔ مرزا غلام احمد نے اپنی اس الہامی پیشین گوئی کو بھی فیصلہ کن اور حق و باطل کا معیار قرار دیا تھا۔ اپنے متوسلین کو معصومانہ انداز میں ہدایات دیتے ہوئے۔ لکھتے ہیں:۔

"میں اپنی جماعت کیلئے خصوصاً یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ وہ اس اشتہار کے نتیجہ کے منتظر رہیں کہ ۲۱ر نومبر ۱۸۹۵ء کو بطور مباہلہ شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب اور اس کے دو رفیقوں کی نسبت شائع کیا گیا ہے جس کی میعاد ۱۵ر جنوری ۱۹۰۰ء میں ختم ہوگی اور میں اپنی جماعت کو چند لفظ بطور نصیحت کہتا ہوں کہ وہ طریق تقویٰ پر پنجہ مار کر یاوہ گوئی کے مقابلہ پر یاوہ گوئی نہ کریں۔ اور گالیوں کے مقابلہ پر گالیاں نہ دیں وہ بہت کچھ ٹھٹھا اور ہنسی سنیں گے۔ جیسا کہ سن رہے ہیں مگر چاہیے کہ خاموش رہیں۔ اور تقویٰ اور نیک بختی کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فیصلہ کی طرف نظر رکھیں۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی نظر میں قابلِ تائید ہوں تو صلاح اور تقویٰ اور صبر کو ہاتھ سے نہ دیں۔ اب اس عدالت کے سامنے مسل مقدمہ ہے جو کسی کی رعایت نہیں کرتی اور گستاخی کے طریقوں کو پسند نہیں کرتی جب تک انسان عدالت کے

کرے سے باہر ہے۔ اگرچہ اس کی بدی کا بھی مواخذہ ہے مگر اس شخص کے جرم کا مواخذہ بہت سخت ہے جو عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر بطور گستاخی ارتکاب جرم کرتا ہے۔ اس لئے میں تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی عدالت کی توہین سے ڈرو اور نرمی اور تواضع اور صبر و تقویٰ اختیار کرو اور خدا تعالیٰ سے چاہو کہ وہ تم میں اور تمہاری قوم میں فیصلہ فرما دے۔" (رسالہ راز حقیقت)

اب مرزا جی کا مندرجہ ذیل اشتہار ملاحظہ فرمایئے۔

"میں نے خدا سے دُعا کی ہے کہ وہ مجھ میں اور محمد حسین بٹالوی میں آپ فیصلہ کرے اور وہ دعا جو میں نے کی ہے یہ ہے کہ اے ذوالجلال پروردگار اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل اور جھوٹا اور مفتری ہوں جیسا کہ محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ "اشاعۃ السنہ" میں بار بار مجھکو کذاب اور دجال اور مفتری کے لفظ سے یاد کیا ہے۔ اور جیسا کہ اس نے اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبتی نے اس اشتہار میں جو ۱۰ر نومبر ۱۸۹۷ء کو چھپا ہے میرے ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ تو اے میرے مولا اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل ہوں تو مجھ پر تیرہ ماہ کے اندر یعنی ۱۵ر دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ر جنوری ۱۹۰۰ء تک ذلت کی مار وارد کر اور ان لوگوں کی عزت اور وجاہت ظاہر کر اور اس روز کے جھگڑے کو فیصلہ فرما۔ لیکن اگر میرے آقا۔ میرے مولا میرے منعم۔ میری ان نعمتوں کے دینے والے جو تو جانتا ہے اور میں جانتا ہوں تیری جناب میں میری کچھ عزت ہے تو میں عاجزی سے دُعا کرتا ہوں کہ ان تیرہ مہینوں میں جو ۱۵ر دسمبر ۹۸ء سے ۱۵ر جنوری ۱۹۰۰ء تک

شمار کیے جائیں گے۔ شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور تبتی مذکور کو جھوں نے میرے ذلیل کرنے کیلئے یہ اشتہار لکھا ہے۔ ذلت کی مار سے دنیا میں رسوا کر۔ غرض اگر یہ لوگ تیری نظر میں سچے اور متقی اور پرہیزگار اور میں کذاب اور مفتری ہوں تو مجھے ان تیرہ مہینوں میں ذلت کی مار سے تباہ کر۔ اور اگر تیری جناب میں مجھے وجاہت اور عزت ہے تو میرے لئے یہ نشان ظاہر فرما کر ان تینوں کو ذلیل اور رسوا اور ضُرِبَت علیھِمُ الذِّلَّة کا مصداق کر" ـــ آگے لکھتے ہیں:۔

"یہ دُعا تھی جو میں نے کی۔ اس کے جواب میں الہام ہوا کہ میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کروں گا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹیں گے"[1]

اس کے بعد یہ الہام ہوا اور کچھ الہامات عربی میں ہوئے۔ کہتے ہیں:

"یہ خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہے جس کا ماحصل یہی ہے کہ ان دونوں فریق میں سے جن کا ذکر اس اشتہار میں ہے۔ یعنی یہ خاکسار ایک طرف شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور مولوی ابوالحسن تبتی، دوسری طرف خدا کے حکم کے نیچے ہیں۔ ان میں سے جو کاذب ہے وہ ذلیل ہوگا۔ یہ فیصلہ چونکہ الہام کی بنا پر ہے اس لئے حق کے طالبوں کے لئے ایک کھلا کھلا نشان ہو کر ہدایت کی راہ ان پر کھولے گا۔

مرزا جی نے عاجزانہ اور دل کش انداز میں اپنے متبعین کو ہدایا دیکر اپنی پیشین گوئیوں کے برحق ہونے پر اور اپنے نصب العین کی صداقت پر جملانے کی سعی کی ہے۔ بہرکیف وہ کوئی بھی انداز اختیار کریں ہمیں اس سے یہاں کوئی بحث نہیں، بحث ان کی پیشین گوئیوں سے ہے۔ یہ بات تو قارئین کے سامنے آہی گئی کہ مرزا جی اپنی ان پیشین گوئیوں کو اپنے صادق یا کاذب ہونے کا معیار

---

[1] ہاتھ کاٹنے سے مراد یہ ہے کہ جن ہاتھوں سے ظالم نے جو حق پہنچا ہے ناجائز تحریر کا کام لیا وہ ہاتھ اس کی حسرت کا موجب ہوں گے۔ وہ افسوس کرے گا کہ کیوں یہ ہاتھ ایسے کام پر چلے۔ (مرزا)

قرار دیے رہے ہیں اور پوری قوت کے ساتھ یہ حقیقت ذہن نشین کرا رہے ہیں کہ اگر یہ پیشین گوئیاں اپنی اپنی جگہ صحیح اور حق ثابت ہوئیں تو مجھے دوسری باتوں میں بھی صادق تسلیم کیا جائے عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ ورنہ ہر جہت سے کاذب، مفتری اور جھوٹا سمجھا جائے۔ یہ پیشین گوئیاں کیونکہ بہت زور دار دعووں کے ساتھ کی گئی تھیں اس لئے ان کے ناسمجھ متبعین نے بھی خوب دل کھول کر پروپیگنڈہ کیا اور بے قراری کے ساتھ ان کے وقوع پذیر ہونے کا انتظار کیا جانے لگا۔

الہام مرزا کے بموجب یہ فیصلہ قطعی اور آخری فیصلہ ہونا چاہیے تھا۔ ان کے چیلے مرزاجی کو تو حق ہی پر جانتے تھے۔ وہ شدت سے منتظر تھے کہ اب دیکھئے پیشین گوئی زدہ لوگوں کا کیا حشر بنتا ہے۔ مگر وہ نیک حضرات کیونکہ حق پر تھے ادھر ان کے سینے ختم نبوت کے صحیح عقیدے کی روشنی سے منور تھے اس لئے ان کا کچھ بھی نہیں بگڑا۔ خود مرزاجی کی پیشین گوئی کی موجیں ان کے ساحل ایمان سے ٹکرا کر فضا میں تحلیل ہو گئیں۔ وہ نیک دل اور مخلص حضرات ہر طرح بعافیت رہے ملت اسلامیہ میں ان کی عزت افزائی ہوئی۔ البتہ مرزاجی کی رسوائیوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ مگر وہ بزبان خود مسیح موعود اور نبی ظلی ایسے کہاں تھے جو حقائق کو تسلیم کر لیتے۔ حقائق سے تو ان کو الرجی ہوتی تھی۔

پیشین گوئی کے تیرہ ماہ کے اندر تو کیا، کئی سال بعد تک بھی جب مرزاجی کے مقابل لوگوں پر کوئی آفت نہ آئی اور نہ کوئی افتاد پڑی تو مرزاجی نے اپنی دیرینہ عادت کے مطابق اسی فن کاری سے کام لیا۔ جس کا مظاہرہ وہ پہلے سے کرتے آرہے تھے۔ پیشین گوئی کا نشانہ بنائے جانے والوں کے خلاف کفر کا فتویٰ جڑ دیا اور شور مچا دیا کہ میری پیشین گوئی پوری ہوگئی۔ وہ ذلیل ہو گئے۔

۔ان پر کفر کا فتوی لگ گیا۔ نیز یہ کہ اس اثناء میں محمد حسین کو کافی زمین مل ہے، وہ زمیندار ہو گیا ہے۔ یہ بھی ہماری پیشین گوئی کے سچی ہو جانے کا بیّن ثبوت ہے، لوگوں نے پوچھا کہ زمین کا ملنا تو خوش حالی کی علامت ہے اور جیسے انعام خداوندی کہنا چاہیئے۔ اس میں تو ان کی عزت ہی بڑھی۔ ذلت تو نہ ہوئی۔ یہ بات سمجھ سے باہر ہے۔ ہاں اگر زمین ناجائز طور پر یا ظالمانہ انداز میں حاصل کی گئی ہے تو آپ کی بات کسی حد تک ٹھیک بھی جا سکتی ہے۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ یا پھر آپ ثابت کیجئے!

اس پر فرمایا گیا" وہ زمین ملنے سے زمیندار ہو گیا ہے۔ جو ذلت ہے کیونکہ جس گھر میں کھیتی کے آلات داخل ہوں وہ ذلیل ہو جاتا ہے"۔۔۔ یہ ہیں مرزا جی بہادر کی توجیہات اور ان کے بھاری اور معقول دلائل۔ اور یہ تھیں نبی ظلی کی الہامی پیشین گوئیاں۔ یہی حال ان کے تمام الہامات کا ہے اور یہی معجزات کا۔ وہ اپنے معجزات کی تعداد بڑے فخر کے ساتھ تین لاکھ بتاتے ہیں۔ لیکن وہ جنھیں معجزات کہتے ہیں وہ اس تعداد سے بھی زیادہ ہو سکتے ہیں۔ اگر کسی جاہل عقیدت مند نے ایک روپیہ مرزا جی کی نذر کر دیا۔ تو فرمایا۔" میرے دل میں یہ بات آئی تھی" بس ایک معجزہ ہو گیا۔ اسی طرح اگر کسی سے پانچ دس ہزار روپے ٹھگ لئے تو فی روپیہ ایک معجزہ کے حساب سے اتنی ہی معجزات تیار ہو گئے ان کے قلم سے غلط سلط عربی میں یا اُردو میں کوئی شعر یا غزل وغیرہ نکل گئی تو س کے تمام حروف والفاظ معجزات بن گئے۔

پنڈت لیکھرام سے متعلق پیشین گوئی

یہ پنڈت لیکھرام وہی ہے جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ ان سے متعلق پیشین گوئی

کے بارے میں جو اشتہار مرزا جی کی طرف سے منظرِ عام پر آیا تھا۔ وہ ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے :۔

"واضح ہو کہ اس عاجز نے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں جو اس کتاب کے ساتھ شائع کیا گیا تھا۔ اندرمن مراد آبادی اور لیکھرام پشاوری کو اس بات کی دعوت دی تھی کہ اگر وہ خواہشمند ہوں تو ان کی قضاء قدر کی نسبت بعض پیشین گوئیاں شائع کی جائیں۔ سو اس اشتہار کے بعد اندرمن نے تو اعراض کیا اور کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گیا، لیکن لیکھرام نے بڑی دلیری سے ایک کارڈ اس عاجز کی طرف روانہ کیا کہ میری نسبت جو پیشین گوئی چاہو شائع کر دو۔ میری طرف سے اجازت ہے سو اس کی نسبت جب توجہ کی گئی تو اللہ جل شانہٗ کی طرف سے یہ الہام ہوا۔ عجل جسد لہٗ خوار لہ نصبٌ وعذاب، یعنی ایک بےجان گؤسالا ہے جس کے اندر سے مکروہ آواز نکل رہی ہے۔ اور اس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقرر ہے۔ جو ضرور اس کو مل کر رہے گا۔ اور اس کے بعد آج ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء روز دوشنبہ ہے۔ اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کے لئے توجہ کی گئی تو خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ سے جو ۲۰ فروری ۱۹۰۳ء ہے چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنی ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی ہیں۔ عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا۔ سو اب میں اس پیشین گوئی کو شائع کر کے تمام مسلمانوں اور آریوں اور عیسائیوں اور دیگر فرقوں پر ظاہر کرتا ہوں کہ

اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب
نازل ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی
ہیبت رکھتا ہو، تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں، اور نہ اس
کی رُوح سے میرا نطق ہے اور میں اس پیشین گوئی میں کاذب نکلا
تو ہر ایک سزا کے بھگتنے کے لئے تیار ہوں، اور اس بات پر راضی ہوں
کہ مجھے گلے میں رسا ڈال کر کسی سولی پر کھینچا جاوے اور باوجود میرے
اس اقرار کے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ کسی انسان کا اپنی پیشین گوئی
میں جھوٹا نکلنا۔ خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے۔ زیادہ اس
سے کیا لکھوں۔" (سراج منیر ص۱۳)

قارئین خاص طور پر یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ مرزاجی کی یہ پیشین گوئی لیکھرام
کی موت کے بارے میں نہیں ہے۔ بلکہ خرق عادت کے طور پر کسی بھاری اور عبرتناک
عذاب کے بارے میں ہے۔ جس کا تعلق زندگی سے ہے۔ یعنی اس کی زندگی میں
اس پر کوئی ہیبت ناک عذاب نازل ہوگا۔ چھ سال پورے ہونے لگے اور لیکھرام
پر کوئی افتاد نہیں پڑی، اور نہ خرق عادت کے طور پر کوئی عذاب نازل ہوا۔
جس کو لے کر مرزاجی لوگوں کو باور کرا سکتے کہ دیکھو ہماری پیشین گوئی پوری ہو رہی
ہے، وہ کس طرح عذاب میں مبتلا ہے۔ مرزاجی اور ان کے ہمنوا سخت پریشان تھے
انھیں اپنی پیشین گوئی کی دلدل سے نکلنے کا کوئی موقع نہیں مل رہا تھا۔ اتفاق
سے اسی اثنار میں ان کے ایک دشمن نے چھرا گھونپ کر ان کو مار ڈالا۔ مرزاجی
نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ اور اس صورت حال کو پیشین گوئی کے سچی ثابت ہونے
کے ثبوت میں پیش کردیا۔ جب کہ لیکھرام کے متعلق موت کی پیشین گوئی تھی ہی نہیں
پیشین گوئی ایک بار پھر پڑھ لیجئے! ہاں اگر پیشین گوئی یہ ہوتی کہ لیکھرام اپنی

مدت میں قتل کر دیا جائے گا تو پھر مرزا جی کو کچھ کہنے کا حق حاصل ہو سکتا تھا۔

مرزا جی نے یہاں مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کیلئے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ لیکھرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کی تھی اسی لئے میں نے اس کیلئے یہ پیشین گوئی کی ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ لیکھرام نے گستاخیاں نہیں کی ہوں گی، کی ہوں گی۔ اس پر اسکی جس قدر بھی مذمت کی جائے وہ کم ہے۔ ہمارا مقصد لیکھرام کی حمایت ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ دکھانا مقصود ہے کہ غلام احمد قادیانی جو خود کو مامور من اللہ، مسیح موعود اور نبی ظلی بنا کر لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ وہ مجسم جھوٹ اور سراپا مکرو فریب ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حق تعالیٰ کی شان میں گستاخیاں تو خود مرزا جی زندگی کے آخری لمحوں تک کرتے رہے ہیں اور بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کرتے رہے ہیں۔ آنحضرت ؐ نے ارشاد فرمایا میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، مرزا جی نے کہا، آئے گا اور وہ میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، محمد خاتم النبیین ہیں۔ مرزا جی نے کہا نہیں۔ نبوت کا سلسلہ جاری ہے۔ کیا یہ اللہ اور اس کے رسول ؐ کو جھٹلانے کا صریح ارتکاب نہیں ہے؟

مرزا احمد بیگ، ان کے داماد اور آسمانی نکاح کے بارے میں پیشین گوئی،

پادری آتھم کے بارے میں مرزا جی کی زوردار پیشین گوئی قطعاً غلط ثابت ہوئی۔ مولانا محمد حسین اور ان کے ساتھیوں سے متعلق پیشین گوئی کا جو حشر بنا وہ سامنے آ چکا ہے۔ پنڈت لیکھرام کے لئے جو پیشین گوئی فرمائی گئی تھی، وہ بھی

جھوٹی ہو کر ان کی رسوائی کا باعث بنی ــــ اب یہ پیشین گوئی ایک مسلمان شخص مرزا احمد بیگ کے بارے میں ہے۔ تنہا احمد بیگ کے بارے میں نہیں۔ اُن کے داماد اور بیٹی کے لئے بھی ہے۔ جس سے شادی کرنے کیلئے مرزا جی بے تاب تھے سابقہ پیشین گوئیوں کی طرح بلکہ ان سے زیادہ مرزا جی نے اس پیشین گوئی کو معرکۃ الآرار، عظیم الشان اور حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن قرار دیا تھا لیکن دوسری پیشین گوئیوں کی طرح یہ بھی مرزا جی اور ان کی پوری جماعت کے لیئے انتہائی رسواکن ثابت ہوئی۔ ہم واقعات کی صاف روشنی میں اس کا جائزہ پیش کر رہے ہیں۔ پیشین گوئی پڑھنے سے قبل اچھا ہے کہ آپ ایک نظر اسکے پس منظر کو بھی دیکھ لیں۔

اس پیشین گوئی کی اصل وجہ یہ تھی کہ مرزا احمد بیگ نے جو غلام احمد کے قریبی عزیز تھے۔ لیکن ان کی گمراہیوں سے متنفر تھے۔ اپنے کسی معاملہ میں مرزا جی سے اخلاقی تعاون چاہا۔ مرزا جی نے فرمایا " اس وقت تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا تم پھر کسی وقت آنا " احمد بیگ دوسرے وقت پہنچے مرزا جی نے کہا " مجھے الہام ہوا ہے کہ میں تمہاری بیٹی (محمدی بیگم) سے نکاح کر لوں۔ اور یہ نکاح مقدر ہو چکا ہے۔ لہذا میں اس کے لئے تمہارے سے درخواست کرتا ہوں کہ تم اس رشتہ کو قبول کر لو۔ اس سے تمہیں بہت فائدہ پہنچے گا " مرزا جی نے اس غریب عزیز کی مجبوری سے بیجا طور پر فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تھی۔ یہ نہ مذموم اور خود غرضانہ حرکت تھی جسے ایک حساس معاشرہ میں ہمیشہ نفرت و غصہ کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا ہے۔ احمد بیگ ایک غیور آدمی تھے۔ انھیں مرزا کی یہ بیہودے والی بات ناگوار گذری اور گذرنی ہی چاہئے تھی۔ انھوں نے بڑی حقارت سے اس رشتہ کو ٹھکرا دیا۔ مرزا جی کی دلی تمنا تھی کہ وہ کسی بھی طرح محمدی بیگم کو حاصل

کریں انھوں نے احمد بیگ کے صاف انکار کے بعد بھی کوششیں جاری رکھیں خطوط لکھے۔ سفارشیں کرائیں۔ جب کسی صورت بات نہ بنی تو پیشین گوئی کی دھونس دی اور بالآخر پیشین گوئی کر ہی دی۔ اس دھونس سے ان کا منشا یہی تھا کہ احمد بیگ اور ان کی اہلیہ جو اس معاملہ میں بہت سخت ہو گئی تھیں۔ خوف زدہ ہو کر اپنی جیتی بیٹی کو بوڑھے اور جھوٹے نبی مرزا غلام احمد کے حوالہ کر دیں۔ احمد بیگ کے ہونے والے داماد پر غصہ رقابت کی آگ تھی۔

اب مرزا جی کی پیشین گوئی کے الفاظ بغور پڑھئے! لکھتے ہیں

"اس خدائے قادر حکیم مطلق نے مجھے فرمایا ہے کہ اس شخص (احمد بیگ) کی دختر کلاں (محمدی بیگم) کے نکاح کیلئے سلسلۂ جنبانی کر اور ان کو کہہ دو کہ تمام سلوک و مروت تم سے اسی شرط سے کیا جاوے گا اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا۔ اور ان تمام رحمتوں اور برکتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء میں درج ہیں۔ لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا۔ اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جاوے گی۔ وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جاوے گا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی۔ اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کیلئے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔"

آگے لکھتے ہیں:۔

"پھر ان دنوں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کیلئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے جو مقرر کر رکھا ہے وہ مکتوب الیہ کی دختر

کلاں جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لادے گا۔ اور بے دینوں کو مسلمان بنا دے گا۔ اور گمراہوں میں ہدایت پھیلا دے گا۔"

۱۰ر جنوری ۱۸۸۹ء

اس پیشین گوئی میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ اگر محمدی بیگم کا نکاح دوسرے کسی شخص سے کر دیا گیا تو نکاح کی تاریخ سے تین سال کے اندر احمد بیگ اور ان کا ہونے والا داماد یعنی محمدی بیگم کا شوہر دونوں موت کے گھاٹ اتر جائیں گے۔ یہ جاننے کیلئے کہ محمدی بیگم کا نکاح کس تاریخ میں منعقد ہوا اور وہ مرزاجی کی پیشین گوئی کے مطابق کب تک موت کے منہ میں جائیں گے۔ مرزاجی ہی کے الفاظ پڑھئے۔ وہ میعاد کے متعلق اپنے رسالہ "شہادت القرآن" میں لکھتے ہیں:۔

" ۲۱ر ستمبر ۱۸۹۳ء سے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی تھی"

اُن کے لکھنے کے مطابق ۲۱ر اگست ۱۸۹۴ء کے بعد ایک دن بھی احمد بیگ کے داماد محمدی بیگم کے شوہر کو زندہ نہیں رہنا چاہئے تھا۔ مگر وہ زندہ رہا اور صحت وعافیت کے ساتھ زندہ رہا، گھریلو تعلقات کی خوشگوار فضا میں زندہ رہا۔ اس عرصہ میں اگر کہیں وہ بیمار ہو گیا ہوتا یا کسی سفر میں چلا گیا ہوتا۔ یا میاں بیوی کے باہمی تعلقات میں کچھ تلخیاں پیدا ہو گئی ہوتیں تو مرزاجی جھٹ پکار اُٹھتے کہ ہماری پیشین گوئی سچی ہو گئی۔ دیکھ لو احمد بیگ کا داماد کس حالت میں ہے۔ اور یہ حالت ہمارے نزدیک خود موت کے مترادف ہے۔

قارئین غور فرمائیں! پیشین گوئی میں کہا گیا تھا کہ احمد بیگ کا داماد نکاح کے بعد تین سال کے اندر ختم ہو جائے گا۔ جب کہ وہ نکاح کے بعد آٹھ نو سال تک زندہ

رہا۔ کہا گیا تھا کہ ان کے گھر پر تفرقہ، تنگی اور مصیبت پڑے گی، ان میں سے کوئی بات بھی پیش نہیں آئی۔ پیشین گوئی میں تھا کہ درمیانی زمانہ میں محمدی بیگم غم و رنج میں مبتلا ہوگی۔ ایسا بھی نہیں ہوا۔ پیشین گوئی میں یہ بھی تھا کہ انجام کار محمدی بیگم اس عاجز کے نکاح میں آئے گی۔ جب کہ زندگی بھر حضور اسی حسرت میں تڑپتے رہے۔ محمدی بیگم سے نکاح تو کیا ہوتا، اس کی شکل بھی نہیں دیکھ سکے۔ اور بیچارے نبی ظلی اسی نامرادی میں ذلتوں کا بھاری بوجھ سر پر رکھکر دنیا سے سدھار گئے۔ اور آں جہانی بن گئے۔

ہم مرزا جی کا ایک خط جو انھوں نے مولانا ثناء اللہ صاحب کو لکھا تھا پیش کر رہے ہیں۔ اسے غور سے پڑھئے!

مرزا جی بنام مولانا ثناء اللہ صاحب
آخری فیصلہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحمدہٗ و نُصلّی علٰی رسُولہ الکریم! یستنبؤنک أحق ھو قل ای و ربی انہ لحق

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب۔ السّلام علی من اتبع الھدٰی

مدت سے آپ کے پرچہ اہلِ حدیث میں میری تکذیب، تفسیق کا سلسلہ جاری ہے ہمیشہ مجھے آپ اپنے اس پرچہ میں مردود، کذاب، دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور دنیا میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور دجال اور کذاب ہے۔ اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افترا ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کیلئے مامور ہوں اور آپ بہت سے افترا میرے پر کرتے اور دنیا کو

میری طرف آنے سے روکتے ہیں ۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیساکہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں۔ تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہوجاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہوجاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہوتا ہے۔ تا خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے۔ اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں۔ اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں۔ تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں۔ آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔

یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیشین گوئی نہیں محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک۔ اگر یہ دعوی مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک۔ میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کردے۔ آمین۔

مگر اے کامل اور صادق خدا۔ اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے۔ حق پر نہیں۔ تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا

کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر، مگر نہ انسانی ہاتھوں سے
بلکہ طاعون و ہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے۔ بجز اس صورت کے کہ وہ
کھلے کھلے طور پر میرے رُوبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں
اور بدزبانیوں سے توبہ کرے۔ جن کو وہ منصبی فرض سمجھکر ہمیشہ مجھکو دُکھ
دیتا ہے۔ آمین یارب العالمین۔

میں ان کے ہاتھ سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا
ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گذر گئی۔ وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں
سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کیلئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے
اور انھوں نے تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا۔ اور دور دور ملکوں تک میری
نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص (مرزا صاحب) درحقیقت مفسد اور ٹھگ
اور دُکان دار اور کذّاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بُرا آدمی ہے۔

میں دیکھتا ہوں مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کے ذریعہ سے میرے
سلسلے کو نابود کرنا چاہتا ہے۔ اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے
جو تو نے اے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے، اپنے ہاتھ سے بنائی ہے
اس لئے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب
میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما۔ اور جو تیری نگاہ
میں درحقیقت مفسد اور کذّاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا
سے اٹھالے یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔
اے میرے پیارے مالک۔ تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین۔

بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس تمام مضمون
کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھدیں۔ اب فیصلہ

خدا کے ہاتھ میں ہے۔ (مرزا جی غلام احمد قادیانی کا) اشتہار مؤرخہ ۵ اپریل ۱۹۰۷ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۱۲۰ (بحوالہ قادیانی مذہب: الیاس برنی)

خدا کی قدرت اور مقام عبرت دیکھئے کہ مولانا ثناء اللہ صاحب تو ایک مدت تک بعافیت زندہ رہے اور بوڑھے ہو جانے کے باوجود قادیانیت کی بیخ کنی میں لگے رہے اور مرزا جی بہادر اپنے اس اشتہار کے ایک ہی سال بعد ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء میں اپنے دامن میں بہت ساری رسوائیاں سمیٹ کر پادری آتھم اور پنڈت لیکھرام کے پاس ہاویہ میں جا پہنچے۔ قادیانیت کی سرزمین پر سناٹا چھا گیا۔ ان کے امتی حیرت سے ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے انتظار تھا مولانا ثناء اللہ کے مرجانے کا لڑھک گئے مرزا جی۔ وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شیء قدیر ۔

دعویٰ کیا تھا گل نے اس گل کی روبری کا ؛ تھپیڑ صبا نے مارا، شبنم نے منہ پہ تھوکا

نوٹ کرنے کی بات یہ ہے کہ اس خط میں مرزا جی نے لکھا ہے کہ "اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا ۔۔۔ اسی خط میں ہے کہ "اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ خدا کے ہاتھوں سے ہے۔ جیسے طاعون وہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں۔ آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوں ۔۔۔ خدا کے فضل وکرم سے مولانا ثناء اللہ صاحب تو ہر طرح سے محفوظ رہے۔ نہ طاعون میں مبتلا ہوئے اور نہ ہیضہ کی بیماری ان کو چھو سکی۔ اس کے

برعکس خود مرزاجی ہیضہ کی شدید تکلیف میں مبتلا ہو کر مرے۔
اس خط سے پہلے بھی مرزاجی کے مولانا ثناء اللہ صاحب کے لئے پیشین گوئی کی تھی۔ اس کا جو حشر ہوا۔ وہ بھی دیکھ لیجئے!

مولانا ثناء اللہ سے متعلق پیشین گوئی

مرزاجی نے ایک پیشین گوئی کی تھی کہ "وہ (مولانا ثناء اللہ) قادیان میں میری پیشین گوئیوں کی پڑتال کیلئے ہرگز نہیں آئیں گے" جیسے ہی یہ پیشین گوئی مولانا کے علم میں آئی۔ وہ فوراً اسی مقصد کیلئے ۱۰ر جنوری ۱۹۰۳ء میں قادیان جادھمکے۔ وہ اور مولانا محمد حسین صاحب وغیرہ تو جھوٹے نبی کو ہر جگہ اور ہر رُخ سے مات دینے کا عزم مصمم کئے ہوئے تھے۔ وہ اس موقع پر کیسے چوک سکتے تھے۔ جب مولانا ثناء اللہ نے ایک خط کے ذریعہ مرزاجی کو آگاہ کیا کہ میں آپ کی پیشین گوئی کے برخلاف قادیان پہنچ چکا ہوں اور گفتگو چاہتا ہوں۔ تو مرزاجی گول ہو گئے۔ اور اس وقت تک زنان خانہ سے باہر نہ نکلے جب تک ایسے معتبر لوگوں سے یقین کے ساتھ یہ معلوم نہیں ہو گیا کہ ثناء اللہ قادیان کی حدود سے باہر جا چکے ہیں۔ دیکھئے نبی ظلی کی پیشین گوئی کتنی سچی ثابت ہوئی!

مولانا ثناء اللہ کو دعوت مبارزت اور میدان میں آنے سے گریز

ایک مرتبہ مرزاجی نے عربی میں ایک قصیدہ لکھ لیا اور مولانا ثناء اللہ کو چیلنج کر دیا کہ

"یہ میرا قصیدہ ہے عربی میں ہے اور یہ میرا اہم معجزہ ہے۔ اگر تم حق پر ہو تو آج سے پانچ دن کے اندر اس جیسا قصیدہ لکھکر پیش کرو"

مولانا مرحوم نے بڑا اچھا جواب دیا۔ فرمایا
"تمہارا چیلنج منظور ہے مگر پہلے مجمع میں آ کر اس کی عربی صحیح کرو۔ اور
پھر میں پانچ دن سے پہلے قصیدہ پیش کرتا ہوں"
اس پر مرزا جی کھسیں گئے اور چپ سادھ لی کیونکہ انھیں اتنی عربی آتی ہی نہیں
تھی کہ کسی عربی داں کے سامنے آ کر زبان و قواعد کے مسئلہ میں گفتگو کر سکیں۔

ایک دلچسپ پیشین گوئی

۱۸۸۶ء میں مرزا جی کی بیگم حاملہ ہو گئیں۔ آپ نے فوراً پیشین گوئی فرما دی کہ:۔
"خداوند کریم نے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ مجھ اپنے الہام سے فرمایا کہ میں
تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ تا دین اسلام کا شرف کلام اللہ
کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا
ہوں کرتا ہوں۔ تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انھیں
جو خدا۔ خدا کے دین۔ اس کی کتاب۔ اس کے رسولوں کو انکار کی نگاہ
سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے۔ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے
دیا جائے گا۔ وہ تیرے ہی تخم تیری ہی ذریت سے ہوگا۔ خوب صورت
پاک لڑکا۔ تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام بشیر بھی ہے۔ مبارک
وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے۔ وہ بہتوں کو
بیماریوں سے صاف کرے گا۔ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جاوے گا
وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ اسیروں کی رستگاری کا باعث ہوگا
قومیں اس سے برکت پائیں گی۔

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۱ ص ۵۸)

کسی سے سن لیا ہوگا کہ حمل کے دوران داہنی کوک بھاری ہونا لڑکے ......
...... کی علامت ہے۔ اور بائیں کا بھاری ہونا لڑکی کی۔ استفسار پر بیگم نے کہہ دیا ہوگا کہ میری داہنی کوک بھاری ہے۔ اب کیا تھا۔ مرزاجی نے جھٹ سے پیشین گوئی کر ڈالی۔ یہ ان کی عادت تھی ہی کہ اپنی ہر بات کو الہامی بتاتے تھے۔ معتقدین میں ایک مادر زاد ولیٔ کامل، مجدد وقت اور امام زماں کے ظہور کا شدت سے انتظار کیا جانے لگا۔ اللہ اللہ کر کے جب دن پورے ہوئے اور حمل باہر آیا تو ۔۔۔ لڑکا نہیں۔ لڑکی تھی۔ ؏ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

لوگوں نے پوچھا! مرزاجی۔ یہ کیا ہوا؟ یہ تو لڑکی ہو گئی۔ آپ نے تو عظیم الشان لڑکے کی پیشین گوئی کی تھی؟ ۔۔۔ مرزاجی نے فوراً کرتب دکھایا کہ میں نے یہ کب کہا تھا کہ اسی حمل سے لڑکا ہوگا۔ الہام کے مطابق لڑکا ضرور ہوگا۔ دوسرے حمل میں ہوگا دوسرے میں بھی نہ ہوا۔ تیسرے میں ہوگا۔ ہوگا ضرور۔

مولانا ثناء اللہ وغیرہ جو کراماً کاتبین کی طرح مرزاجی کی ہر ہر بات پر نظر رکھتے تھے۔ جستجو میں رہنے لگے اور ایسا انتظام کر لیا گیا کہ مرزاجی کے گھر کی خبریں بھی ملتی رہیں۔ خطرہ یہ تھا کہ کہیں مرزاجی کسی دوسرے کے نومولود سے بیگم کی گود بھر کر یہ مشہور نہ کر دیں کہ میرے الہام کے مطابق لڑکا پیدا ہو گیا۔ یہ ان سے کچھ بعید بھی نہیں تھا۔ مرزاجی نے لڑکا پیدا ہونے کے لئے نہ جانے کیا کچھ کیا ہوگا۔ لیکن افسوس۔ اس لڑکی کے بعد ان کے یہاں کوئی بچہ ایسا پیدا نہیں ہوا جسے مرزاجی اپنی پیشین گوئی کا مصداق قرار دے سکتے۔

مرزاجی کی فیصلہ کن اور دوسری پیشین گوئیاں جب پوری نہ ہوئیں تو بڑے پیمانہ پر اُن کی رسوائی ہوئی۔ ہونی ہی تھی۔ ہوئی اور خوب ہوئی۔ مسلمانوں ہی میں نہیں، ہندوؤں اور عیسائیوں میں بھی ہوئی۔ ان کے چیلوں کو چاہیئے تھا کہ وہ حقائق

کے سامنے آجانے کے بعد صحیح راہ پر آجاتے ۔ مرزا جی کا ساتھ چھوڑ دیتے ۔ مگر ان میں سے بہت سوں نے ایسا نہیں کیا ۔ بلکہ عذر گناہ بدتر از گناہ کے مرتکب ہو گئے ۔ مرزا جی کے ایک چیلے ظہور الدین اکمل ، پیشین گوئیوں کے صحیح ثابت نہ ہونے سے گھبرا کر اور مرزا جی کے چہرے سے ذلت کی گرد صاف کرنے کیلئے ایک نرالا انداز اختیار کرتے ہیں ۔ لکھتے ہیں :-

ہر بات کی کوئی نہ کوئی غرض ہوتی ہے ۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ غرض پوری ہوئی یا نہیں ۔ جب اصل غرض پوری ہو جائے تو پھر یہ سوال بے فائدہ ہے کہ پیشین گوئی پوری ہوئی یا نہیں ،،

(مرزا احمد بیگ والی پیشین گوئی صہ ۳)

دنیا جانتی ہے کہ کسی پیشین گوئی کو جبکہ وہ ایسے شخص کی طرف سے کی جاری ہو جو مامور من اللہ اور نبی ہونے کا مدعی ہو ، اسی وقت درست مانا جائے گا جب وہ دعویٰ کے عین مطابق پوری ہوگی ۔ ورنہ نہیں ۔ غرض تو بعد میں کچھ بھی بتائی جا سکتی ہے ۔ اس طرح کی پیشین گوئی بلکہ اس سے کہیں معقول انداز میں تو کوئی بھی کر سکتا ہے پیشین گوئی کا اور اس پر زور دینے کا حق کہ اسے کذب و صدق کا معیار اور قطعی فیصلہ کن قرار دیے جانے کا تو صاف مطلب یہی ہوتا ہے کہ جس طرح کہا جا رہا ہے اس کو اسی طرح ہونا چاہیئے نہ ہونے کی صورت میں یہ کہنا کہ اس سے میرا مطلب یہ تھا ۔ میری غرض یہ تھی ۔ حق کے ساتھ آنا کافی ہے ۔ فہم و شعور کو منہ چڑھانا ہے ۔ غلط اور رکیک توجیہات ہیں ۔ جنہیں معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا بھی نہیں مان سکتا ۔

مرزائیت، عقل سلیم کیلئے چیلنج

ڈاکٹر رشید الوحیدی، جامعہ ملیہ اسلامیہ دھلی

حکیم مطلق نے قرآن پاک میں اپنے رسول کی طرح طرح صفت بیان فرمائی ہے غور کیجئے تو ہر بیان میں کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہے۔ بعض اسماء وصفات کے ذکر سے جناب باری تعالیٰ نے آنے والے دور میں بڑے بڑے فتنوں کا سدِ باب فرمادیا ہے۔ تمام اسماء اور تمام صفات کا استقصاء تو مشکل اور تفصیل طلب ہے مثال کے طور پر لفظ "عبد" کو لیجئے اس لفظ سے بہت بڑا مقصد عظیم یہ سمجھ میں آتا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بے مثال، اور انسانیت کے اعلیٰ ترین مقام کو سامنے رکھتے ہوئے۔ ذہن وعقیدہ کو ڈگمگنے، گمراہ ہونے سے محفوظ رکھنے کا بہترین سامان کردیا گیا ہے۔ پھر قرآن پاک میں متعدد جگہ اس لفظ "عبد" کو اشرف ترین مقامات میں ذکر فرماکر اس حفاظت کو اور بھی مستحکم فرمادیا ہے۔

اسراء کے ذکر میں ہے "سُبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ" ایک اور جگہ۔ "وانہ لما قام عبد اللہ۔ پھر فرمایا "فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ، اور "وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا" وغیرذالک

پھر حضرت مسیحؑ بھی قیامت میں شفاعت کے موقع پر اسی شرف ومجد والے لفظ کو اختیار فرمائیں گے۔ "اذھبوا الی محمد عبدٌ غفر لہٗ ما تقدم

من ذنبہ وما تأخر"

دوسری صفت قرآن پاک نے یوں بیان فرمائی ہے "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" کے سلسلے میں ایک بات نوٹ کرنے کی ہے، تمام ہی انبیاء کرام خصوصاً نبیٔ آخرالزماں کی دعوت کا بنیادی مقصد ایک ذاتِ واحد کی طرف مخلوق کو بلانا تھا، مشرکینِ عرب کو محمد بن عبداللہ سے کوئی کد نہ تھی ہاں آپ کی نبوت کے تصور سے اُن کو چڑھ تھی، اور یہ اس لئے کہ صدیوں سے تین سو ساٹھ بلکہ ہزاروں اور لاکھوں بتوں کو پوجنے والوں کو جب نبی نے ایک ہی معبود کی طرف بلایا۔ اور صرف اُسی ایک ذات کو پوجنے کی دعوت دی تو وہ پوری طرح اس کی مخالفت پر کمربستہ ہوگئے۔ جب تک آپؐ اس دُنیا میں رہے اُن کے سینے میں غیض وغضب کا طوفان بھڑکتا رہا۔ طرح طرح کے مظالم اور جنگ کا بازار گرم رکھا، اور آپؐ کے دنیا سے پردہ پوشی فرماتے ہی انھوں نے براہِ راست قصرِ نبوت پر حملے شروع کردئے، اور اس طرح کہ بہت سے جھوٹے نبی۔ دعوائے نبوّت کرنے، نبی کریمؐ اس خطرے سے واقف تھے۔ آپؐ کے قلب صافی پر آنے والے اس فتنے کا خطرہ گذر رہا تھا۔ چنانچہ اللہ کے اس فرمان "خاتم النبیین" کی طرح طرح سے آپؐ نے تشریح فرمائی۔ مثال دے کر وضاحت فرمائی اور بعض مواقع پر تو صاف ہی بتا دیا کہ میرے بعد کچھ جھوٹے لوگ نبوت کا دعویٰ بھی کریں گے۔ یہ سب آپؐ اسی لئے کر رہے تھے کہ امت اس عظیم گمراہی میں پڑ کر دین کو برباد نہ کرلے، شرک میں داخل ہو کر اللہ کے سخت غضب کا شکار نہ ہو جائے۔ نیز نبی آخرالزماں کی ذات سے امت میں جو ایک مرکزیت پیدا ہو گئی ہے، سیکڑوں نبی کے جھوٹے دعوؤں سے وہ انتشار کا شکار نہ ہو جائے چنانچہ صحیحین کی ایک روایت میں اس کو مثال دے کر بتایا۔

"میری اور انبیاء کی مثال ایک خوبصورت محل کی ہے، وہ محل یوں تو مکمل ہے۔ مگر ایک اینٹ کی جگہ اس میں خالی ہے، اس محل کو دیکھنے والوں نے گھوم گھوم کر اس کو دیکھا، پسند کیا، اُسی ایک اینٹ کی خالی جگہ کے علاوہ اور کوئی عیب ان کو نظر نہ آیا۔ بس میں اس خالی جگہ کو بھر دوں گا، مجھ پر وہ عمارت مکمل ہوگی اور رسالت بھی مجھ پر ختم ہوگی"

ایک جگہ سرکار دو عالم ؐ نے تاکید فرمائی

"میرے مختلف نام ہیں یعنی محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں (اللہ میرے ذریعے کفر کو محو فرمائیں گے) میں حاشر ہوں (اللہ پاک میرے قدموں میں لوگوں کو جمع فرمائیں گے۔ میں عاقب ہوں" (عاقب وہ کہ اس کے بعد کوئی نبی نہ ہو) (مسلم شریف)

پھر اگلی روایت میں آپ نے (مرزا ایسے) جھوٹے نبیوں کی تکذیب فرمائی اور تردید فرمادی۔

"بے شک میری امت میں تیس جھوٹے ہوں گے۔ اور ہر ایک اُن میں سے خود کو نبی سمجھے گا۔ اور میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے (مسلم شریف)

ایک جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر انبیاء کے مقابلے میں سات چیزوں میں اپنی فضیلت ذکر فرمائی ہے۔ اس میں سے آخری فضیلت یہ ذکر فرمائی "مجھ پر نبوت ختم ہوگئی ہے"۔ غرض کہ آپؐ اس دجالی اور کذابی فتنے سے بخوبی واقف تھے۔ اس لئے "ختم نبوت" کے قرآنی اعلان کو طرح طرح سے واضح فرمایا۔ اور اپنی ذات پاک پر نبوت کے اختتام کا طرح طرح سے یقین دلاتے رہے۔ مگر اس بدنصیبی کا کیا جائے کہ دشمنانِ دین و اسلام نے پھر بھی، تمام تاکیدوں ادھر اُدھر

کے باوجود، اپنی نبوت کا جھوٹا اعلان کیا، خود بھی گمراہ ہوئے اور امت کے افراد کو بھی تباہ و برباد کیا، خود نبی اکرمؐ کے سامنے بھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں یہ صورت پیش آئی، آپ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اس گمراہی کا قلع قمع کر دیا۔ مگر اس کے بعد بھی برابر جھوٹے مدعیان نبوت اٹھتے رہے، اور الحمد للہ ہر دور میں علماء امت نے خم ٹھونک کر ان کا مقابلہ کیا۔ بڑھتے ہوئے سیلاب کو روک دیا، بہت تھوڑی جماعت اُن کے دجل و فریب سے متأثر بھی ہوئی۔ مگر امت کی اکثریت کو، ہر دور کے علماء حق اور مبلغینِ اسلام نے اس فتنے کے بھنور میں ڈوبنے سے بچایا ہے۔

ہندوستان میں بھی یہ، اور دوسرے فتنے نئے نئے روپ سے ابھرتے رہے ہیں اور ان سب میں گہرا، گمراہ کن اور دیرپا فتنہ مرزا غلام احمد قادیانی کا فتنہ تھا۔ جو تجدد، محدثیت، مہدویت، مسیحیت سے ترقی کر کے حریم نبوت کے تقدس کو بزعم خویش تار تار کر گیا۔ اور اپنے آغاز سے لے کر آج تک یہ فتنہ برابر موجود ہے۔ وقتاً فوقتاً جگہ جگہ سر اٹھاتا رہتا ہے۔ پاکستان اور امریکہ تو اس فتنے کا گڑھ بن ہی چکا ہے۔

مرزا کے دعوے کے اسباب!

مرزا نے ایسا دعویٰ کیوں کیا، متعدد تحریروں کے دیکھنے کے بعد سمجھ میں آتا ہے کہ اوّل تو خود ان کے دماغ میں بچپن ہی سے، تعلّی، عُجب، خود نمائی اور طلبِ شہرت کا کیڑا رینگتا رہتا تھا۔ اس پر ستم یہ کہ طرح طرح کے موذی امراض کا حملہ، مالیخولیا، ہسٹیریا، اور جانے کیا کیا، الا بلا، جس میں انسان کا دل و دماغ صحیح کام نہیں کر سکتا تھا۔

مولانا ابو الحسن علی ندوی تحریر فرماتے ہیں:۔

"مرزا غلام احمد قادیانی جو ذہنی انتشار کے مریض تھے سلہ اور بڑی شدت سے اپنے دل میں یہ خواہش رکھتے تھے کہ وہ ایک نئے دین کا بانی بنے، ان کے کچھ متبعین اور مومنین ہوں اور تاریخ میں اُن کا ویسا ہی نام و مقام ہو جیسا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔"

دوسرا یہ کہ سارے ملک اور ملتِ اسلامی کی بدنصیبی کہیے، انگریزوں کو ایک ایسے شخص کی تلاش تھی جس سے وہ سودے بازی کر سکیں، اور وہ سودے بازی یہ کہ (ا) اس شخص کے ذریعے مسلمانوں کو اپنی مخالفت سے باز رکھ سکیں (ب) مسلمانوں کے اندر سے جذبۂ جہاد کو ختم کر سکیں (ج) مسلمانوں کو اپنا وفادار اور اطاعت گذار بنا سکیں۔ ان تین مقاصد کے لئے انگریز کسی کو اپنا آلۂ کار بنانا چاہتے تھے۔ انگریز جانتے تھے کہ مسلمان دین کے

سلہ یہ حاشیہ مولانا ندوی مدظلہٗ کا ہے "اس شخص میں تین ایسی چیزیں بیک وقت جمع تھیں جنھیں دیکھ کر ایک مؤرخ فیصلہ نہیں کر پاتا کہ اُن میں سے اہم ترین اور حقیقی سبب کسے قرار دیا جائے جس نے اس شخص سے یہ ساری حرکتیں سرزد کرائیں (۱) دینی رہنمائی کے منصب پر پہنچا جائے اور نبوت کے نام سے پورے عالمِ اسلام پر چھایا جائے۔ (۲) مالیخولیا، جس کے بار بار تذکرہ سے اس کی اور اس کے ماننے والوں کی کتابیں بھری پڑی ہیں (۳) مبہم اور غیر واضح قسم کے سیاسی اغراض و مفادات اور سرکار انگریزی کی خدمت گذاری"

مولانا علی میاں ندوی ص ۹ "قادیانیت دینِ محمد اور اسلام کے خلاف ایک بغاوت" مجلس تحقیقات و نشریات لکھنؤ

معاملے میں خاصے جذباتی ہوتے ہیں۔ قرآن دین اور رسول کا نام لیکر اس قوم سے بڑے سے بڑا کام لیا جاسکتا ہے۔ پھر یہ بڑے بھلے اور دین میں غلط یا صحیح کی تمیز کرنے کی زحمت بھی نہیں کرتے۔ چنانچہ انھیں مسلمانوں میں ایک ایسے ہی شخص کی تلاش تھی جو دین کے نام پر مسلمانوں کو بیوقوف بنا کر ان کا یہ مقصد پورا کرسکے۔ مرزا غلام احمد نے یہ سودا قبول کر لیا اور بئسما اشتروا به ثمنا قليلاً کی خفگی کو نظر انداز کرکے یہ خدمت انجام دینے لگے، چنانچہ مرزا میں انگریز پرستی جنون کی حد تک موجود تھی، اپنی تقریر، تحریر اور عمل سے وہ اس کا ثبوت دیتے رہتے تھے۔ اور ہر اس مجاہد یا جماعتِ مجاہدین کو گالیوں، طعنوں اور سب وشتم سے نوازتے رہتے تھے جو انگریزوں سے مقابلہ کر رہے تھے یا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے حتیٰ کہ ۱۸۵۷ء کے شریک اور شہداء کو انھوں نے "بے رحم، کم عقل، بد اخلاق، بے انصاف چور، قزاق، حرامی،" اپنے محسن گورنمنٹ انگریز پر حملہ آور،" یہ سب کچھ بتایا۔

اور ایسا کیوں نہ ہوتا۔ جب کہ یہ شخص اور اس کی جماعت انگریزوں کا ہی پیدا کردہ، اور انگریزوں ہی کے رحم وکرم پر باقی تھا، بڑھ رہا تھا۔ اس بارے میں مولانا علی میاں نے بہت عمدہ نفسیاتی تجزیہ فرمایا ہے

"علمی اور تاریخی حیثیت سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ قادیانیت فرنگی سیاست کے بطن سے وجود میں آئی ہے۔"

آگے مولانا علی میاں کا بیان ہمارے اس خیال کیلئے سند کا درجہ رکھتا ہے "مولانا، سید احمد شہید، سوڈان میں شیخ محمد احمد سوڈانی، جمال الدین انصاری کی تحریک اور جذبۂ جہاد کا ذکر فرماکر تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ سرگرمیاں برطانوی حکومت کے لئے پریشانی اور تشویش کا باعث تھیں

اس نے ان سب خطرات کو محسوس کیا"
اور پھر مولانا انگریزوں کی چالبازیوں کا ذکر فرماتے ہیں۔
" اس نے مسلمانوں کے مزاج و طبیعت کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ ان کا مزاج دینی مزاج ہے۔ دین ہی انھیں گرماتا ہے اور دین ہی سلا سکتا ہے۔ لہذا مسلمانوں پر قابو پانے کی واحد شکل یہ ہے کہ ان کے عقائد اور ان کے دینی میلانات و نفسیات پر قابو پایا جائے" یہ تھی وہ دُہری مصیبت جس نے مرزا کے عظیم فتنے کو جنم دیا، ایک طرف انگریزوں کی مکارانہ نفسیات، دوسری طرف مسلمان کی مذہبی جذباتیت، اور پھر امّتِ مسلمہ کی بدنصیبی سے انگریزوں کو اپنے مقصد برآری کے لئے انھیں مرزا ایسا ایمان فروش بھی ہاتھ لگ گیا۔ بقول مولانا ندوی۔
" برطانوی حکومت نے یہ طے کیا کہ مسلمانوں ہی میں کسی شخص کو ایک بہت اونچے دینی منصب کے نام سے ابھارا جائے کہ مسلمان عقیدت کے ساتھ اس کے گرد جمع ہو جائیں۔ اور وہ اس حکومت کی وفاداری اور خیر خواہی کا ایسا سبق پڑھائے کہ پھر انگریزوں کو مسلمانوں سے کوئی خطرہ نہ رہے"۔ اور مرزا نے انگریزوں کی یہ تمنا پوری کر دی۔ اور اپنی پوری زندگی اپنے ولی نعمت انگریز کیلئے وقف کر دی۔ اور پھر دینی منصب کے نام سے تو ایسا ابھرے کہ ابھرتے ابھرتے جیسا کہ معلوم ہوا ہے مقام تجدید پھر مہدویت مسیحیت حتیٰ کہ نبوت تک جا پہنچے اور انگریزوں سے وفاداری اور خیر خواہی کا سبق پڑھاتے پڑھاتے انھوں نے اسلام کا ایک رکن "جہاد" ہی کو قرآن کی تعلیم کے مخالف قرار دیدیا کیونکہ مرزا اور اس کے ماننے والے

انگریزی حکومت کیلئے سچے جاں نثار، دوست اور کامیاب جاسوس کا کام کر رہے تھے۔

اب ہم ان کے دعاوی پر ایک سرسری نگاہ ڈال کر بات ختم کرتے ہیں اگرچہ اس موضوع پر دفتر کے دفتر چھپ چکے ہیں۔

مرزا نے ۱۸۷۷ء اور ۱۸۸۰ء کے دوران آریوں کے خلاف بحث ومباحثے کا آغاز کیا وہ اس وقت اچھا خاصا انسان تھا، اس کے مذہبی عقائد میں کوئی فرق اور تبدیلی نمایاں نہ تھی۔ اس لعنت کا پتہ و نشان تو ۱۸۸۲ء سے ظاہر ہونا شروع ہوا۔ مگر غنیمت تھا کہ اشارے دکنایے میں باتیں ہوتی رہیں۔ برملا بغاوت کی ہمت نہ ہوئی تھی مگر ۱۸۸۸ء آتے آتے مجدد ہونے کا دعویٰ کر ڈالا اور صاف کہا،،

"آپ کو مجدد ہونے کی حیثیت سے اللہ نے اصلاحِ امت کا کام سپرد کیا ہے،، [۱]

اور پھر ۱۸۹۱ء میں آپ کا ایک دوسرا کریہہ رُخ ظاہر ہوا جب مرزا نے یہ اعلان کیا۔

"مسیح موعود مر چکے ہیں اب زندہ نہیں ہوں گے۔ میں چونکہ ان کے مثل ہوں اس لئے میں ہی مسیح ہوں"

اپنی دو کتابوں "فتح اسلام" اور "توضیح المرام" میں متعدد جگہ یہ دعویٰ ظاہر کرتے ہیں۔

"مسیح جو آنے والا تھا یہی (مرزا) ہے"

---

[۱] مجموعۂ اشتہارات مسیح موعود بحوالۂ قادیانیت اپنے آئینے میں ص ۲۴

"مسیح کے نام پر یہ عاجز (مرزا) بھیجا گیا ہے" [1]

پھر ایک جگہ مسئلے کو صاف ہی کر دیا

"میرا دعویٰ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدا تعالیٰ نے دعویٰ کیا ہے۔ کہ پاک کتابوں میں پیشین گوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانے میں ظاہر ہو گا" [2]

یہ ایک دردناک طویل اور مسلسل داستان ہے ہم اور چند حوالوں کو ذکر کر کے نبوت کے بارے میں مرزائی دریدہ دہنی ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ

"خدا نے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا، ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول ہیں"

قادیانی اخبار ریویو آف ریلیجنز رقم طراز ہے۔

"حضرت مسیح موعود (غلام احمد) کا ذہنی ارتقاء آنحضرت ؐ سے زیادہ تھا"

اخبار "الفضل" مرزا محمود کی ڈائری میں سے ایک دعویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

"یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے، بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے، بلکہ حضرت محمد ؐ سے بھی بڑھ سکتا ہے"

صرف امت محمدؐ ہی کو نہیں تمام انبیاء کو بھی مرزا کی نبوت پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ "عقل و خرد سے بیگانے" مرزا کے ماننے والوں کا حال ہے اُن کے صاحبزادے کا بیان ہے

"جب تمام انبیاء علیہ السلام کو مجملاً حضرت مسیح موعود (مرزا) پر ایمان لانا اور اس کی نصرت کرنا فرض ہوا، تو ہم کون ہیں جو نہ مانیں" الفضل،

خود مرزا اپنے آپ کو پیغمبر آخر الزماں سے افضل قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے

---

[1] تحفہ گولڑویہ بحوالہ قادیانیت اپنے آئینہ میں۔

"لہٗ خسف القمر المنیر وان لی - غسا القمران المشرقان أتنکر"
حضورؐ کے لئے صرف چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا۔ اور میرے لئے چاند سورج دونوں تاریک ہو گئے۔ کیا اب بھی انکار کرو گے" (اعجازِ احمدی ص۷۱)
اور خرافات سنئے

"تین ہزار معجزات ہمارے نبیؐ سے ظہور میں آئے" (تحفۂ گولڑویہ) اور اپنی ذات کے لئے

"اس خدا نے میری تصدیق کی، بڑے بڑے نشان ظاہر کئے جو تین لاکھ تک پہنچے" "تتمہ حقیقۃ الوحی"
ابھی تسکین نہیں ہوئی۔

"خدا نے مجھے دس لاکھ معجزات عطا کئے" براہین احمدیہ،
یہ مشتے نمونہ، خود مرزا کے اور ان کے ماننے والوں کی تحریروں کے حوالے سے کچھ چیزیں پیش کی گئی ہیں، ان خرافات اور ان کی زیادہ تر جھوٹی پیشین گویوں کے باوجود، حیرت اُن مسلمانوں پر ہے جو ایسے انسان کو نہ صرف مقتدیٰ پیشوا بلکہ نبی تک مان بیٹھے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ اس قسم کے کردار کو عقلِ سلیم قبول کس طرح کرتی ہے۔

اب ہم مرزا کو روئیں یا اُن کے ماننے والوں کے ذہنی دیوالیے پن پر ماتم کریں۔ بہرحال نبوت کی خاتمیت پر زور لگا کر مرزا نے امت کو جس تشتت اور انتشار میں مبتلا کر دیا ہے، مسلم قوم کے مرکزی اتحاد کو جس طرح پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی ہے، ہندوستان کی جہادِ آزادی اور استخلاصِ وطن کی کوششوں کو انگریزوں سے خفیہ و اعلانیہ معاملات کر کے جس طرح سبوتاژ کیا ہے۔ ایشیا و افریقہ کے مظلوم عوام کو جس طرح مغربی آقاؤں کے عشرت کدوں یا مذبح خانوں

کے حوالے کر دینے کی اسکیم بنائی، یہ ایسے ابواب ہیں کہ اگر ایک طرف علماء، بلکہ اسلام کے ہر فرد کا یہ فرض ہے کہ اُس ناپاک تنظیم کے بیج اور اُس کے اثرات کو روئے زمین سے مٹا دیں۔ تو دوسری طرف ایک سیکولر، انصاف پسند حکومت کا بھی یہ اخلاقی فرض ہے کہ اُس جماعت کو برداشت نہ کرے۔ جس کا دامن ملک سے وفاداری کی نسبت سے ماضی میں داغدار رہا ہے۔ دارالعلوم اور جمعیۃ العلماء کے علماء کرام نے ہمیشہ ہی یہ فرض پورا کیا ہے۔ اور آج پھر۔ الحمدللہ مذہبی اور دینی لحاظ سے دارالعلوم کو اس فتنے کا شدید احساس ہوا اور ہمیشہ کی طرح پھر یہ مرکزی ادارہ آگے آیا ہے۔

ربّنا تقبّل منّا انّك انت العزیز الحکیم

اور اب اُن کے بارے میں اس کے علاوہ کیا کہا جائے

لا تحسبن الله غافلا عمّا یعمل الظٰلمون انّما یؤخرھم لیوم تشخص فیه الابصار،

مسئلہ ختم نبوّت کتاب وسُنّت کی روشنی میں

از۔ محمّد ظفیر الدین مُفتی دارالعُلوم دیوبند

الحمد للہ رب العٰلمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ رسولہٖ خاتم النبیین و علیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین ۔

دنیا جانتی ہے کہ ہندوستان ایک مذہبی ملک ہے ۔ اس کے رگ و ریشہ میں مذہب رچا بسا ہوا ہے ۔ یہاں بسنے والے مختلف مذاہب کے پیرو ہیں ، ہندو مسلم سکھ عیسائی سبھی یہاں رہتے سہتے ہیں ۔ اور اپنے دین و دھرم سے انس و محبت رکھتے ہیں ۔ بلکہ اپنے دین کی حفاظت پر اپنی جانیں نچھاور کرتے ہیں ۔

مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر دور میں کچھ افراد مختلف راستوں سے مذہب پر حملے کرتے رہے ہیں ۔ چونکہ یہاں عرصہ تک مسلم حکمراں رہے ۔ اس لئے اسلام کو سب سے زیادہ نشانہ بنایا گیا ، اور مزے کی بات یہ ہے کہ جہاں غیر مذہب والوں نے مخالفت کی اسکی راہیں اپنے لوگ بھی حملہ آور ہوتے رہے ۔

مسلمانی حکومت کے ختم ہوتے ہی کہنا چاہئے " اسلام " مخالفین کے نرغہ میں آگیا ۔ انگریز جو نئے حکمراں کی حیثیت سے آئے تھے ۔ انھوں نے خصوصی طور پر اسلام کو

مٹانے کی جدوجہد کی۔ اور یہی وجہ ہے کہ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے بے دردی کے ساتھ علماء اسلام کو تہ تیغ کیا، ان کو پھانسیوں پر لٹکایا، اور جو تھوڑے بہت بچ گئے تھے، ان پر مقدمہ قائم کرکے کالا پانی بھیج دیا، اور انھیں تڑپ تڑپ کر جان دینے پر مجبور کیا۔

دوسری طرف عیسائیت کی تبلیغ کیلئے پوپ پادریوں کا جم غفیر بلالیا، اور ان کی پشت پناہی کے لئے ایک مکتی فوج بنادی۔ نئے حکمرانوں نے سوچا تھا کہ وہ بڑی آسانی کے ساتھ متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں کو عیسائیت میں داخل کرلیں گے۔ اور اس طرح ان کی طرف سے حکومتِ وقت کو جو شدید خطرہ لاحق ہے وہ ٹل جائے گا۔

ادھر بچے کھچے علماء دین متفکر تھے کہ اس ملک میں اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کیلئے کیا کیا جائے اور ان کو اپنے سچے دین قیم پر کس طرح باقی رکھا جائے؟ یہ بڑا ہی صبر آزما اور خطرناک وقت تھا، حکومت کے ساتھ ساتھ جان ومال کی بھی بربادی ہوچکی تھی۔ لے دے کر دین باقی تھا۔ وہ بھی زد پر تھا۔ بلکہ سب سے زیادہ وہی نشانہ بنا ہوا تھا،

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا کرے بانیانِ دارالعلوم دیوبند کو جنھوں نے ایسے نامساعد حالات کے باوجود ہمت نہیں ہاری، قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ بڑی جرأت اور ہمت کے آدمی تھے۔ ساتھ ہی دور اندیش اور ملک وملت کے بہی خواہ تھے، وہ برابر اپنے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے پنجاب جاکر مشورہ کرتے رہے۔ جو وہاں ۱۸۵۷ء کے بعد روپوش ہوگئے۔ بالآخر ربّ العٰلمین نے ان بزرگوں کے دلوں میں مدارسِ دینیہ کے قیام کا جذبہ بطور الہام پیدا فرمادیا۔ حضرت نانوتوی رحؒ اس کے محرکِ اول تھے۔

انھوں نے اپنے ساتھی اور احباب حضرت امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حاجی سید عابد حسینؒ، مولانا ذوالفقار علیؒ، مولانا فضل الرحمٰن عثمانیؒ اور دوسرے ہمدردوں سے مل کر پہلے دیوبند میں ایک عربی اسلامی مدرسہ کی داغ بیل ڈالی، پھر مرادآباد، نگینہ گلاوٹھی اور جہاں جہاں اثرات تھے۔ مدارس دینیہ قائم کرلئے۔ اور مسلمانوں کے چندوں سے ان کو چلانے کی رہنمائی فرمائی۔ اور اصول ہشت گانہ لکھ کر ہدایات جاری فرمایا کہ ان اصولوں کو پیش نظر رکھا جائے۔

دیوبند کا یہی مدرسہ اسلامی عربی جو ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۶ء میں چھتہ کی مسجد میں قائم ہوا تھا۔ بہت جلد تھوڑے ہی دنوں میں پورے متحدہ ہندوستان میں پھیل گیا۔ اور مرکزی دارالعلوم بن گیا۔ پوپ پادریوں اور آریہ تحریک کے مقابلہ میں سینہ سپر ہوگیا، پہلے خود حضرت نانوتویؒ اور آپ کے تلامذہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن، مولانا احمد حسن امروہی، مولانا فخرالحسن گنگوہیؒ۔ مولانا رحیم اللہ بجنوری۔ مولانا عبدالعلی میرٹھی۔ مولانا منصور مرادآبادیؒ اور دوسرے شاگردان گرامی قدر۔ میدان عمل میں آئے۔ اور حفاظت دین کے لئے اپنی جانوں کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ یہ واقعہ ہے کہ پوپ پادریوں اور انگریزی حکومت کو اسلام کے سلسلے میں علماء دیوبند کے مقابلہ میں شکست کھانی پڑی۔ اور مذہبی طور پر ان کی برتری ماننے پر مجبور ہوئی۔

مگر انگریز پھر بھی کہاں چین سے بیٹھنے والے تھے۔ انھوں نے علماء کو شکست دینے کی دوسری تدبیریں اختیار کیں۔ خود مسلمانوں میں سے بہت سارے لوگوں کو اسلام کے خلاف کھڑا کردیا۔ فرقہ بہائی، بابی۔ اور دوسرے ملحدین کو طاقت پہنچائی کہ وہ مسلمانوں میں مذہب کے نام پر تفریق پیدا کریں اور علماء کا رُخ انگریز دشمنی سے اپنے مذہب کی حفاظت کی طرف پھیر دے۔

لیکن دارالعلوم دیوبند اب توانا ہو چکا تھا۔ اس کے فرزند پورے ملک میں پھیل چکے تھے۔ بلکہ ہندوستان سے نکل کر غیر ممالک میں جا چکے تھے۔ اور اشاعت دین کی خدمت میں منہمک ہو چکے تھے۔ اس لئے ملک میں وہ تمام تحریکیں آگے نہ چل سکیں، جو انگریزوں کے سہارے اٹھ رہی تھیں۔

خوب ذہن نشین کرلیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے علماء دیوبند کو ایک خاص "نور بصیرت" عطا فرمائی ہے۔ وہ بہت جلد بھانپ لیتے ہیں کہ کن تحریکوں کا کیا منشاء ہے اور اس کا رُخ کدھر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بیسیوں نئی نئی جماعتیں بنیں۔ اور انھوں نے اسلام کو نقصان پہونچانے کا ارادہ کیا۔ مگر ان کو کامیابی نصیب نہیں ہوئی علماء دیوبند ہر محاذ پر سینہ سپر ہو گئے۔ اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے، جب تک مخالف جماعت نے دم توڑ نہیں دیا۔

قادیانیت کا فتنہ بھی دراصل انگریزی حکومت کا پیدا کردہ ہے۔ یہ دَور جنگ آزادی کا دورِ شباب تھا۔ علماء آگے بڑھ کر انگریزی حکومت کے خلاف بول رہے تھے۔ انگریزوں نے اُن کا رُخ موڑنے کیلئے اس تحریکِ قادیانیت کو بھرپور تعاون دیا۔ اس جماعت سے جہاد کے خلاف فتویٰ دلایا۔ اور چاہا کہ مسلمانوں کو اس میں الجھایا جائے۔ اور علماء اس میں الجھ کر انگریزی حکومت کے خلاف جہاد بند کردیں۔

خاکسار نے قادیانیت بالخصوص بانیٔ قادیانیت کا جہاں تک مطالعہ کیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس فتنہ کا بانی مالیخولیا کا مریض تھا۔ اس لئے اس کے بیان اور تحریر میں اس قدر تضاد اور اختلاف ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ اور جن لوگوں نے اس فتنہ کو قبول کیا۔ یقیناً وہ بھی عقل و خرد سے بیگانہ تھے، یا انگریزوں کو خوش کرنا چاہتے تھے، اور عہدوں کے طالب تھے۔

بانیٔ فتنہ نے کبھی مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ کبھی مہدی بننے کا اعلان کیا۔ کبھی

مسیحِ موعود بنا۔ اور آخر میں آکر نبوت کا مدعی بن گیا۔ اور اسلامی تعلیمات میں من مانی کتر بیونت شروع کردی، پھر نبوت کی مختلف قسمیں بیان کیں۔ تشریعی غیر تشریعی، ظلی، بروزی، لغوی، مجازی، نہ معلوم کیا کیا بکواس کی۔

کوئی شبہ نہیں کہ صورتِ حال علماء حق کیلئے بڑی ہی ناگوار اور خطرناک تھی۔ بالخصوص علماء دیوبند یہ دیکھ کر بیچین ہو گئے، مگر اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر انھوں نے طے کرلیا کہ اس فتنہ کو ختم کرنا ہے۔ خواہ اس کیلئے جتنی بھی قربانیاں دینا پڑے اور جس قدر بھی مصیبت برداشت کرنا پڑے۔

اس زمانہ میں دارالعلوم دیوبند کی صدارتِ تدریس پر محدث العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ قدس سرہٗ جیسے جلیل القدر عالم ربانی فائز تھے۔ جن کے علم و عمل اور قوت حافظہ کی اپنے اور غیروں سبھوں میں دھوم تھی۔ کچھ لوگ انھیں چلتا پھرتا کتب خانہ کہا کرتے تھے۔ اور بلاریب حضرت شاہ صاحب بڑی خوبیوں کے مالک تھے، اور اللہ تعالیٰ نے انھیں وافر علم حدیث و فقہ سے نوازا تھا اہتمام کی مسند پر حضرت نانوتویؒ کے خلف الرشید مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ جلوہ افروز تھے۔ جب ان تک اس فتنہ کی خبر پہونچی۔ تو یہ سراپا عمل بن کر میدان میں اتر آئے اور فرمایا۔ کہ بھائی یہ فتنہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین قیم پر بڑا حملہ ہے۔ جب تک یہ مٹ مٹا نہ جائے۔ چین سے بیٹھنا جائز نہیں ہے۔

اس زمانہ میں حضرت شاہ صاحب کے تلامذہ ذی علم، ذی استعداد اور دین متین پر جان دینے والے تھے۔ استاذ کے ساتھ۔ یہ سارے تلامذہ اس فتنہ کی سرکوبی پر آمادہ ہوگئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے خود بھی اس فتنہ کے خلاف متعدد کتابیں لکھیں۔ دورے کئے۔ اور اسی کے ساتھ دارالعلوم کے دیگر اساتذہ نے بھی کتابیں تصنیف کیں۔ اور دورے کئے۔ پھر سارے ہندوستان میں ہر مسلک کے

علماء بھی اس فتنہ کی سرکوبی کیلئے میدان میں نکل آئے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ مجدد العلم والعرفان مولانا سید محمد علی مونگیری بانیٔ ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ اور دوسرے علماء کرام نے بھی اس محاذ پر اپنی طاقت لگادی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ فتنہ بہت جلد قادیان میں سکڑ کر رہ گیا۔ ہندوستان کی سرزمین بہت حد تک پاک و صاف ہوگئی —— ملک کی تقسیم کے بعد اس فتنہ نے پھر ایک دفعہ پاکستان میں سر اٹھایا اور بڑی قوت کے ساتھ تحریک شروع ہوئی۔ مگر پاکستان میں علماء دیوبند کی ایک بڑی جماعت موجود تھی وہ اس کو کہاں برداشت کرسکتی تھی۔ حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ۔ اور دوسرے علماء سینہ سپر ہوگئے، اور پوری قوت کے ساتھ اس کی سرکوبی میں جدوجہد شروع کردی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے عالم اسلام (ممالک اسلامیہ) نے قادیانیوں کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا۔ اور اس کا اعلان کیا، پھر حکومتِ پاکستان نے اس فرقہ کو غیر مسلم قرار دیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس فتنہ کو ابھرنے سے روک دیا۔ بلکہ ایک محدود دائرہ میں بند کردیا۔ اب یہ فتنہ بحمداللہ دب دبا گیا۔ مگر بہرحال اب بھی کہیں کہیں دو چار گھرانے اس فتنہ میں مبتلا ہیں۔ اور مخالفِ اسلام طاقتیں اس کو ابھارنا چاہتی ہیں۔

دارالعلوم دیوبند چاہتا ہے کہ موجودہ نسل جو اس فتنہ سے تقریباً ناآشنا ہے اس کو آگاہ کرے، اور آئندہ کیلئے ان کو آمادہ و تیار کرے تاکہ جب کبھی وقت آئے، تو یہ میدانِ عمل میں کود پڑیں۔ اور جہاں جہاں اس وقت اس فتنہ کی چنگاری نظر آئے، اسے ہمیشہ کیلئے بجھا ڈالیں، اور اسی نام پر دوسرے آنیوالے فتنوں کی سرکوبی کا بھی بھرپور جذبہ پیدا کریں۔ اس فتنہ کا سب سے بڑا محاذ ختم نبوت کا مسئلہ ہے، جس کو اس نے مشکوک بنانے کی سعی کی ہے۔ مگر اس عنوان پر

بڑی عمدہ اور مضبوط کتابیں چھپ چکی ہیں۔ لہٰذا اس وقت مناسب معلوم ہوا کہ اس پر سرسری نظر ڈال لی جائے۔ اور یہ بتادیا جائے کہ مسئلہ ختم نبوت مسلّم ہے اور سارے شکوک وشبہات سے بالاتر ہے۔ عہد نبوت سے لے کر اب تک یہ مسئلہ بے غبار رہاہے۔ اور انشاء اللہ تا قیامت بے غبار رہے گا۔

مسئلہ ختم نبوت کے متعلق اگر یہ ذہن نشین ہوجائے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ نبوت ختم ہوچکی ہے۔ اور نبوت کا دروازہ ہمیشہ کیلئے بند ہوچکا ہے، نہ تشریعی باقی ہے۔ نہ غیر تشریعی نہ ظلی باقی ہے اور نہ بروزی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد جو بھی کسی طرح کی نبوت کا مدعی ہے، وہ جھوٹا کذاب اور دجال ہے، جیساکہ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لاتقوم الساعۃ حتّٰی یبعث دجالون کذابون، کلھم یزعم انہٗ نبیٌّ وأنا خاتم النبیین، لانبی بعدیٔ (ابوداؤد)

قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک بہت سے دجال اور جھوٹے نہ اٹھائے جائیں۔ جن میں سے ہر ایک یہ خیال کرتا ہو کہ وہ نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی اور نبی دوسرا ہونے والا نہیں ہے۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭
٭ ٭ ٭ ٭ ٭

سیکڑوں آیتیں اور حدیثیں ہیں۔ جن سے صراحت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام ہوچکی ہے۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی آنیوالا نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ماکان محمّد أبا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین،

محمد تمہارے مردوں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں۔ اور سب

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ○ نبیوں کے ختم پر ہیں، اور اللہ ہر چیز کو
(الاحزاب پ۲۲ ع ۵) خوب جانتا ہے۔

اس آیت میں صراحت ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ اور تمام نبیوں کے بعد آپ کی تشریف آوری ہوئی ہے۔ آپ کے بعد کوئی اور دوسرا ہونے والا نبی نہیں ہے۔ بلکہ خاتم النبیین خود آپ ہی ہیں۔ آپ کے بعد قیامت تک جتنے انسان ہوں گے۔ وہ سب آپ کی امت میں داخل ہوں گے۔

خود قرآن پاک میں ہے:۔

قُلْ یا ایھا النّاس انّی رسول اللّٰہ الیکم جمیعًا۔ الذی لہٗ ملک السمٰوات والارض۔ آپ کہہ دیجئے۔ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں جس کی بادشاہی ہے تمام آسمانوں اور زمین
(الاعراف پ۹ ع ۲۰) میں۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق صراحت ہے۔ کہ آپ زمین پر تمام بسنے والے انسانوں کے رسول برحق ہیں، قیامت تک جو بھی انسان پیدا ہوگا آپ کی امت میں داخل ہوگا اور اس کا فرض ہوگا کہ آپ کے لائے ہوئے دین قیم کی پیروی کرے۔ چنانچہ دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وما ارسلناک الّا کافّۃ للنّاس بشیرًا ونذیرًا۔ (سبا پ۲۲ ع ۳) اور ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭

دنیا کے تمام انسانوں کی رہبری و ہدایت آپ کی ذات اقدس سے تعلق رکھتی ہے جنت کی خوشخبری سنا دیجئے۔ ان لوگوں کو جو ایمان و اسلام کی دولت قبول کریں۔ اور دوزخ سے ڈرایئے ان کو جو ایمان و اسلام کی دولت سے محروم رہ گئے ہیں۔

ایک اور جگہ قرآن نے کہا۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء ۱۷ ع ۷) — اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو لیکن دنیا جہاں کے لوگوں پر مہربانی کرنے کیلئے

ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ آپ کی نبوت عام ہے۔ اپنے عہد کے انسانوں کے لئے بھی اور قیامت تک پیدا ہونے والوں کے لئے بھی۔ آپ کے بعد کسی نبی و رسول کو آنا نہیں ہے۔ اور خدا کا دین آپ پر مکمل کر دیا گیا ہے۔ اس دینِ مبین میں کہیں سے کوئی کمی یا خامی باقی نہیں رہی کہ کسی اور نبی کی ضرورت باقی کہی جا سکے۔ ربّ کائنات جل مجدہ نے اعلان فرمایا۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ (المائدہ ۵) — میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی۔ اور میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

یہاں ایک اور بات بتا دینے کی ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ خاتم النبیین میں دو قرأتیں ہیں۔ تار کے زبر کے ساتھ بھی ہے۔ اور تار کے زیر کے ساتھ بھی ہے۔ قاری حسن اور عاصم نے تار کو زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور ان دونوں کے علاوہ دوسرے تمام قاریوں نے تار کے زیر کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور دونوں کے معنی ختم کرنے والے اور اخیر کے آتے ہیں۔ معنیٰ خاتم النبیین الذی ختم النبیون بہ ومآلہ آخر النبیین، (روح المعانی ص۵۹ ج۷) ترجمہ: پس خاتم النبیین کے معنیٰ ہوں گے وہ ذات جس پر سلسلۂ انبیاء ختم کر دیا گیا ہو، اور اس کا حاصل آخر النبیین ہی ہے۔

معلوم ہوا کہ خاتم ہو یا خاتم نتیجہ کے اعتبار سے دونوں کے معنیٰ ایک ہیں کہ نبیوں کے ختم کرنے والے اور سارے نبیوں کے بعد آنے والے، اُوپر کی آیتیں جو نقل کی

گئیں۔ اُن سے بھی وضاحت کے ساتھ یہی معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم المرسلین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔

مفرداتِ امام راغب میں ہے۔

وخاتم النبیین لانہ ختم النبوۃ ای تممھا بمجیئہٖ (ص ۱۴۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ نے سلسلۂ نبوت کو ختم کر دیا۔ یعنی آپ کے آنے سے وہ سلسلہ تمام ہو گیا۔

کلیات ابی البقاء، تاج العروس اور لسان العرب وغیرہ سبھوں نے یہی معنیٰ بیان کئے ہیں۔ اور یقیناً یہی معنیٰ ہیں۔ یہ واضح رہے کہ قرآن کی وہی تفسیر معتبر ہے جس کی تائید قرآن کے دوسرے حصے سے ہوتی ہو۔ یا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تشریح فرمائی ہو یا صحابۂ کرام اور تابعین رحمہم اللہ سے منقول ہو۔

ان لوگوں کی تفسیر قطعاً قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ جو اپنی رائے سے کرتے ہیں۔ یا جو تفسیر حدیثِ نبوی سے ہٹ کر کی جائے۔ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ۔

من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار ۔ (مشکوٰۃ)

جو شخص قرآن میں بغیر علم گفتگو کرے اسکو چاہئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم کو بنائے۔

حتیٰ کہ فرمایا گیا، اگر اس نے اپنی رائے سے صحت کو پا لیا، تو بھی اس کا شمار خطا ہی میں ہوگا۔

من تکلم فی القرآن برأیہ فاصاب فقد أخطا (مشکوٰۃ)

جس نے قرآن میں اپنی رائے سے گفتگو کی اور صحت کو پہونچ گیا، تو بھی اس نے خطا کی۔

آج کل یہ بھی ایک وبا پھوٹ پڑی ہے۔ کہ تجدد پسند قرآن کی تفسیر اپنے ذوق سے کرتے ہیں، جو ذوق موجودہ ماحول سے پیدا ہوا ہے۔ پھر وہ صحیح معنیٰ میں ان علوم و فنون سے واقف نہیں ہوتے ہیں۔ جن کی قرآن کے معنیٰ سمجھنے میں ضرورت ہوتی ہے۔ بلکہ ان میں مہارت تامہ ضروری ہے۔

لہذا خاتم النبیین کے وہی معنیٰ مستند ہیں۔ جس کی تائید قول رسول سے ہوتی ہے۔ اور جس کو اہل لغت نے اختیار کیا ہے۔ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے علامہ سیوطی نے لکھا ہے۔ اور بہت صحیح لکھا ہے۔

وإن الصحابة والتابعين والائمة ان كان لهم فى الأية تفسير وجاء قوم فسّروا الأية بقول اٰخر لاجل مذهب اعتقدوا وذٰلك المذهب ليس من مذاهب الصحابة والتابعين صار مشاركا للمعتزلة وغيرهم من اهل البدع فى مثل هذا

اگر آیت میں صحابہ و تابعین اور ائمہ تفسیر کی کوئی تفسیر منقول ہے۔ اور کوئی شخص اس کے بعد اپنے معتقد مذہب کے مطابق نئی تفسیر کرے اور وہ صحابہ کرام و تابعین کی تفسیر کے خلاف ہو تو ایسا شخص معتزلہ اور دوسرے اہل بدعت کے فرقہ میں شامل ہو گیا۔

(الاتقان ج ۲ ص۱۷۷)

یہ عجیب بات ہے کہ گمراہ فرقہ جو مسلمانوں میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ عوام کو سب سے پہلے قرآن کا نام لے کر ہی گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور بے پڑھے لکھے عوام یا وہ جدید تعلیم یافتہ جنھوں نے قرآن نہیں پڑھا ہے بڑی آسانی سے اس کی باتوں میں آجاتے ہیں۔ اور اپنی عاقبت برباد کر لیتے ہیں۔

حالانکہ جو فرقہ قرآن کا ایسا معنیٰ بیان کرتا ہے۔ جو صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین سے منقول نہیں ہیں۔ وہ یقیناً الحاد و دہریت ہے۔ اور دین قیم سے کھلی ہوئی

بغاوت ہے۔

قادیانی فرقہ نے بھی الحاد و دہریت کی یہی راہ اختیار کی۔ اور دنیاوی اغراض کیلئے قرآن پاک کے غلط معنیٰ بیان کرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کی ختم نبوت کا بیان قرآن پاک میں متعدد جگہ آیا ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنی کتاب ختم نبوت میں ننانوے آیتیں نقل کی ہیں۔ جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا ثابت ہے۔

ختمِ نبوت پر خود احادیث نبوی میں بھی بڑا ذخیرہ ہے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھ امور میں مجھے اللہ تعالیٰ نے دوسرے انبیاء کرام میں فضیلت عطا فرمائی۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔

وارسلت إلی الخلق کافۃ وختم لی النبیون (رواہ مسلم، مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین)

میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا، اور مجھ پر نبیوں کی آمد ختم کردی گئی ہے۔

ایک بار ارشاد ہوا کہ ہر نبی کسی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوئے، مگر مجھے عام انسانوں کیلئے مبعوث کیا گیا۔

وکان النبی یبعث الی قومہ خاصۃً وبعثت الی الناس عامۃً (متفق علیہ (ایضاً)

نبی اپنے خاص قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے۔ اور میں عام کی طرف مبعوث ہوا۔

ایک موقع سے سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انی عند اللہ مکتوب خاتم النبیین (ایضاً)

میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا گیا ہوں۔

ایک حدیث ہے۔

أنا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہٗ نبی متفق علیہ (مشکوٰۃ باب اسماء النبی) — میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ آئے۔

ان تمام حدیثوں میں ختم نبوت کی صراحت ہے۔ پھر اس میں تاویل کیسے چل سکتی ہے، خود رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باب میں کوئی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا ہے، جس سے اس مسئلہ میں کوئی تحریف کی جا سکے۔ اس پر تمام امّت کا اجماع ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول ہرگز نہیں آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا۔

أنا اٰخر الانبیاء وانتم اٰخر الاُمم (رواہ ابن ماجہ ایضًا) — میں تمام نبیوں کے بعد آیا، اور تم ساری امتوں کے بعد آخری امت ہو۔

ختم نبوت سے متعلق علماء کی تحقیق کے مطابق دو سو حدیثیں ہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ ان میں سے حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے دو سو سے زیادہ حدیثیں نقل کر دی ہیں ان حدیثوں کا مطالعہ وہاں کیا جا سکتا ہے۔ آیتِ کریمہ اور آپ کے خاتم النبیین کے پیش نظر امام غزالیؒ نے لکھا ہے۔

إن الامّۃ قد فہمت ہٰذا اللفظ انّہٗ افہم عدم نبی بعدہٗ أبدًا وعدم رسول بعدہ ابدًا وانّہٗ لیس فیہ تاویل ولا تخصیص فکلامہ من انواع الہذیان لایمنع الحکم بتکفیرہ لانہ مکذب لہٰذا النص الذی اجمعت — پوری امت نے خاتم النبیین کے الفاظ سے یہی سمجھا ہے کہ یہ آیت بتاتی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی بھی نہ کوئی نبی ہے اور نہ رسول ہے، اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ نہ اس میں کوئی تاویل ہے اور نہ کوئی تخصیص، اور جس نے اس کے خلاف سمجھا ہے

الامۃ علی انہ غیر ماول ولا مخصوص،
(کتاب الاقتصاد)

وہ اس کی بکواس ہے۔ اور جو تاویل کرے۔ اس کے کافر قرار دینے کو کوئی روک نہیں سکتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اس طرح نص صریح، آیت قرآنی کی تکذیب کرتا ہے۔ جس کے متعلق امت محمدیہ کا اجماع ہے۔ اور اس میں نہ کوئی تاویل کی گنجائش ہے، اور نہ کسی تخصیص کی۔

ایسے لوگ جو ختم نبوت میں شک کرتے ہیں۔ ان کو علماء اسلام نے بالاتفاق کافر و مرتد اور واجب القتل قرار دیا ہے۔ اور گذشتہ زمانہ میں ایسے اشخاص کو علماء کرام کے فتاویٰ کی بنیاد پر قتل بھی کیا گیا ہے۔ عہد نبوی میں مسیلمہ کذاب قتل کیا گیا۔ اسود عنسی قتل کیا گیا۔ حضرت کشمیریؒ نے اس سلسلے میں بہت سارے فتاویٰ اپنی کتاب اکفار الملحدین میں جمع کر دیا ہے۔ ایک جگہ شرح شفاء کے حوالے سے لکھتے ہیں

"اسی طرح ابن قاسم مالکی نے اس شخص کو مرتد کہا۔ جو خود کو نبی کہے۔ اور دعویٰ کرے کہ ہمارے پاس وحی آتی ہے۔ سحنون مالکی کا قول بھی یہی ہے ابن قاسم نے نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو مرتد قرار دیا ہے، خواہ وہ پوشیدہ طور پر اپنی نبوت کی دعوت دیتا ہو، خواہ اعلانیہ طور پر، اسلئے کہ وہ اسطرح آیت قرآنی، خاتم النبیین، کا انکار کرتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تکذیب کرتا ہے اسلئے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر بہتان لگاتا ہے، اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے پاس

وحی بھیجا ہے۔ اور مجھے رسول بنایا ہے۔" (اکفار الملحدین)

قاضی عیاض رحؒ اپنی کتاب شفاء میں فرماتے ہیں:۔

"کہ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے حارث نامی مدعی نبوت کو قتل کر کے عبرت کیلئے سولی پر لٹکایا تھا۔ اسی طرح اور بہت سے دوسرے خلفاء اور سلاطین نے ایسے تمام مدعیانِ نبوت کو قتل کیا ہے، اور علماء امت نے اس قتل کی تصویب و تائید کی ہے۔ اور جو کوئی اس تصویب کرنیوالے کا مخالف ہے۔ وہ بھی کافر ہے،" (ایضاً)

علامہ خفاجی لکھتے ہیں۔

"اسی طرح ہم اس شخص کو بھی کافر کہیں گے، جو آپ کے بعد کسی اور کے نبی ہونے کا دعویٰ کرے۔ مثلاً مسیلمہ کذاب کو یا اسود عنسی کو یا کسی اور کو نبی مانتا ہو، یا آپ کے بعد کسی اور شخص کے نبوت کا دعویٰ کرے (جیسے قادیانی فرقہ کے لوگ) اسلئے کہ آپ قرآن، حدیث کے نصوص اور تصریحات کے مطابق خاتم النبیین اور آخری رسول ہیں۔ لہذا ان کے عقائد اور دعوؤں سے ان تمام نصوص کی تکذیب اور انکار لازم آتا ہے جو صریحاً کفر ہے،" (اکفار الملحدین)

اسی طرح وہ شخص بھی کافر ہے، جو یہ دعویٰ کرے کہ اس کے پاس وحی آتی ہے۔ اگرچہ وہ نبی ہونیکا دعویٰ نہ بھی کرے۔ یہ سارے لوگ اس لئے کافر ہیں کہ اس ضمن میں وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور آپ کی تصریحات کے خلاف جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں۔

اس پر اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم نبوت کے سلسلے میں جو کچھ فرمایا ہے وہ اپنے ظاہر پر ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، جو اس کے خلاف

عقیدہ رکھتا ہے۔ وہ کافر ہے۔

محدث جلیل حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ نے الاشباہ والنظائر کے حوالہ سے یہ بھی نقل کیا ہے۔

"کہ جو شخص یہ نہ جانتا ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے"

گویا نہ جاننا عذر قرار نہیں پایا۔ دوسرے امور میں جہل کو عذر مانا گیا ہے۔ مگر اس باب میں قطعاً عذر تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔

شرح عقائد نسفی میں علامہ تفتازانی نے لکھا ہے کہ

"سب سے پہلے نبی حضرت آدمؑ ہیں اور سب سے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں"

اسی طرح عقائد کی تمام کتابوں میں صراحت ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

صاحب روح المعانی نے لکھا ہے۔

وکونہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین مما نطق بہ الکتاب و صدعت بہ السنۃ واجمعت علیہ الامۃ ویکفر مدعی خلافہ ویقتل ان أصر، (ص۱۵ ج۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا ان مسائل میں سے ہے۔ جس پر کتاب اللہ ناطق ہے۔ اور سنت میں جن کی صراحت ہے۔ اور امت کا جن پر اتفاق و اجماع ہے۔ اس کے خلاف جو دعویٰ کرے گا۔ وہ کافر قرار دیا جائیگا اور اگر اپنے دعویٰ پر مصر ہوگا تو قتل کیا جائے گا۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

مسلم شریف کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أنا خاتم الانبیاء ومسجدی خاتم المساجد، (مسلم)

میں خاتم النبیین ہوں۔ اور میری مسجد انبیاء کرام کی مسجدوں کی خاتم المساجد ہے

حدیث میں اس کی بھی صراحت موجود ہے کہ نبوت ختم ہو چکی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ البتہ اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں

لم یبق من مبشرات النبوة الا الرؤیة الصالحة

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ)

مبشرات نبوت میں سے اچھے خوابوں کے سوا دوسرا اور کچھ باقی نہ رہا۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

مختصر یہ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ اور آپ کی امت آخری امت ہے۔ اب دین قیم کی اشاعت وحفاظت کی ساری ذمہ داری آپ کی امت پر ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ دو چیزیں تم لوگوں میں چھوڑ رہا ہوں۔ ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب، دوسری اپنی سنت، تم لوگ جب تک ان کو مضبوطی سے سے تھامے رہو گے۔ کبھی گمراہ نہ ہو گے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنة رسولہ، رواہ فی المؤطا (مشکوٰۃ)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب قرآن پاک ہے۔ اور دوسرے اس کے رسول کی سنت احادیث نبوی ہے

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ مستقبل کے فتنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی اٰخر الزمان دجّالون کذّابون یأتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اٰباؤکم فایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم، رواہ مسلم (مشکوٰۃ)

آخری زمانہ میں بہت سارے دجّال وکذّاب ایسی باتیں لیکر تمہارے پاس آئیں گے۔ جو کبھی نہ تم نے سُنا ہوگا۔ اور نہ تمہارے آباء واجداد نے لہٰذا تم ان سے خبردار رہنا، وہ تم کو نہ تو گمراہ کرنے پائیں۔ اور نہ تو فتنہ میں ڈالنے پائیں

شاید وہ زمانہ آگیا ہے کہ طرح طرح کے دجّال وکذّاب پیدا ہونے شروع ہو گئے ہیں نئی نئی باتیں گڑھ کر پیش کر رہے ہیں۔ اور مختلف انداز میں مسلمانوں کو راہِ حق سے ہٹانے کے درپے ہیں نام بظاہر بڑا خوشنما ہے، مگر زہر آلود یہ قادیانی فتنہ بھی دراصل اسی دجّالی فتنہ کی ایک صورت ہے۔ جو ہندوستان میں ہمارے سامنے ظاہر ہیں۔ حیرت ہے کہ ہندوستان میں ایک ملحد وزندیق کھڑا ہو کر یہ کہنے کی جرأت کرتا ہے۔ وہ حضرت مہدی ہے۔ مسیحِ موعود ہے۔ اور نبی ہے معاذ اللہ ایسی بے باکی، ایسی گستاخی۔ اور ایسا غلط دعویٰ اگر اسلامی حکومت ہوتی تو اسی وقت وہ قتل کر دیا جاتا۔

یاد رکھا جائے جب تک دار العلوم دیوبند اور اس کی فیض یافتہ جماعت موجود ہے۔ کوئی ایسی دجّالی تحریک کامیاب نہیں ہو سکی ہے۔ جس طرح دار العلوم دیوبند اور اس کے تلامذہ نے گذشتہ سوا سو سال سے دینِ مبین کی حفاظت کی ہے۔ آئندہ بھی یہ دینی اور بین الاقوامی درسگاہ اپنا یہ فریضہ انجام دیتی رہے گی۔ اور یہ اُن افراد کو پیدا کرتی رہے گی۔ جن کی زندگی کا مشن حفاظت وصیانتِ تعلیماتِ اسلامی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس ادارہ کو تا قیامت زندہ وتابندہ رکھے۔

اخیر میں مجھے بے ساختہ اس وقت سابق مہتمم حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحبؒ

عقیدۂ ختمِ نبوّت اور مرزا غلام احمد قادیانی

مولانا عبدالعلیم فاروقی دارالمبلغین لکھنؤ

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو مقدس شریعت لیکر دنیا میں مبعوث ہوئے وہ خدا کی آخری اور دائمی شریعت ہے جو بالکل واضح اور روشن ہے نہ تو اس میں کوئی الجھاؤ ہے اور نہ ہی کسی قسم کا ابہام ہے اسی طرح جن پاکباز ہستیوں نے اس دین متین کو ذاتِ رسالت سے براہِ راست حاصل کیا اور آنے والی نسلوں تک حد درجہ ذمہ داری اور کمالِ دیانت و ثقاہت کے ساتھ منتقل کیا ان کی شخصیات علم و عقل، فضل و کمال، فہم و تدبر ذہن و مزاج اور طہارت و پاکیزگی کے اعتبار سے کامل و اکمل ہیں یہی وجہ ہے کہ دینِ اسلام کو مٹانے یا اس کے مزاج و طبیعت کو بدلنے کیلئے جب مخالفین اسلام کی طرف سے کوئی کوشش یا سازش رونما ہوئی تو ان حضرات نے کبھی اسکو برداشت نہ کیا اور سر بکف میدانِ عمل میں اتر آئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آغاز میں جب فتنہ ارتداد اٹھا اور مدعیانِ نبوت نے اپنی جھوٹی نبوتوں کے محل تعمیر کرنے کی ناکام کوشش کی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

اوران کے ساتھیوں نے ان جھوٹے دعویداران نبوّت کے محلوں کو اپنی ٹھوکروں سے گراکر پوری دنیا کو بتا دیا کہ قصرِ نبوت کی تکمیل ہو چکی اب اگر کوئی اس محل کے سامنے دوسرا محل بنائے گا اُسے زمین بوس کر دیا جائے گا۔

ہمارے زمانہ میں تقریباً ایک صدی قبل قادیانی فتنہ کا وجود ہوا جس کی بنیاد انیسویں صدی عیسوی میں مرزا غلام احمد قادیانی نے رکھی یہ شخص ۱۸۳۹ء میں پنجاب کے ایک گاؤں قادیان ضلع گورداس پور میں پیدا ہوا۔ وہیں اس نے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور کچھ دیگر فنون وعلوم کا مطالعہ کیا اس کے بعد طویل مدت تک انگریزی حکومت کی ملازمت کی۔ ابتداءً اس نے دعویٰ کیا کہ اللہ کی طرف سے اُسے یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے طرز پر مخلوقِ خدا کی اصلاح کرے پھر آہستہ آہستہ وہ مسلسل گمراہیوں کی طرف بڑھتا رہا کبھی کہتا تھا کہ مجھ میں حضرت عیسیٰؑ کی روح حلول کر گئی ہے اور کبھی دعویٰ کرتا کہ مجھے الہامات و مکاشفات ہوتے ہیں وہ توریت، انجیل اور قرآن پاک کی طرح خدا کا کلام ہیں اس نے یہ بھی کہا کہ آخری زمانہ میں قادیان میں حضرت عیسیٰؑ نزول فرمائیں گے اور یہ بھی دعویٰ کیا کہ مجھ پر دس ہزار سے زائد آیتیں اتاری گئی ہیں۔ اور قرآن کریم، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے سابقین نے میری نبوت کی شہادت دی ہے اور اس شخص نے اپنے گاؤں قادیان کو مکہ اور مدینہ کے ہم رتبہ، اور اپنی مسجد کو حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی مسجد سے افضل کہا اور اس بات کی لوگوں میں تبلیغ کی کہ یہی وہ مقدس بستی ہے جس کو قرآن پاک میں مسجد اقصیٰ کے نام سے ذکر کیا گیا ہے اور جس کا حج کرنا فرض ہے یہ اور ان جیسے نامعلوم اس نے کتنے دعوے کئے جو اس کی اور اس کے متبعین کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی دراصل ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھنے کا خواہشمند تھا

جس کے لئے اُس نے پوری کوشش کی وہ اسی لئے انگریزوں کا اطاعت گذار رہا۔ جن کی ان دنوں ہندوستان میں حکومت تھی اور ان کی خدمت گذاری اور کاسہ لیسی میں اپنی عمر کا ایک بہت بڑا حصہ گذارا اور زبان وقلم سے انگریزوں کی محبت و خیر خواہی اور ہمدردی کا خوب خوب اظہار کیا۔ انگریزی حکومت کو بھی اپنے اغراض و مفادات کے لئے یہ شخص موزوں نظر آیا چنانچہ اس نے بڑی تیزی سے اپنا کام شروع کیا۔ پہلے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور پھر چند قدم آگے بڑھ کر امام مہدی بن گیا کچھ دن اور گذرے تو مسیح موعود بن بیٹھا۔ اور آخر کار منصب نبوت کا مدعی ہو گیا انگریز نے جو چاہا تھا وہ پورا ہوا۔ حکومت انگلشیہ نے اُس کی سرپرستی کا پورا حق ادا کیا اور اس کی حفاظت میں کوئی کمی نہ کی ہر طرح کی سہولتیں اور مراعات بہم پہونچائیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی بھی ہمیشہ حکومت کے احسانات کا معترف رہا اور صاف طور پر اُس نے اقرار کیا کہ "میں حکومتِ برطانیہ کا خود کاشت پودا ہوں" اور ایک جگہ اپنی وفاداریوں اور خدمت گذاریوں کو گناتے ہوئے لکھتا ہے۔

"میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گذرا ہے اور میں نے ممانعتِ جہاد اور انگریز کی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھا کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔

(تریاق القلوب ص۱۵ از مرزا)

خلاصۂ گفتگو یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی خود ساختہ جھوٹی نبوت کے ثبوت میں اور عقیدۂ ختم نبوت کو مٹانے کیلئے بھرپور جد وجہد کی یہاں تک کہ مسلّمہ اصول اور قرآنی نصوص وقطعیات کا انکار کیا اور ان کی من مانی بے جا اور

رکیک تاویلات کیں جب کہ عقیدۂ ختم نبوت مسلمانوں کا ایک ایسا اجماعی اور قطعی عقیدہ ہے جس میں کسی قسم کی تاویل و توجیہ کی کوئی گنجائش نہیں اس عقیدہ کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لئے یہی کافی ہے کہ چودہ سو برس سے تمام مسلمان اس پر متفق ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول اور آخری نبی ہیں۔

عقیدۂ ختم نبوت

صدر اسلام سے آج تک تمام مسلمان یہی مانتے رہے ہیں اور آج بھی اسی پر ایمان رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں آپ کی ذات پر باب نبوت کلی طور پر بند کر دیا گیا ہے۔ یہ ایک ایسا مشہور اور بنیادی عقیدہ ہے کہ عامی سے عامی مسلمان بھی اسے دین کے اساسی اور ضروری عقائد میں شمار کرتا ہے۔ جس پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ قرآن پاک نے بھی بڑی صراحت و صفائی کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم "خاتم النبیین" ہیں یہ عقیدہ دراصل دینِ اسلام کی حیات اجتماعی اور امت کی شیرازہ بندی کا محافظ ہے اور اس پر ہمیشہ مسلمانوں کا اجماع رہا ہے اور اس اجماع کی حکایت بھی متواتر ہے۔ قرآن و سنت اور اجماع امت تینوں میں جا بجا "ختم نبوت" پر واضح اور روشن دلائل موجود ہیں۔

قرآن پاک میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۝	محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم لوگوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں وہ تو اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔

آیتِ قرآنیہ میں "خاتم" کا لفظ "ت" کے زبر اور زیر دونوں کے ساتھ

یہی مطلب واضح کرتا ہے کہ آپؐ آخری نبی ہیں یا یہ کہ آپؐ نے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ختم فرما دیا اور آپؐ کے بعد کوئی شخص مقام نبوت پر سرفراز نہ ہو سکے گا اب اگر کوئی شخص اس کا دعویٰ کرے تو وہ ایسی چیز کا مدعی ہے جس کی اسکے پاس کوئی دلیل نہیں۔

"خاتم النبیین" کا یہی مطلب ماہرین لغت نے لکھا ہے کہ خَاتَمُ القوم آخر القوم کے معنیٰ میں مستعمل ہوتا ہے "لسان العرب" جو لغت عرب کی مشہور و مستند کتاب ہے اس میں لکھا ہے۔ خَاتَمُ القوم وخَاتَمُهم اٰخرهم ومُحمّد صلی اللہ علیہ وسلم خَاتَمُ الانبیاء۔ پھر آگے لکھتے ہیں۔ وخاتم النبیین ای اٰخرهم "القاموس" اور اس کی شرح "تاج العروس" میں بھی خاتم اور خاتِم کے معنیٰ یہی تحریر کئے ہیں اور اسی کو تمام محققین و علمائے مفسرین نے اختیار کیا ہے۔ امام ابن کثیرؒ خاتم النبیین کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور اس کے رسول نے اپنی متواتر سنت میں بتایا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ آپؐ کے بعد جو بھی شخص اس مقام کا دعویٰ کرے گا۔ وہ انتہائی جھوٹا، مکار دجال اور لوگوں کو گمراہ کرنے والا ہوگا۔"

امام آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی" میں لکھتے ہیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتمُ النبیین ہونے کی خبر قرآن میں دی گئی ہے سنت میں بھی اُسے دو ٹوک الفاظ میں بیان کیا گیا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ اس پر پوری امت کا اجماع ہے لہٰذا جو شخص اس کے خلاف دعویٰ لے کر اٹھے گا اُسے کافر قرار دیا جائیگا۔"

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء کرتے تھے ایک نبی وفات پاجاتا تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے (بخاری)

ایک دوسری جگہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میری امت میں تیس جھوٹے ہوں گے۔ ہر ایک اپنے متعلق دعوی کریگا کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد احادیث اور صحابہ کرام کے متعدد آثار سے قطعی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ورسالت کا سلسلہ بند ہوگیا۔ اگر عقل و درایت کی روشنی میں ختم نبوت پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ آپؐ تک سلسلۂ نبوت کے جاری رہنے اور آپ سے پہلے کسی نبی پر نبوت ختم نہ ہونے کے تین اہم اور بنیادی اسباب ہیں۔

(۱) یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک جس قدر انبیاءؑ مختلف ادوار میں ..... دنیا میں تشریف لائے ان میں سے کسی کی بھی نبوت عام نہ ہوا کرتی تھی۔ ..... ہر نبی کسی ایک خاص قوم یا کسی خاص بستی کے لئے ہوا کرتا تھا اسی لئے ضرورت ہوتی تھی کہ دوسری قوم اور دوسری بستی کیلئے دوسرا نبی بھیجا جائے

(۲) اجرائے نبوت کی دوسری وجہ یہ تھی کہ انبیائے سابقین جب دنیا سے تشریف لے جاتے تو اُن کے چلے جانے کے بعد ان کی شریعت میں تحریف ہوجاتی تھی۔ اور خداوند قدوس نے کسی بھی شریعت کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں لی تھی بنا بریں ضرورت پڑتی تھی کہ دوسرا نبی آئے اور اس کو نئی شریعت دیجائے۔

یا سابقہ شریعت کی اس کے ذریعہ سے اصلاح کرائی جائے۔

۳۔ یہ کہ انبیائے پیشین جو شریعت لے کر مبعوث ہوئے اس کو اللہ نے اکمال کا شرف عطا نہیں فرمایا۔ اسی لئے ان کا لایا ہوا دین غیر اکمل ہوتا تھا۔

مذکورہ بالا وجوہ کی بناء پر آپؐ سے پہلے یکے بعد دیگرے انبیاء آتے رہے اور سلسلۂ نبوت دراز ہوتا رہا مگر جب اللہ نے آپ کو اپنا نبی و رسول بنا کر دُنیا میں بھیجا تو ان تینوں امور سے پورے طور پر مطمئن کر دیا گیا آپؐ کی نبوت و رسالت بھی پوری دنیا کیلئے عام کر دی چنانچہ قرآن پاک میں اس مضمون کو مختلف انداز سے بیان کیا گیا کبھی تو ارشاد ہوا "وَمَا اَرسلناكَ اِلّا كافةً للناس بشيرًا ونذيرًا" اور کبھی آپ کی زبان مبارک سے یہ اعلان کرایا گیا "قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا۔ اور اسی مضمون کو اس طرح بھی ذکر فرمایا گیا۔ "وما ارسلناكَ الّا رحمة للعالمين"

اس طرح آپؐ کی شریعت کو ابدی اور دائمی فرما کر اس کو رد و بدل، تحریف و تنسیخ کے عمل سے محفوظ فرما دیا اور اس کی حفاظت کی ذمّہ داری خود اپنے اوپر لی" انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" اور پھر یہ بھی خوشخبری سنادی گئی کہ ہم نے آپؐ پر اپنے دین کو اکمل فرما دیا" الیوم اکملت لکم دینکم" اور ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظہرہٗ علی الدین کلّہ"

نقل و شریعت عقل و درایت ہر اعتبار سے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری پیغمبر ہیں آپ کے ذریعہ سے جو شریعت ہم کو ملی ہے وہ اس کی آخری ابدی اور دائمی قیامت تک باقی رہنے والی شریعت ہے۔

❊ .... ❊ .... ❊

ختمِ نبوّت کی نئی تفسیر

لیکن مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے متبعین نے تاریخ میں پہلی بار ختمِ نبوت کی جو نرالی تفسیر کی ہے وہ مسلمانوں کی متفقہ تفسیر سے ہٹ کر کی ہے کہ "خاتم النبیین" کا مطلب یہ ہے کہ آپ "نبیوں کی مہر" ہیں اور اس کی وضاحت یہ بیان کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب جو بھی نبی آئے گا اس کی نبوت آپ کی مہر تصدیق لگ کر مصدقہ ہوگی۔ اس کے ثبوت میں قادیانی مذہب کی کتابوں سے بکثرت عبارتوں کا حوالہ دیا جا سکتا ہے مگر ہم چند حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

"خاتم النبیین کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے فرمایا کہ خاتم النبیین کے معنیٰ یہ ہیں کہ آپ کی مہر کے بغیر کسی کی نبوت کی تصدیق نہیں ہو سکتی جب مہر لگ جاتی ہے تو وہ کاغذ سند ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلعم کی مہر اور تصدیق جس نبوت پر نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے۔

(ملفوظاتِ احمد مرتبہ منظور الٰہی صاحب قادیانی حصہ پنجم ص۲۹)

اگر کوئی شخص کہے کہ جب نبوت ختم ہو چکی ہے تو اس امت میں نبی کس طرح ہو سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدائے عزّ وجل نے اس بندہ (یعنی مرزا صاحب) کا نام اسی لئے نبی رکھا ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ کی نبوت کا کمال امت کے کمال کے ثبوت کے بغیر ہرگز ثابت نہیں ہوتا اور اس کے بغیر محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے جو اہل عقل کے نزدیک بے دلیل ہے

(ترجمہ استفتاء عربی ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص۱۶)

ہمیں اس سے انکار نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں مگر ختم کے وہ معنیٰ نہیں جو "احسان" کا سوادِ اعظم سمجھا جاتا ہے اور جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اعلیٰ اور ارفع کے سراسر خلاف ہے کہ

آپ نے نبوت کی نعمتِ عظمیٰ سے اپنی امت کو محروم کر دیا بلکہ یہ ہیں کہ آپ "نبیوں کی مہر ہیں" اب وہی نبی ہوگا جس کی آپ تصدیق کر دیں گے۔

(الفضل قادیان نمبر ۲۱۸، ۲۲ ستمبر ۱۹۳۹ء)

ختمِ نبوت کی تفسیر کا یہ اختلاف صرف ایک لفظ کی تاویل و تفسیر تک محدود نہ رہا بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی جھوٹی نبوت پر ایمان لانے والوں نے اس سے آگے بڑھ کر یہاں تک اعلان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نہیں ہزاروں نبی آسکتے ہیں۔ یہ بات بھی ان کے اپنے واضح بیانات سے ثابت ہے ہم اس موقع پر بطور نمونہ چند حوالے زیرِ تحریر لاتے ہیں۔

یہ بات بالکل روزِ روشن کی طرح ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔

(حقیقۃ النبوۃ ص ۲۲۸ مصنفہ مرزا بشیر الدین محمود قادیانی)

اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے کہا جائے کہ تم یہ کہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اُسے ضرور کہوں گا تو جھوٹا ہے کذاب ہے آپ کے بعد نبی آسکتے ہیں اور ضرور آسکتے ہیں۔ (انوارِ خلافت ص ۶۵ از مرزا بشیر الدین محمود)

انھوں نے (یعنی مسلمانوں نے) یہ سمجھ لیا کہ خدا کے خزانے ختم ہو گئے ان کا یہ سمجھنا خدا تعالیٰ کی قدر کو ہی نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے ورنہ ایک نبی کیا میں تو کہتا ہوں ہزاروں نبی ہوں گے۔

(انوارِ خلافت ص ۶۲)

مرزا کا دعوائے نبوت

اس طرح مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی نبوت کے لئے راہ ہموار کر کے تختِ نبوت بچھا دیا اور ان کے متبعین و مریدین نے بھی انکو

حقیقی معنوں میں نبی تسلیم کر لیا۔ قادیانی گروہ کی بے شمار کتابوں میں ان کے اس دعویٰ کے ثبوت میں بہت سی عبارتیں ہیں ہم مختصراً کچھ تحریریں نقل کئے دیتے ہیں جن سے مرزا کے دعویٰ نبوت کا پتہ چلے گا۔

میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ بموجب آیت "وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ" بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے "براہین احمدیہ" میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔

(ایک غلطی کا ازالہ ص۱۰)

مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور میں اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریک ہے۔

(کشتی نوح ص۵۶ طبع قادیان ۱۹۰۲ء)

پس شریعت اسلامی نبی کے جو معنی کرتی ہے اس کے معنی سے حضرت صاحب (یعنی مرزا غلام احمد صاحب) ہرگز مجازی نبی نہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں

(حقیقۃ النبوۃ ص۱۷۴ از مرزا بشیر الدین محمود)

منصب نبوت کی توہین

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی جھوٹی نبوت کے ثبوت اور ختم نبوت کے انکار میں فاسد خیالات اور باطل افکار کا اظہار کیا ہے اس کا ایک بہت بڑا حصہ ہے۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں۔

وہ دین دین نہیں ہے اور نہ وہ نبی نبی ہے جس کی متابعت سے انسان خدا تعالیٰ سے اس قدر نزدیک نہیں ہو سکتا کہ مکالمات الٰہیہ سے مشرف

ہو سکے وہ دین لعنتی اور قابلِ نفرت ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ صرف چند منقول باتوں پر انسانی ترقیات کا انحصار ہے اور وحی الٰہی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے۔ اور خدائے حیّ وقیوم کی آواز سننے اور اس کے مکالمات سے قطعی نا امیدی ہے۔ اور اگر کوئی آواز بھی غیب سے کسی کان تک پہونچتی ہے تو وہ ایسی مشتبہ آواز ہے کہ کہہ نہیں سکتے کہ وہ خدا کی آواز ہے یا شیطان کی۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صہ ۱۳۹ از مرزا غلام احمد)

یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا اور آئندہ کو قیامت تک اس کی کوئی بھی امید نہیں صرف قصوں کی پوجا کر دیں کیا ایسا مذہب کچھ مذہب ہو سکتا ہے۔ جس میں براہ راست خدا تعالیٰ کا کچھ بھی پتہ نہیں لگتا۔ جو کچھ ہیں قصے ہیں۔ اور کوئی اگرچہ اس کی راہ میں جان بھی فدا کرے اس کی رضا جوئی میں فنا ہو جائے اور ہر ایک چیز پر اس کو اختیار کرے تب بھی وہ اس پر اپنی شناخت کا دروازہ نہیں کھولتا اور مکالمات ومخاطبات سے اس کو مشرف نہیں کرتا میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں مجھ سے زیادہ بیزار ایسے مذہب سے اور کوئی نہیں ہو گا۔ میں ایسے مذہب کا نام شیطانی رکھتا ہوں نہ کہ رحمانی

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صہ ۱۸۳ از مرزا)

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ایجاد کردہ مذہب "قادیانیت" کے جرائم اور مفاسد کو کون کہاں تک گنائے افسوس کہ قادیانیوں نے مرزا غلام احمد جیسے ایک پست، ذلیل اور کم عقل انسان کو تاجِ نبوّت پہنا کر "عقیدۂ ختمِ نبوت" کے مفہوم کو بالکل الٹا کر دیا "قادیانیت" جو درحقیقت اسلام کے خلاف ایک گھناؤنی سازش اور نبوت محمدیہ کے خلاف ایک کھلی بغاوت ہے وہ عالم اسلام کے جسم کا وہ بدگوشت اور فاسد مادہ ہے جس کو دور کرنا امت مسلمہ کا اہم فریضہ ہے "قادیانیت" اسلام کے بنیادی عقائد سے لے کر فروعی مسائل تک اپنا الگ راستہ اختیار کرتی ہے نہ صرف یہ کہ وہ چند نکتوں میں مسلمانوں سے الگ ہے۔ بلکہ دین کے ہر معاملہ میں مسلمانوں سے اختلاف رکھتی ہے چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود اپنی ایک تقریر میں جو "الفضل" کے ۳۰ر جولائی ۱۹۳۱ء کے شمارے میں "مسلمانوں سے اختلاف" کے عنوان سے شائع ہوئی تھی کہتے ہیں۔

> "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں" آپ نے فرمایا یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفاتِ مسیح یا چند اور مسائل میں ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اختلاف ہے۔

"قادیانیت" کا اہم موضوع اگرچہ کافی وقت چاہتا ہے مگر ہم نے صرف ایک عنوان کے تحت اجمالاً کچھ عرض کیا ہے۔ امید ہے کہ دیگر اصحاب قلم اور ارباب علم وفن اس طرف خصوصی توجہ فرمائیں گے اور کھل کر وقت کے اس خطرناک فتنہ کا تعاقب کریں گے۔ اللہ پاک دینِ حق کی حمایت و حفاظت اور حقانیت و نقابت کے سلسلہ میں ہونیوالی ہر خدمت کو بار آور فرمائے۔ آمین

ختمِ نبوت علم و عقل کی روشنی میں

از فریدالدین مسعود
ڈائریکٹر اسلامک فاؤنڈیشن بنگلہ دیش و شیخ الحدیث مالیباغ جامعہ ڈھاکہ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دین مکمل ہو چکا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ امت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کوئی نیا نبی آنے والا نہیں ہے۔ اسلام خدا کا آخری پیغام اور زندگی کا مکمل نظام ہے۔ یہ عقیدہ قرآن کریم، سنتِ متواترہ، اجماعِ امت اولین و آخرین اور قیاس، چاروں دلائل کی رُو سے ایک طے شدہ امر ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ رب العٰلمین ہیں۔ رب کے معنیٰ یہی ہے کہ کسی چیز کو اسکے مناسب تربیت دے کر تدریجاً کمال تک پہنچانے والا۔ اسی ربوبیت کا تقاضا تھا کہ انسان کے مادی ارتقاء کو حد تکمیل تک پہنچانے کیلئے سارے مادی اسباب کا انتظام فرمایا گیا۔ پس رب العٰلمین کی حکمتِ بالغہ سے یہ کیونکر متصور ہو سکتا ہے کہ وہ انسان کی روحانیت کی تکمیل کا بندوبست اور اس کا مکمل انتظام نہ فرماتے۔ رُوح عالمِ امر کی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے امر و تدبیر ہی سے اس کی تسکین ہوتی ہے۔ خدائے رحیم و کریم نے بے پناہ ربوبی شفقت ہی کی بنا پر مادی ارتقاء کے

اسباب مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ انسان کی ابتدائے آفرینش ہی سے انسانیت و روحانیت کی تربیت و ترقی کیلئے وحی اور نبوّت کا سنہری سلسلہ جاری فرمایا۔ اور بتدریج اس کو تکمیل تک پہنچایا۔

انسان اس انسانیت کے ارتقاء کی راہ میں بالکل اس قافلہ کے مانند ہے جو ایک متعین منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ لیکن اس منزل تک پہنچنے کے راستے سے وہ آگاہ نہیں۔ کوئی واقف راہ شفیق رہنما اس کو راہ کی کچھ نشانیاں بتا دیتا ہے اور وہ قافلہ اس کی بتائی ہوئی نشانیوں کے مطابق کچھ راستہ طے کر لیتا ہے۔ لیکن اب اس قافلہ کو پھر کسی رہنما کی ضرورت پیش آتی ہے اور وہ اس کی بتائی ہوئی علامات کے مطابق مزید کچھ اور فاصلہ طے کر لیتا ہے۔ اس طرح منزل کی طرف بڑھنے کی صلاحیت میں بتدریج اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

بالآخر اس سے ایک ایسا شخص ملجاتا ہے۔ جو اُسے راہِ سفر کا ایک مکمل نقشہ دیدیتا ہے۔ اور قافلہ اس نقشے کے حاصل کرنے کے بعد کسی نئے رہبر کی ضرورت سے بے نیاز ہو جاتا ہے

قرآن و حدیث کی روشنی میں انسان اور معاشرہ کا ارتقاء کوئی اندھا دھند عمل میں آنے والی حرکت نہیں بلکہ یہ ایک با ھدف عمل ہے۔ اور اس کی ایک ہی راہ ہے۔ جسے صراط مستقیم کہا گیا ہے۔ اس عمل کا نقطۂ آغاز اور راہِ سفر اور منزلِ مقصود سب متعین اور مشخص ہے۔

سنت الٰہی کے مطابق نبوت اور وحی کی یہ راہ بتدریج کمال تک پہونچی ہے جیسا کہ ایک عمارت مکمل ہوتی ہے۔ عمارت کی تعمیر کا ہدف اس کے ستون اور دیواریں ہیں۔ ان سے ایک مکمل مکان ہوتا ہے۔ نبوّت کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ نبوتِ مصطفوی اس کی کامل صورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبوّت کا سلسلہ ختم و مکمل ہو جانے کے بعد

وہ مزید کسی اضافے کو قبول نہیں کرتا۔ کیونکہ تکمیل کے بعد کوئی اضافہ کمال کے منافی ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مشہور حدیث میں اسی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ آپ صلعم نے فرمایا۔ نبوت ایک مکان کی مانند ہے۔ لیکن اسکے مکمل ہونے میں صرف ایک اینٹ کی جگہ باقی رہ گئی۔ میں ہی وہ اینٹ ہوں۔

یہ تکمیل انسانی ارتقاء کا ایک امر فطری ہے۔ ایک انعام خداوندی و موہبت الٰہی کی حیثیت سے قرآن اسی اتمام کا اعلان کرتا ہے۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ ۵)

عقیدۂ ختم نبوت کا انکار دراصل انسانی اور انسانیت کی فطری تکمیل اور ایک نعمتِ الٰہی کی بغاوت ہے۔

دوسرے نبی کی ضرورت عقلاً کئی وجوہ سے ہوتی ہے اور ماضی کی تاریخ بھی اس پر شاہد ہے۔

(۱) کسی کی نبوت وقتی ہو۔ پس وہ وقت گذر جانے پر دوسرے کسی نبی کی ضرورت ہو۔

(۲) کسی کی نبوت خاص کوئی علاقے کیلئے محدود ہو۔ پس اس محدود علاقہ کے باہر کیلئے دوسرے کسی نبی کی ضرورت ہو۔

(۳) یا تو کوئی نبی اپنی حمایت تائید میں دوسرے کسی نبی کو اللہ تعالیٰ سے مانگ لے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو مانگ لیا تھا۔

(۴) یا تو نبی کی تعلیمات محفوظ نہ ہو۔ تحریف کا شکار ہو گئی ہو۔

(۵) یا تو دین و شریعت کی تکمیل نہ ہوئی ہو۔

ان تمام وجوہ سے اگر ہم نظر کریں تو دیکھتے ہیں کہ نیا نبی ظلی ہو یا اصلی اب اسکی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔ کیونکہ آپ کی نبوت کسی زمان و مکان کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا

ونذیرًا ولکن اکثر الناس لایعلمون ۔ ایسا ہی آپ نے اپنی تائید کیلئے کسی کو رب العزت سے طلب بھی نہیں کیا۔ اس کے برخلاف قرآن کریم میں صاف اعلان ہوتا ہے۔ "ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین"

آپؐ کی تعلیمات بھی بن دعن محفوظ ہے۔ لفظاً بھی معنیً بھی ارشاد ہوتا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ۵ ساتھ ساتھ دین محمدی صلعم کی تکمیل و اتمام کا بھی واضح طور پر اعلان کر دیا گیا۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الخ الآیۃ۔

ختم نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا طرۂ امتیاز اور خاصۂ لازمہ ہے۔ اور اس صفت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ رب العزت کو ذات و صفات میں لاشریک ماننا ایمان کیلئے ضروری ہے۔ اللہ کو معبود والہ ماننا ہے۔ مگر الہ واحد اور اکیلا نہ ماننا۔ تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول تو مانتا ہے مگر آخری نبی و رسول نہیں مانتا تو یہ ماننا بھی حقیقتاً نہ ماننے کے مرادف ہے۔

شاید یہ بھی ایک حکمت ہو کہ کلمۂ شہادت میں اللہ رب العزت کی الوہیت کی توحید کے ساتھ ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت بھی لی گئی ہے۔ اور یہ گویا کہ اس بات کی وضاحت ہے کہ ایمان کے لئے اللہ کو ماننے میں جیسا کہ موحد ہونا ضروری ہے۔ ایسا ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم المرسلین والانبیاء یقین کرنے میں بھی موحد ہونا ضروری ہے۔ یہی عقیدہ اسلام کیلئے حد فاصل ہے۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا۔

یہ عقیدہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ تنہا وہ عامل (FACTOR) ہے جو اسلام اور ان کے ادیان کے درمیان ایک مکمل سرحدی خط (LINE OF DEMARCATION) کھینچتا ہے جو توحید میں مسلمانوں کے ہم عقیدہ ہیں۔ اور محمدؐ کی

نبوت کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن وحی نبوت کا سلسلہ ختم ہونے کے قائل نہیں ہیں جیساکہ ہندوستان میں "برہمو سماج" یہی وہ چیز ہے جسے دیکھکر کسی گروہ پر داخل اسلام یا خارجِ اسلام ہونے کا حکم لگایا جاسکتا ہے۔ میں تاریخ میں کسی ایسے مسلمان گروہ کا نام نہیں جانتا۔ جس نے اس خط کو پھاند جانے کی جرأت کی ہو۔

اور یہی حکمت ہے کہ حضرت آدم علیہ السّلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سارے انبیاء کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بشارت دیتے نظر آتے ہیں۔ اور قیامت سے پہلے پہلے جھوٹے مدعیٔ نبوت نے دجال اور کذاب کی فریب کو چاک کرنے کے لئے سارے انبیاء سابقین کی طرف سے اسی شہادت کو دہرانے کے لیئے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام تشریف لائیں گے اور کذابین کا قلع قمع فرمائیں گے۔ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی آنے والا ہوتا۔ تو آپ صلعم پر فریضہ عائد ہوتاکہ آنے والے نبی کی بشارت دیتے۔ جیساکہ پہلے انبیاء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دیکر گئے۔ حالانکہ کہیں پر ایسا کوئی لفظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں ہے بلکہ اس کے برخلاف تواتر کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی ظلی ہو یا اصلی) نہیں آئے گا۔

ایک طریقِ زندگی جو انسانی فطرت کے مطابق ہو، جامع اور کلی ہو اور ہر طرح کی تبدیلی اور تحریف سے محفوظ ہو۔ اور جو مسائل کی اچھی تشخیص کرے جسے اچھی طرح منطبق کیا جا سکے۔ عمل و نفاذ کے مرحلے میں ہمیشہ رہنمائی کر سکے۔ اور حالات کے مطابق مختلف طریقوں اور بے شمار جزئی قوانین کیلئے سرچشمہ ثابت ہو سکے یہ انسانی فطرت کا ایک عام تقاضا اور انسان کی ایک بنیادی ضرورت تھی۔ دین محمدی صلعم کی تکمیل کے ذریعہ جب یہ ضرورت پوری ہو گئی تو فطرۃً و عقلاً کسی نئے نبی کے آنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ لہذا نبی، یا نبوت کا ادعا فطرت اور عقل کے خلاف ہے۔

حضرات ! اب میں بنگلہ دیش میں قادیانیوں کی کچھ سازش کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں۔ پاکستان سے قادیانیوں کے ناامید ہو جانے کے بعد برصغیر میں بنگلہ دیش کی زمین انھیں اپنے عزائم پورا کرنے کیلئے ہاتھ آگئی ہے دوسرے علاقے کے مانند یہاں ... سامراجی ایجنٹ کرسچین مشینری اور یہودیوں کی بھرپور تائید ان کو مل رہی ہے۔ ڈھاکہ کے مشہور علاقہ بخشی بازار میں ان کا مرکز ہے دارالحکومت ڈھاکہ کے مختلف علاقوں میں زمین خرید کر بستیاں بسا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ برہمن باڑیا، سلہٹ، سنام گنج، دیناجپور وغیرہ علاقوں میں بھی وہ اپنا اثر و رسوخ بڑھا رہے ہیں۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہماری طرف سے وہاں خاص کوئی بیداری نہیں۔ چار پانچ سال پہلے ڈھاکہ میں انجمن تحفظ ختم نبوت کی طرف سے چند جلسے جلوس ہوئے تھے۔ لیکن آج کل یہ بھی سرد پڑ گئی۔

مادر علمی کی طرف سے اس عظیم الشان کانفرنس کا انعقاد عالم بھر میں خصوصاً بنگلہ دیش میں اس فتنے کے خلاف نئی تحریک میں روح پھونکنے میں مؤثر ثابت ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

دارالعلوم کے اکابر اور اس عظیم الشان کانفرنس کے منتظمین کو میں پھر تہہ دل سے شکریہ اور مبارکباد پیش کرنے کی سعادت میں حصہ لیتے ہوئے رب العزت سے دعاگو ہوں کہ ہمیں مرزائیات کی توفیق بخشے اور ناموس خاتم الانبیاءؐ پر مٹنے کی سعادت نصیب فرمائیں

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

ختم نبوت اور مرزا غلام احمد قادیانی

از- مولانا عزیز احمد قاسمی (بی-اے)

مرزا غلام احمد قادیانی بہت قابل انسان تھے۔ ابتدا میں انھوں نے عیسائیوں اور آریہ سماجیوں سے کامیاب مناظرے کیے۔ قابلیت کو اگر کنٹرول میں نہ رکھا جائے تو وہ غلط راستہ پر ڈال دیتی ہے یہی معاملہ مرزا صاحب کے ساتھ پیش آیا۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں ختم نبوت پر بحث فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ خاتمیت تین طرح کی ہوتی ہے۔ خاتمیت زمانی، خاتمیت مکانی اور خاتمیت رتبی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تینوں طرح کی خاتمیت ثابت ہے۔

خاتمیت رتبی پر بحث فرماتے ہوئے مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ خاتمیت رتبی کا مفہوم یہ ہے کہ نبوت کا اونچے سے اونچا مرتبہ آپ کو عطا فرمایا گیا تھا۔ اور جو خاتم رتبی ہو اُسے سب سے آخر میں آنا چاہیے تھا۔ کیونکہ اس کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت نہیں رہتی۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے تحذیر الناس میں ختم نبوت کے سلسلہ میں جو بحث فرمائی ہے اسکے بعد ضرورت نہیں رہ جاتی کہ اس کو ثابت کرنے کی سعی کی جائے۔ اس کے علاوہ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ

بھاولپور میں جو بحث فرمائی ہے وہ بھی کافی و شافی ہے

البتہ بحث کی چیز یہ رہ جاتی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جو دعویٰ نبوت کیا ہے۔ وہ دعویٰ کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔ قبل اس کے کہ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت پر بحث کی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت پر کچھ دلائل بیان کر دئے جائیں تو بہتر ہے۔

۱۔ سب سے پہلے تو قرآن پاک کی یہ آیت ہے۔ "الیومَ اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً" ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا یعنی دین کی تکمیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر ہو گئی۔ اب کسی پیغمبر کی ضرورت نہیں رہے گی۔

اللہ تعالیٰ نے دین کو ہر پیغمبر پر نازل فرمایا۔ مگر ابتدائی انسانوں کا ذہنی ارتقاء زیادہ نہیں ہوا تھا۔ اس لئے جوں جوں زمانہ گزرتا گیا انسانی ذہن میں ترقی ہوتی رہی۔ اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ دین کے احکام نازل فرماتے رہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بھی انسانی ذہن کا ارتقاء مکمل نہیں ہوا تھا جیسا کہ انجیل مقدس کے "عہد جدید" میں مذکور ہے کہ ایک بار حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کے سامنے تقریر فرماتے ہوئے یہ فرمایا کہ "میں بہت سی باتیں تمہیں بتا چکا ہوں مگر بہت سی باتیں ایسی ہیں جو میں نے تمہیں نہیں بتائیں۔ کیونکہ تم ان کو ابھی نہیں سمجھ سکتے۔ میرے بعد فارقلیط آئیں گے۔ وہ تمہیں وہ باتیں بھی بتائیں گے جو میں بتا چکا ہوں۔ اور وہ باتیں بھی بتائیں گے۔ جو میں نے تمہیں نہیں بتائی ہیں"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی ذہن کا ارتقاء اس وقت تک مکمل نہیں ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لے جانے کے پانچ سو سال بعد تشریف لائے۔ اس وقت انسانی ذہن ... ارتقاء کی آخری

منزل طے کر چکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ سے پہلے آنے والے انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں کبھی سارے عالم کے انسانوں کے دماغ میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ ساری دنیا کی قوموں کی کوئی ایک انجمن ہونی چاہئے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دنیا کے سارے ممالک کی پہلی انجمن بنی جو آپس کے اختلافات کی وجہ سے ختم ہو گئی۔ اس کے بعد دوبارہ انجمن اقوام متحدہ (یو، این، او) قائم ہوئی جو آج تک قائم ہے۔ نیز ایک عالمی تنظیم اقتصادی، سماجی اور ثقافتی (یونیسکو) کے نام سے قائم ہوئی۔ جو آج تک قائم ہے۔ ان کے علاوہ عالمی بینک اور عالمی فوج بھی قائم ہوئی۔ اور انسانی ذہن نے اتنی ترقی کی کہ ریڈیو، ٹیلی ویژن، تار برقی، لاسلکی (وائرلیس) اور ایٹمی توانائی ایجاد کرلی۔ اور راکٹ ایجاد کئے جن میں سوار ہو کر انسان نے ساری دنیا کے کئی چکر لگائے اور چاند تک پہونچ گیا۔ اس سے پہلے ان چیزوں کا تصور بھی انسانی ذہن نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ اس کا ذہن اتنا ترقی یافتہ نہیں تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت رتبی کے بارے میں ذیل کے بیانات ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن پاک میں پارہ سُبحَانَ الَّذِی کی ابتداء میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ المعراج میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک پہونچایا، وہاں تمام انبیاء سابقین علیہم السلام جمع تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت فرمائی اور تمام انبیاء علیہم السلام نے اقتداء کی۔ اس سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ معلوم ہوتا ہے۔ وہاں سے حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کو معراج کے لئے لے گئے۔ اور کسی اور پیغمبر کو معراج نہیں ہوئی۔ یہ عروج کا انتہائی درجہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا گیا۔

تمام انبیاء سابقین علیہم السّلام نے جب اپنی قوم کو مخاطب فرمایا تو قوم کا نام لے کر مخاطب فرمایا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یا ایّھا النّاس فرما کر مخاطب فرمایا۔ یعنی اے انسانو کیونکہ آپ تمام انسانوں کیلئے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ اور انبیاء علیہم السّلام قومی نبی تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ السلام بین الاقوامی (انٹرنیشنل) نبی تھے۔ اس سے بڑا کوئی درجہ نہیں ہو سکتا۔

خود مرزا صاحب نے اپنے نبی ہونے کا صاف لفظوں میں انکار فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو

(۱) حمامۃ البشریٰ ص۳۴ ؛ مصنفہ مرزا غلام احمد صاحب

(۲) کتاب البریّۃ ص۱۸۴ فٹ نوٹ تحریر کردہ مرزا غلام احمد صاحب

(۳) ازالۂ اوہام ص۵۷۷ مصنفہ مرزا غلام احمد صاحب و ص۵۳ کتاب ہذا

(۴) انجام آتھم ص۲۷ فٹ نوٹ تحریر کردہ مرزا غلام احمد صاحب

(۵) "میرے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ میں اپنے بارے میں نبی ہونے کا اعلان کروں اور کافر ہو جاؤں (حمامۃ البشریٰ ص۹۶ مصنفہ مرزا غلام احمد صاحب۔

ان تصریحات کے ہوتے ہوئے مرزا صاحب نے پہلے اپنے ولی یا مجدّد ہونے کا اعلان فرمایا (دیکھو مرزا صاحب کا پمفلٹ۔ ۲۰ شعبان ۱۳۱۴ھ جو تبلیغ رسالت کے ص۲۸۳ پر شائع ہوا۔

اس کے بعد اپنے مسیح موعود ہونے کا اعلان اس طرح فرمایا۔

"خدا کی قسم جس نے مجھے بھیجا ہے۔ اور جس کی تغلیط کرنا کفر ہے۔ میں بقسم کہتا ہوں کہ اس نے مجھے مسیح موعود بنا کر بھیجا ہے"

(پمفلٹ ایک غلطی کا ازالہ شائع کردہ تبلیغ رسالت جلد ۱۰ ص۱۸، مصنفہ مرزا غلام احمد صاحب)

اس کے بعد مرزا صاحب فرماتے ہیں :۔

"میرے اعتقاد کے مطابق نہ تو کوئی نیا پیغمبر بھیجا گیا اور نہ کوئی قدیم پیغمبر بلکہ ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی نزول فرمایا ہے"۔

(لکچر مرزا غلام احمد صاحب شائع شدہ الحکم قادیان ۳۰ر نومبر ۱۹۰۱ء)

غور فرمایئے کہ پہلے محدث بنے، پھر مسیح موعود بنے اور آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بننے کا دعویٰ کیا۔

مرزا صاحب نے نبوت وغیرہ کے جو دعاوی کئے اس کی وجہ یہ تھی کہ انھیں شدید قسم کے جسمانی اور دماغی امراض نے گھیر رکھا تھا۔ چنانچہ اپنی تصنیف میں فرماتے ہیں۔

"جب میری شادی کے بارے میں غیبی پیغامات وصول ہوئے۔ اس وقت میں جسمانی اور دماغی اعتبار سے بہت کمزور تھا۔ اور ایسے ہی میرا دل بھی کمزور تھا۔ ذیابیطس، دوران سر، اور قلبی تکلیف کے علاوہ تپ دق کی علامات ابھی تک باقی تھیں۔ جب ان ناگفتہ بہ حالات میں میری شادی ہوگئی میرے بہی خواہوں کو بہت رنج ہوا۔ کیونکہ میری قوت رجولیت صفر تھی اور میں بالکل بڈھوں کی طرح زندگی گذار رہا تھا"

(نزول المسیح مصنفہ مرزا غلام احمد صاحب ص ۲۰۹) دوسری جگہ درج ہے۔

"مرزا صاحب کے خاندان میں مراق کی بیماری وراثتہً نہیں تھی۔ بلکہ یہ چند خارجی اسباب کی بنا پر (مرزا صاحب کو) ہوگئی تھی۔ خارجی اثرات کی وجہ دماغی تکان کی کثرت، دنیاوی افکار اور قبض تھا جس کا نتیجہ مستقل دماغی کمزوری تھا، جس نے مراق کی شکل اختیار کرلی تھی" (میگزین ریویو قادیان ص ۱، اگست ۱۹۲۸ء)

شرح اسباب والعلامات، سر کی بیماری، مصنفہ علامہ برہان الدین نفیسی میں ہے کہ۔

"کچھ مریض جو مراق کے مرض میں مبتلا ہوں اس وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ وہ غیب کا علم رکھتے ہیں۔ اور آئندہ ہونے والے واقعات کی پیشین گوئی کرتے ہیں۔ اور

بعض مریض تو اپنے آپ کو پیغمبر سمجھتے ہیں۔

(اکسیر اعظم جلد ۱، صفحہ ۱۸۸ مصنفہ حکیم محمد اعظم خاں)

سیرۃ المہدی جلد ۲ صفحہ ۵۵ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد میں ہے :۔

"ڈاکٹر میر محمد اسماعیل نے مجھے بتایا کہ مسیح موعود نے مجھے اکثر بتایا کہ مجھے ہسٹیریا کی شکایت ہے۔ اور بعض وقت وہ مراق کی شکایت بھی کرتے تھے"

الفضل، قادیان جلد ۱۷، نمبر ۶، ۱۹ / جولائی ۱۹۲۹ء میں ہے کہ

"حضرت مسیح موعود نے ایک دوا تیار کی جس کا نام "تریاق الٰہی" تھا، یہ دوا الہامی ہدایات کے ماتحت تیار ہوئی تھی، اس کا خاص جزء افیون تھی"

مرزا صاحب جب ایسے امراض میں مبتلا تھے اور افیمچی تھے۔ نیز برانڈی شراب بھی استعمال فرماتے تھے (دیکھو الحکم۔ قادیان جلد ۳۹، نمبر ۲۵ ۷/ نومبر ۱۹۳۶ء) تو ایسے انسان کو ایک صحیح الدماغ انسان کہنا بھی جائز نہیں ہے چہ جائیکہ پیغمبر کہا جائے۔

محمد عاشق صاحب نائب صدر مجلس احرار کی موت ہیضہ میں ہوئی تھی۔ مرزا صاحب کو انھوں نے بُرا بھلا کہا تھا۔ اسلئے مرزا صاحب نے فرمایا کہ ان کو بہت خراب موت ہوئی (الفضل، قادیان جلد ۲۴، نمبر ۳۰، ۴ / اگست ۱۹۳۶ء)

حالانکہ خود مرزا صاحب کی موت ہیضہ کے مرض میں ہوئی۔

(رسالہ حیات مسیح صفحہ ۱۴۱، مصنفہ شیخ یعقوب عرفانی، قادیان)



ختمِ نبوّت اور امّت کی ذمّہ داریاں

از۔ مولانا سعید احمد پالنپوری استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

الحمد للہ ربّ العلمین، والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّد المرسلین و خاتم النبیین وعلیٰ اٰلہٖ، وصحبہٖ اجمعین ۔ امّا بعد

اللہ ربّ العالمین کا تعارف، حضرتِ موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرعونِ لعین کے رُوبرو اس طرح کرایا ہے۔

قال ربّنا الذی اعطیٰ کلّ شیئٍ خلقہٗ، ثمّ ھدیٰ (طٰہٰ ۵۰) کہا! ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے مناسب بناوٹ عطا فرمائی۔ پھر راہ نمائی فرمائی

٭ ٭ ٭ ٭

یعنی کائنات کی ہر چیز کو جیسا ہونا چاہئے تھا، پہلے اس کو ویسا ہی بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہر مخلوق کے لئے جو شکل وصورت اور جو اوصاف وکمالات مناسب سمجھے، عطا فرمائے۔ پھر اللہ تعالیٰ ہی نے سب کی راہ نمائی بھی فرمائی۔ جو مخلوق جس راہ نمائی کی محتاج تھی، سب کی حاجت روائی فرمائی۔ انسان پیدا کیا گیا تو اس کی سب سے پہلی، اور سب سے بڑی

ضرورت "بقار" تھی۔ چنانچہ اس کی صورتیں اس کو الہام کی گئیں۔ بچے کو ابتدائے پیدائش کے وقت، جبکہ اس کو کوئی بات سکھانا کسی کے بس میں نہیں تھا، یہ کس نے سکھایا کہ ماں کی چھاتی سے اپنی غذا حاصل کرے؟ چھاتی کو دبا کر چوسنے کا ہنر اس کو کس نے تبلایا؟ بھوک پیاس، سردی گرمی کی تکلیف ہو تو رو پڑنا اس کی ساری ضروریات پوری کرنے کے لئے کافی ہوجاتا ہے، مگر یہ رونا اس کو کس نے سکھایا ہے؟ یہی وہ ہدایتِ ربانی ہے جو ہر مخلوق کو اس کی حیثیت اور ضرورت کے مطابق غیب سے بغیر کسی کی تعلیم کے عطا ہوئی ہے۔ اسی طرح اللہ رب العٰلمین نے ہر مخلوق کو ایک خاص قسم کا ادراک و شعور بخشا ہے۔ جس کے ذریعہ اس کو ہدایت کردی ہے کہ وہ کس کام کے لئے پیدا کی گئی ہے اور اُسے کیا کرنا ہے۔

عام مخلوقات کے لئے تو اتنی رہنمائی کافی تھی۔ مگر اہلِ عقول، جن وانس، اس تکوینی ہدایت کے علاوہ ایک دوسری ہدایت کے بھی محتاج تھے۔ اور وہ تھی روحانی یا تشریعی ہدایت۔ کیونکہ تکوینی ہدایت انسان کی صرف مادّی ضروریات پوری کرتی ہے۔ جبکہ انسان کا قلب وضمیر، اور عقل وفہم ـــ جن کی وسعت پذیری کا کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا ـــ سب سے زیادہ ہدایتِ ربانی کے محتاج تھے۔ سورۂ فاتحہ میں ان کو جو دعا تلقین فرمائی گئی ہے۔ اور جسے بار بار پھرنے کا ان کو حکم دیا گیا ہے۔ وہ ـــ اھدنا الصراط المستقیم (الہٰی! ہمیں سیدھا راستہ دکھلا دیجئے) ہے۔ یہ دُعا واضح کرتی ہے کہ انسان کے لئے تکوینی اور مادّی ضروریات سے بھی اہم اور مقدّم روحانی اور تشریعی ہدایت ہے۔ پھر بھلا کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مادی ضروریات کا تو سامان کریں مگر اس کی سب سے اہم ضرورت سے صرف نظر فرمالیں؟؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی رحمتِ خاصہ، اور ربوبیتِ کاملہ نے انسان کی اس ضرورت کا بھی انتظام فرمایا اور سب سے پہلے انسان سیدنا حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام کو نبوت سے

سرفراز فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام مرسل بھی تھے اور مرسل الیہ بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ سے ہدایات حاصل فرماتے تھے اور اس کے مطابق زندگی گذارتے تھے۔ پھر اُن کے ذریعہ ان کی اولاد تک اللہ کی ہدایت پہنچی۔

روحانیت کا یہ نظام ہزاروں سال تک اپنے ارتقائی منازل طے کرتا رہا تاآنکہ اس کی ترقی حدِ کمال پر جاکر رُک گئی اور اپنی تمام تابانیوں کے ساتھ آفتابِ ہدایت طلوع ہوا۔ جس کی ضیا پاشی سے عالم کا چپہ چپہ روشن ہوگیا اور دُنیا نجوم و کواکب کی روشنی سے مستغنی ہوگئی اور انسانیت کو یہ مژدۂ جانفزا سنایا گیا کہ

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی، ورضیت لکم الاسلام دینا، — آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا، اور میں نے تم پر اپنا انعام تام کر دیا، اور میں نے تمہارے لئے "اسلام" کو دین بننے کے لئے پسند کر لیا۔

* * * * * * *

ساتھ ہی "دینِ اسلام" کی حفاظت کا اعلان بھی فرمایا گیا کہ:۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہٗ لحفظون — بے شک ہمی نے نصیحت (قرآن کریم) نازل فرمائی ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

جب دین پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا، اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تام ہوگئیں اور دینِ اسلام کی قیامت تک کے لئے حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لے لی، تو اب سلسلۂ نبوت ورسالت کی کوئی حاجت باقی نہ رہی۔ اس لئے ایک سلسلۂ بیان میں صاف اعلان کر دیا گیا کہ:۔

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین، — (حضرت) محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، ہاں اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔

احادیثِ متواترہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت مختلف انداز سے واضح کی گئی ہے اور شروع سے آج تک پوری امت کا اس عقیدہ پر اجماع ہے کہ سردارِ کونین، حضرتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ کی ذات سے قصرِ نبوت تکمیل پذیر ہو چکا ہے، اب کسی نبی کی نہ ضرورت ہے نہ امکان ہے اور جو بوالہوس ایسا دعویٰ کرے وہ جھوٹا، افترا پرداز، مرتد اور ملعون ہے۔

اس جگہ پہنچ کر ایک سوال قدرتی طور پر ابھر کر سامنے آتا ہے کہ یہ صحیح ہے کہ اللہ کی ہدایت کتاب و سنت کی شکل میں، اپنی اصلی صورت میں آج موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گی۔ اس لئے اب کسی بھی طرح کے کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں ہے مگر انبیاء کے بغیر اللہ کی یہ ہدایت لوگوں تک پہنچائے گا کون؟

حضراتِ انبیاء کرام کا کام اللہ تعالیٰ سے ہدایات حاصل کر کے لوگوں تک پہنچانا تھا۔ آج چونکہ ہدایاتِ ربانی موجود ہے اس لئے تحصیلِ دین کی ضرورت تو نہیں ہے مگر تبلیغ دین تو بہرحال ضروری ہے؟ اسی طرح اپنوں اور پرایوں کی چیرہ دستیوں سے .... دین کی حفاظت کی بھی ضرورت ہوگی۔ یہ فریضہ کون انجام دے گا؟ اس کا جواب واضح ہے کہ ... داری امت کے سپرد کی گئی ہے۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے:

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس، تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ۔	آپ لوگ (علمِ الٰہی میں) بہترین امت تھے جو لوگوں کے نفع کے لئے ظاہر کی گئی ہے جو نیک کام کا حکم دیتی ہے اور بُری باتوں سے روکتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتی ہے۔

حدیث شریف میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:

بلغوا عنی ولو آیۃ	میری طرف سے لوگوں کو (دین) پہنچاؤ، چاہے ایک ہی آیت ہو۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

مشہور جملہ جو زبان زد عام وخاص ہے کہ

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل — میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔

یہ جملہ حدیث ہونے کے اعتبار سے تو بے اصل ہے۔ قال القاری: حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل، لا اصل له، کما قال الدمیری، والزرکشی، والعسقلانی۔ (المصنوع فی الاحادیث الموضوع لعلی القاری ص۱۲۳)

مگر مضمون کے اعتبار سے قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے۔ اس قول میں علماء امت کا مقام ومرتبہ نہیں، بلکہ ان کی ذمہ داری بتائی گئی ہے کہ جس طرح دین موسوی کی حفاظت واشاعت کی ذمہ داری انبیاء بنی اسرائیل کو تفویض ہوتی تھی، اسی طرح دین مصطفوی کی تبلیغ واشاعت اور حفاظت وصیانت کی ذمہ داری علماء امت کو سپرد کی گئی ہے۔

ایک حدیث شریف میں پیشین گوئی کے انداز میں خبر دی گئی ہے کہ

یحمل ھذا العلمَ من کل خَلَفٍ عُدُولُہٗ، ینفون عنہ تحریف الغَالِین، وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین (مشکوٰۃ کتاب العلم) — یہ علم دین ہر آئندہ نسل کے معتبر لوگ حاصل کریں گے، جو اس دین سے غلو کرنے والوں کی تحریفات، باطل پرستوں کی ادعات اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کریں گے

الغرض:۔ عقیدۂ ختم نبوت برحق ہے، دین کی حفاظت واشاعت کیلئے اب کسی طرح کے کوئی نبی تشریف نہیں لائیں گے، یہ فریضہ پوری امت کو اور خاص طور پر علماء امت کو انجام دینا ہے۔ الحمد للہ امت کبھی اپنے اس فریضہ سے غافل نہیں ہوئی۔ مگر یہ بھی واقعہ ہے فی الوقت اندرا ور باہر کام کا جو تقاضا ہے وہ شاید پورا نہیں ہو رہا ہے۔ خود امت استجابہ میں ایک بڑی تعداد ایسی موجود ہے جن تک تعلیمات

نبویؐ تفصیل کے ساتھ نہیں پہنچ سکی ہیں۔ اور وہ دین کی بنیادی باتوں سے بھی بےخبر ہیں۔ اور ایسے مسلمان بھی ہیں جن کو دین اس کی اصلی صورت میں نہیں پہنچا جس کی وجہ سے وہ طرح طرح کی بدعات وخرافات میں مبتلا ہیں۔ اس کے علاوہ انسانی دنیا کا تقریباً آدھا حصہ وہ ہے جن تک دین کی دعوت بھی شاید نہیں پہنچ سکی ہے۔ ضرورت ہے کہ یہ نمائندہ اجتماع اس سلسلہ میں عملی اقدام کے لئے غور وفکر کرے اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کیلئے کمربستہ ہو کر میدانِ عمل میں اُتر آئے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربِّ العٰلمین

(بقیہ صـ۱۴۴ کا) بات یاد آرہی ہے فرمایا کہ اب اس برصغیر میں مجدد کا فریضہ دارالعلوم دیوبند اور اس کے علماء پر عائد ہے۔ جو فتنے اور خس وخاشاک مخالفین کی طرف سے آئیں گے۔ ان فتنوں کا مٹانا اور خس وخاشاک سے دامن اسلام کو محفوظ رکھنا ان کے فرائض میں داخل ہے۔

اللہ ربّ العالمین خادمانِ دارالعلوم دیوبند کی دینی جرأت وہمت برقرار رکھے تاکہ یہاں سے حق کی آواز اٹھتی اور پھیلتی رہے۔"

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم، آمین یاربّ العٰلمین۔

امام علی دانش قاسمی
لکھیم پور کھیری

قصرِ نبوّت پر اسلام کے باغیوں کا حملہ
اور
ہماری ذمّہ داری

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسّلام علیٰ خاتم النبیین محمّد و آلہ وصحبہ اجمعین، امّا بعد! حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی و رسول ہیں۔ ان پر نازل کی جانے والی کتاب قرآن مجید اپنے اصلی الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ ان کی شریعت کامل و مکمل ہے ان کی تعلیم و ہدایت زندہ ہے ان کے افعال ان کے اقوال سب کے سب محفوظ ہیں ان کے ذریعہ اسلام کی دائمی اور آفاقی تعلیم دی گئی ہے۔ ایسے اصول و قوانین سکھلائے گئے جو ہمیشہ اور ہر دور میں رہنمائی کے لئے کافی ہیں۔ وہ ذرائع بھی خدا کی قدرت سے میسّر ہیں اور میسّر رہیں گے۔ جن سے شریعتِ محمدی کے عقائد و احکام معلوم کرنا سہولت کے ساتھ ممکن ہے۔

یہ وہ قطعی اور اصولی باتیں ہیں جن کو ہر مسلمان تسلیم کرتا ہے قرآن و حدیث اور امتِ مسلمہ کا متفقہ اجماعی فیصلہ ہے کہ ہر قسم کی نبوت و رسالت اور نزول وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عمومی و دوامی ہے

آپ ہر ملک اور ہر قوم اور ہر دور کے لئے نبی و رسول ہیں جو شخص بھی آپ کے بعد کسی بھی درجہ میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہے وہ کذاب و مفتری ہے۔ ملا علی قاریؒ حنفی فرماتے ہیں۔

"ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے۔ (شرح فقہ اکبر ص۲۰۲)

قاضی عیاضؒ نے وضاحت سے لکھا ہے:۔

"جو شخص آپ کے ساتھ یا آپ کے بعد کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ کرے یا صفائی قلب کے ذریعہ نبوت کے درجہ تک پہنچنے اور کسب کے ذریعہ اس کو حاصل کرنے کو جائز سمجھے یا جو یہ دعویٰ کرے کہ اس پر وحی آتی ہے۔ اگرچہ صراحتہً نبوت کا دعویٰ نہ کرے پس یہ سب کفار ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جھٹلانے والے ہیں۔ کیونکہ آپؐ نے خبر دی ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آپؐ خاتم النبیین ہیں۔

(شفاء شریف ص۲۷۰)

تفسیر روح المعانی ج ۶ ص۵۶ پر لکھا ہے کہ۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے پر کتاب اللہ ناطق ہے۔ اور احادیث نے کھول کر بتا دیا اس پر امت کا اجماع ہے اس کے خلاف جو دعویٰ کرے کافر ہو گیا اور اگر اپنے دعوے پر اصرار کرتا ہے تو قتل کر دیا جائے گا۔

اسود عنسی کذاب نے دور رسالت میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے خلاف جہاد کا حکم دیا جس کی تعمیل کرتے ہوئے فیروزؓ نے اسے قتل کر کے جہنم رسید کر دیا۔ مسیلمہ کذاب اور طلیحہ اسدی نے نبوت کے دعاوی کئے۔ حضرت خالد ابن ولید سیف اللہؓ نے خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ کے حکم سے اُن باغیانِ رسالت

سے جنگ کر کے ان کو نیست و نابود کر دیا۔ صحابۂ کرام رضؓ کے دورِ زریں کے بعد بھی عقیدۂ ختم نبوت سے بغاوت کرنے والے پیدا ہوتے رہے۔ اور اپنے بُرے انجام تک پہونچتے رہے۔

قرآن و حدیث کی واضح تشریحات اور امت مسلمہ کے اجماعی فیصلہ و عمل کے ہوتے ہوئے اسلام کے دشمنوں نے اسلام کو نقصان پہونچانے کے لئے براہِ راست نبوت کا دعویٰ کرنے کے بجائے تلبیسات و تحریفات کے دوسرے طریقے بھی اپنائے ابن سبا یہودی نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر محبت اہل بیت کا نعرہ لگایا۔ نبوت کے مقابلہ میں امامت کا عنوان اختیار کیا اور اسلام کا نیا ایڈیشن تیار کر کے لوگوں کو گمراہ کیا جس کے فتنہ انگیز اثرات آج بھی مسلمانوں میں انتشار و افتراق پیدا کرتے رہتے ہیں جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

یہودیوں اور عیسائیوں نے اسلام کی شکل مسخ کرنے کے لئے مستشرقین کو کھڑا کیا۔ تعلیم و تہذیب کے دلکش نام پر اللہ کے آخری نبی کی شریعت کو مٹانا چاہا۔ الحاد، دہریت، عقل پرستی، معجزات کا انکار، اسلافِ امت سے بدظنی تفسیر و فقہ کے قدیم ذخیروں پر عدمِ اعتماد، اکابرِ امت کی تنقیص، علمارِ حق کی بدگوئی، خالص عقلیت پرستی یا پھر خاندانی و ملکی رسم و رواج کی اتباع پر اصرار وغیرہ سب گمراہی کی جتنی شکلیں ظاہر ہوئیں ان تمام کا مقصد، اور جتنے ملحدین دشمنانِ دین ہوئے ہیں یا جو موجود ہیں اُن سب کی مشترکہ اور متحدہ کوششوں کا خلاصہ یہی رہا ہے کہ اسلام اپنی اصلی شکل میں جو اس وقت مسلمانوں کے سامنے ہے لائق اعتماد اور قابلِ اطمینان نہ رہے اسی لئے تمام ملحدوں، دہریوں اور دین کے نام پر بددینی پھیلانے والوں کا پہلا نشانہ علمائے حق رہے ہیں اور آج ..... قرآن و حدیث کی تعلیم و ہدایت کو صحیح شکل میں پیش کرنے والے علمائے دین ہی کو یہ مارِ آستین گروہ مطعون کر رہی

کوشش کرتے رہتے ہیں۔

قادیانی فتنہ

چودھویں صدی ہجری میں مسلمانوں کی دنیاوی شوکت و قوت کو پامال کرنے کی کوششوں میں اسلام دشمن یہودیوں اور انگریزوں نے کامیابی عارضی طور پر حاصل کرلی جس سے اُن کے ناپاک حوصلے بلند ہوئے۔ اور انھوں نے اسلام میں تحریف اور شریعت محمدی میں رخنہ اندازی کے لئے پھر ختم نبوت کے عقیدہ کی مخالفت اور قصر نبوت پر باغیانہ یورش کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کی حمایت شروع کردی۔ قادیان کے رئیس حکیم غلام مرتضیٰ کے لڑکے مرزا غلام احمد نے پادریوں سے مذہبی عقائد میں بحث کرکے شہرت حاصل کرلی تھی دماغ میں بڑائی کا سودا سمایا۔ انھوں نے پہلے ۱۸۸۰ء میں الہام کا دعویٰ کیا اس کے ۲۸ سال بعد مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا دعویٰ کیا اور ۱۹۰۰ء میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور مئی ۱۹۰۸ء میں اپنی موت سے پہلے مستقل نبی و رسول ہونے کا دعویٰ کر بیٹھے۔ غالباً مرزا صاحب کو بھی اندازہ ہوگا کہ نبوت کا دعویٰ اگر وہ اوّل لمحہ میں کردیتے تو مسلمانوں کے لئے قطعی ناقابلِ برداشت ہوگا۔ اسی لئے انھوں نے تدریجی چال چلی اور دل کا مدعیٰ کافی تاخیر سے زبان پر لائے۔ مرزائے قادیان کے خلیفہ اور پسر مرزا محمود صاحب نے حقیقۃ النبوۃ میں پوری تفصیل و وضاحت سے اپنے والد کے نبوت و رسالت کے دعویٰ کو ثابت مانا ہے اور جو لوگ پہلی تحریروں کی بنا پر مرزا کے جھوٹے دعویٔ نبوت میں تاویلیں کرتے ہیں ان کو گمراہ اور غلط گو بتایا ہے۔ اگرچہ مرزا کے متبعین مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے آج بھی دوسرے موضوعات حیاتِ مسیح و خروج دجّال و آمدِ مہدی وغیرہ پر گفتگو کرکے شکوک و وساوس پیدا کرتے ہیں اور اجرائے سلسلۂ نبوت اور مرزا آنجہانی کے دعویٔ نبوت کا اظہار بہت بعد کو اپنے دام تزویر میں گرفتار کرنے کے بعد کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے علمائے ربّانی کو اور اکابر دیوبند کو، غیرت مند مسلمانوں کو، شمع نبوت کے پروانوں کو جنہوں نے علم و تفقہ سے اخلاص و للہیت سے، جہد و عمل سے، حق گوئی و بے باکی سے عوام الناس کے اجتماعات سے لے کر حکومت کے ایوانوں تک میں ہر جگہ و ہر محاذ، ہر فتنہ قادیان کا مقابلہ کیا اور ان باغیانِ ختم نبوت اور قصر شریعتِ محمدی پر حملہ کرنے والوں کو ناکام و نامراد کیا مگر اسی کے ساتھ یہ حقیقت بھی ہے۔

بدل کے بھیس زمانے میں پھر سے آئے ہیں

اگرچہ پیر ہے آدم جواں ہیں لات و منات

تبلیغِ اسلام کے عنوان سے مرزائیت کی اشاعت اور خدمتِ علمِ دین کے نام سے قادیانیت کا پرچار بعض مقامات پر جاری ہے۔

ہماری ذمہ داری تمام مسلمانوں کی اور خاص طور پر اہلِ علم کی ذمہ داری ہے کہ وہ شریعت محمدی کے مقابلہ میں مرزا کی شریعت کی بغاوت کا تعاقب پوری ہوشیاری کے ساتھ ساتھ کرتے رہیں اس سلسلہ میں بنیادی اور اہم بات یہ ہے کہ قرآن و حدیث کی تفسیر و تعبیر کا حق ہر کس و ناکس استعمال کرنا چاہتا ہے۔ یہاں تک کہ عربی سے ناواقف لوگ محض ترجمہ کی بنیاد پر مفتی و محقق بن جانا چاہتے ہیں۔ شریعتِ محمدی کو اسلامی دستور و قانون کو بازیچۂ اطفال سمجھا جانے لگا ہے۔ قانونِ خداوندی کے ساتھ استہزار کا یہ سلسلہ بند کرنے کی تدبیر کرنی چاہیئے۔ حیرت ہے وہی لوگ جو دنیاوی قانون میں صرف ماہرینِ قانون کی رائے کو تسلیم کرتے ہیں۔ وہی اسلامی دستور پر معمولی معلومات کی بنیاد پر رائے زنی کرنی شروع کر دیتے ہیں۔ اسلام کی بنیادی کتاب قرآن مجید ہے جس کے الفاظ بھی خدا کے نازل کردہ ہیں اور مفہوم و معنیٰ بھی۔ خدا نے محمد رسول اللہ صلعم

کو سکھایا اور آنحضرت ؐ نے صحابہ کرام کو قولی و عملی طور پر قرآن کا مفہوم سمجھا دیا۔ جسے سنت سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کتاب و سنت کی تعلیمات کی تشریح و توضیح اجتہاد و اجماع سے امتِ مسلمہ کے وہ حضرات جن کو علمِ ربانی میں رسوخ حاصل تھا کرتے رہے ہیں۔ اس امت مسلمہ کی اسلام سے وابستگی اور ایمان پر پختگی صرف اسی صورت میں نصیب رہ سکتی ہے کہ کتاب و سنت کی وہی تفسیر و تعبیر معتبر مانی جائے جو اسلاف و اکابرِ ملت کر چکے ہیں یا جدید مسائل پر اکابر کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے علمائے متدین یہ فریضہ انجام دیں۔

مرزائیوں سے غیر مسلموں جیسا سلوک کیا جائے

قصرِ نبوت محمدی پر حملہ کرنیوالے مرزائی باغیوں سے مسلمانوں جیسا سلوک ہرگز نہ کیا جائے ان کے اسلامی ناموں سے فریب نہ کھایا جائے بلکہ ان سے دو ٹوک انداز میں بات کی جائے اور ان پر واضح کیا جائے کہ عقیدۂ ختمِ نبوت کا انکار کرنے والے اسلام کے دشمن ہیں۔ ہم ان سے موالات کا معاملہ نہیں کر سکتے اور عوام مسلمانوں کو سمجھایا جائے کہ مرزائی دین قادیانی شریعت۔ قرآن و حدیث اور اجماع امت کے متفقہ فیصلہ سے انحراف و بغاوت ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی مدعی نبوت کو تسلیم کرنا اسے مصلح یا مجدد دین ماننا اسلام کے دامن کو چھوڑنا ہے

اسلام کے مقابلہ میں مرزائی نظریات

مرزائیوں نے اسلام کے مقابلہ میں جن نظریات کو مذہبی حیثیت سے تسلیم کیا ہے ان کی تعداد بہت ہے۔ بطور تمثیل ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ اسلامی شریعت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں مگر مرزائی نظریہ میں مرزا صاحب کی نبوت پر ایمان لانا فرض ہے۔

۲۔ اسلامی شریعت میں حضورؐ کی شریعت مدارِ نجات ہے مگر مرزائی نظریہ میں مرزا صاحب کی تعلیم پر عمل کئے بغیر نجات نہیں۔

۳۔ اسلامی شریعت میں کسی نبی کی پیشین گوئی جھوٹ نہیں نکلتی مگر مرزائی نظریہ میں حضرت عیسیٰؑ کی تین پیشین گوئیاں صاف جھوٹ نکلیں اور مرزا صاحب کی کئی پیشین گوئیاں جھوٹ نکلیں۔

۴۔ اسلامی شریعت میں وحی آنے کا سلسلہ بند ہے مگر مرزائی نظریہ میں مرزا صاحب پر وحی نبوت بارش کی طرح اترتی تھی

۵۔ اسلامی شریعت میں معجزات بھی اب کسی سے ظاہر نہیں ہوں گے۔ مگر مرزائی نظریہ میں مرزا صاحب کے معجزات ہزاروں لاکھوں ہیں۔

۶۔ اسلامی شریعت میں جہاد کا حکم ہے جو منسوخ نہیں ہو سکتا۔ مگر مرزائی نظریہ میں جہاد کا حکم خراب تھا۔ مرزا صاحب نے منسوخ کر دیا۔

۷۔ اسلامی شریعت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھالئے گئے۔ اور قیامت کے قریب اتریں گے۔ مگر مرزائی نظریہ میں حضرت عیسیٰؑ وفات پاگئے اور ان کے مرزا عیسیٰ موجود ہیں۔

۸۔ اسلامی شریعت میں حضرت عیسیٰؑ کی بشارت یاتی من بعدی اسمہ احمد کا مصداق حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ ہیں۔ مگر مرزائی نظریہ میں اس آیت کا مصداق مرزا غلام احمد ہیں۔

۹۔ مسلمانوں کا اجماعی فیصلہ ہے کہ قرآن و حدیث کا جو مطلب صحابہ کرام اور اسلاف نے سمجھا وہی حق ہے۔ مرزائی نظریہ میں قرآن و حدیث کا مطلب مرزا صاحب کی عقل و فہم کے تابع ہے۔

۱۰۔ مسلمانوں کے نزدیک دجال، مہدی، یاجوج و ماجوج کا جو مطلب علماء نے لکھا ہے وہ صحیح ہے۔ مرزائی نظریہ میں ان الفاظ کے مفہوم بدلتے رہتے ہیں۔

(حوالہ جات کیلئے دیکھئے ہدایۃ المہتدی۔ مؤلفہ مولانا عبدالغنیؒ)

مرزا غلام احمد کی ناپاک جسارت

تحریف قرآن

از:- مولانا شمیم احمد لکھیم پوری (کتب خانہ دارالعلوم دیوبند)

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی چونکہ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اب بندوں کی ہدایت کیلئے کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ اور نہ کوئی جدید آسمانی کتاب نازل ہوگی اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا۔ تاکہ قیامت تک کے لئے بندوں کے پاس ایک کتابِ ہدایت موجود رہے

خدائی حفاظت کے باوجود ہر دور میں باطل پرستوں نے قرآن کو اپنی بیجا تحریفات کا نشانہ بنانے کی مردود کوشش کی ہے اور اس روشن کتاب پر اپنی ظلمت خیز تلبیسات کا پردہ ڈالنے کی قبیح سعی کی ہے جس میں مرزا غلام احمد قادیانی بھی کسی سے پیچھے نہیں ہے ذیل میں اس کی تحریفات کے نمونے پیش کئے جارہے ہیں۔

تحریف کے معنی اور مطلب اصل الفاظ کو بدل کر کچھ اور لکھ دینا (لغات فیروزی) بات کو بدل دینا (المنجد عربی اُردو) قول کو اس کے معنیٰ سے پھیر دینا (مصباح اللغات)

تحریف کی اقسام فرقہ احمدیہ یا خود مرزا صاحب نے قرآن پاک میں جن جگہوں پر ایسی

حرکتیں کی ہیں وہ تین طرح کی ہیں۔ اول لفظی تحریف۔ یعنی قرآن پاک کے الفاظ میں یا تو کمی کر دی یا پھر زیادتی کر دی۔ دوم معنوی تحریف۔ یعنی قرآن پاک کا ترجمہ کرتے وقت اس فرقہ نے بالارادہ اصلی ترجمہ اور معنی نہیں کئے بلکہ اس سے ہٹ کر دوسرا ترجمہ کر دیا سوم منصبی یا مرادی تحریف۔ یعنی جو آیات آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ ان کو یا تو اپنے اوپر منطبق کیا گیا ہے یا کسی غیر کے اوپر یا جو آیات خانہ کعبہ اور مکہ معظمہ کی شان میں نازل کی گئی ہیں انھیں کسی اور جگہ چسپاں کیا گیا ہے۔ قرآن پاک کی یہ تحریفات خواہ لفظی ہوں یا معنوی یا مرادی بہرحال ایک جرم عظیم کا ارتکاب ہے ایسا کرنے والا آخرت میں عذاب الیم کا مستحق ہوگا۔

تحریف لفظی کے چند نمونے

(۱) قرآن پاک کی اصل آیت — وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنیٰ القی الشیطان فی امنیتہ ۵ پارہ ۱۷ سورۃ حج۔ اس کا مفہوم یہ ہے اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ جو شیطان کے اغوا سے آپ سے مجادلہ کرتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ) ہم نے آپ کے قبل کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کو یہ قصہ پیش نہ آیا ہو کہ جب اس نے اللہ کے احکام میں سے) کچھ پڑھا تب ہی) شیطان نے اس کے پڑھنے میں (کفار کے قلوب میں) شبہ (اور اعتراض) ڈالا (اور کفار ان ہی شبہات اور اعتراضات کو پیش کر کے انبیاء سے مجادلہ کیا کرتے) معارف القرآن جلد ۶ صہ ۲۶۲۔ اس آیت میں۔ من قبلك سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ لوگوں کا آپ سے مجادلہ بوجہ اغوا شیطان آپ سے قبل بھی ہو چکا ہے آپ کے بعد اس امر کا وقوع اس لئے ممکن نہیں کہ اب رسالت ختم ہو چکی اگر آپ کے بعد بھی اس کا امکان رہتا تو یہ مذکورہ آیت اس طرح ہونی چاہئے تھی کہ جس سے

قبل اور بعد دونوں میں اس مجادلہ کا وقوع ثابت ہو سکتا جیسا کہ مرزا غلام احمد نے اپنے لئے اس کا راستہ مسدود ہونے نہیں دیا۔ اسلئے من قبلك کو حذف کر دیا۔

تحریف شدہ آیت - وما ارسلنا من رسول ولا نبی الا اذا تمنیٰ الخ۔

حاشیہ ازالۂ اوہام جلد اول صـ۲۵۷

۲۔ قرآن پاک کی اصل آیت - وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۰ پ۱۰ سورہ توبہ ـــ اس سے پہلے قرآن میں جہاد کا بیان چل رہا ہے۔ باری تعالیٰ کا حکم ہے نکلو ہلکے اور بوجھل اور اللہ ہی کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو اس آیت میں حق تعالیٰ نے صیغۂ امر کا استعمال کیا ہے اور امر وجوب پر دلالت کرتا ہے اس سے یہ بات صاف ظاہر ہو رہی تھی کہ جہاد کی فرضیت اور وجوب کا حکم دیا گیا ہے مگر مرزا جی تو جہاد کو ختم کرنے کے لئے آئے تھے۔ انگریزوں کے ایماء پر وہ کتابوں سے جہاد کا باب ختم کر چکے تھے۔ بھلا کس طرح گوارا کرتے اس لئے اس آیت میں صیغۂ امر کے بجائے صیغۂ مضارع ان یجاھدوا استعمال کیا۔ اور مخاطب کی ضمیروں کے بجائے اس مضارع کی ضمیر کی مطابقت کی وجہ سے کُمْ کی جگہ غائب کی ضمیر ھُمْ استعمال کی اور فی سبیل اللہ کو آخر سے اٹھا کر ان یجاھدوا کے بعد رکھدیا تاکہ وجوبیت و فرضیت ثابت نہ ہو سکے۔

تحریف شدہ آیت ـــ ان یجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم

جنگ مقدس صـ۱۹۴ ۔ ۵ رجون ۱۸۹۳ء بحوالہ قادیانی نمبر۔

۳۔ اصل آیت قرآن ـــ کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربك ذوالجلال والاکرام۔ پ۲۷ سورۂ رحمٰن ـــ خداوند قدوس نعمتوں کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتا ہے۔ تم کو ان کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ اور کفر و معصیت سے ناشکری نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس عالم کے فنا کے بعد ایک دوسرا عالم آنے والا ہے جہاں جزا و سزا دیجائیگی

چنانچہ مذکورہ بالا آیت کے اندر ارشاد ہے کہ جتنے (جن و انس) روئے زمین پر موجود ہیں سب فنا ہو جائیں گے۔ اور (صرف) آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت (والی) اور (باوجود عظمت کے) احسان والی ہے باقی رہ جائے گی۔

تحریف شدہ آیت ۔ کل شیئ فان ویبقیٰ وجہ ربك ذوالجلال والاکرام ۔ ازالۂ ادہام ۱۳۶ ۔ یہ دو آیتیں تھیں پہلے تو ان کو ایک کردیا اور من علیہا کو حذف کرکے لفظ "شیئ" کو بڑھادیا۔ ممکن ہے مرزا کے ذہن میں یہ بات رہی ہو کہ شیئ کے تحت دنیا کی ہر چیز داخل ہے اس لئے حضرت عیسیٰؑ بھی داخل ہوگئے۔ جس سے اُن کی موت و فنا کا استدلال کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ خود مرزا اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی موت ہوئی اور وہ زندہ نہیں ان کے نزول کے سلسلہ میں جو وارد ہوا ہے وہ مثل مسیح ہوگا۔ چنانچہ وہ میں ہی ہوں۔ العیاذ باللہ۔

۱۲۔ مرزا کا چونکہ دعویٰ ہے کہ میں (مرزا غلام احمد) مسیح موعود ہوں۔ اس لئے اس دعویٰ کے اثبات میں نہ جانے انھوں نے کتنے جتن کر ڈالے۔ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں آتا ہے کہ دمشق میں نزول ہوگا ...... اس سلسلہ میں مرزا کا بھی قول ملاحظہ فرمایئے "مگر دمشق میں تو کوئی خوبی کی بات نہیں جس کی وجہ سے تمام امکنہ متبرکہ کو چھوڑکر نزول کیلئے صرف دمشق کو مخصوص کیا جائے۔ اس جگہ بلاشبہ استعارہ کے طور پر کوئی مرادی معنی مخفی ہیں جو ظاہر نہیں کئے گئے اور یہ عاجز اس کی تفتیش کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا کہ وہ معنی کیا ہیں اسی اثناء حکیم نورالدین صاحب قادیان تشریف لائے اور انھوں نے مجھ سے کہا ایسے چند مجمل الفاظ ہیں ان کے انکشاف کیلئے جناب الٰہی میں توجہ کیجائے لیکن ان دنوں میری طبیعت علیل اور دماغ ناقابلِ جدوجہد تھا۔ اس لئے میں ان تمام مقاصد کی

طرف توجہ کرنے سے مجبور رہا پھر تھوڑی توجہ کرنے سے ایک لفظ کی تشریح یعنی دمشق کے لفظ کی حقیقت میرے پر کھولی گئی ،

(حاشیہ ازالہ اوہام اوّل ص۶۵)

اس کے بعد کئی صفحات میں اپنی عقل کے اعتبار سے بڑی اچھوتی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ " دمشق جو نزول مسیح کی جگہ ہے اور احادیث وغیرہ میں جو لفظ دمشق استعمال کیا گیا ہے وہ محض استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے "، مرزا جی نے اپنے سارے علم کو اس بات کے ثابت کرنے پر صرف کر دیا کہ دمشق سے مراد وہ مخصوص جگہ نہیں بلکہ اس کی خصوصیات کی حامل جگہ مراد ہے۔ چنانچہ ان خصوصیات کا حامل قادیان ہے۔ آگے چل کر اسی مذکورہ بالا کتاب کے ص۷۳ پر لکھ ہی دیا کہ یہ بھی مدت سے الہام ہو چکا ہے۔ انا انزلناہ قریباً من القادیان و بالحق انزلناہ و بالحق نزل وکان وعد اللہ مفعولاً۔ یہ آیت براہین احمدیہ میں بھی ہے۔ حاشیہ در حاشیہ ۳ ص۴۹۸۔ یعنی ہم نے اس کو قادیان کے قریب اتارا ہے اور سچائی کے ساتھ اتارا اور ایک دن وعدہ اللہ کا پورا ہونا تھا۔ اس الہام پر نظر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ قادیان میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اس عاجز کا ظاہر ہونا الہامی نوشتوں میں بطور پیشگوئی پہلے لکھا گیا تھا۔ پھر آگے ص۷۶ پر اپنی بات کی مزید توثیق کرتے ہوئے ایک اور کذب بیانی سے کام لے رہے ہیں فرماتے ہیں "جس روز وہ الہام مذکور جس میں قادیان میں نازل ہونے کا ذکر ہے ہوا تھا اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا میرے بھائی غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر بآواز بلند قرآن پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انھوں نے ان فقرات کو پڑھا انا انزلناہ قریباً من القادیان۔ تو میں نے سُن کر بہت تعجب کیا کہ قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے۔ تب انھوں نے کہا یہ دیکھو۔ تب میں نے

نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقعہ پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے۔

العیاذ باللہ

۵ اصل آیت — ولقد اٰتینٰک سبعاً من المثانی والقراٰن العظیم ۰ (پ۱۴ سورۃ حجر)

تحریف شدہ آیت — انا اتیناک سبعاً من المثانی والقرآن العظیم۰ ولقد کو حذف کر دیا۔ قرآن کے "ن" پر زبر اور اسی طرح العظیم کے "م" پر بھی زبر ہے مگر مرزا کی کتاب میں زیر موجود ہے۔ براہین احمدیہ حاشیہ ۱۱ ص۴۸۸)

۶۔ اصل آیت۔ الم یعلموا انہ من یحادد اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم خالداً فیہا ذٰلک الخزی العظیم ۰(پ۱۰ سورۃ توبہ)

تحریف شدہ آیت — الم یعلموا انہ من یحادد اللہ ورسولہ یدخلہ ناراً خالداً فیہا ذٰلک الخزی العظیم ۰ —— مرزا نے یدخلہ کا اضافہ کیا اور فان لہ اور جہنم کو حذف کر دیا۔ حقیقۃ الوحی ص۱۳۰۔

۷ اصل آیت —— یاایھا الذین اٰمنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقاناً ویکفر عنکم سیاٰتکم ویغفر لکم واللہ ذو الفضل العظیم ۰ پ۹ سورۃ انفال۔

محرف آیت — یاایھا الذین اٰمنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقاناً ویکفر عنکم سیاٰتکم ویجعل لکم نوراً تمشون بہ سیاٰتکم کے بعد مرزا نے بڑھا دیا اور یغفر لکم واللہ ذو الفضل العظیم ۰ کو ختم کر دیا۔ (دفع الوساوس ص۷۲ بحوالہ قادیان نمبر)

۸ اصل آیت —— وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ

لا الٰہ الّا انا فاعبدون

تحریف شدہ آیت ۔ وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی و لا محدث الا اذا تمنیٰ القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ اصل آیت میں رسول تک تحریر کی آگے اپنی جانب سے مکمل عبارت بڑھادی اور محدث کا لفظ جو قرآن میں ہے ہی نہیں داخل کردیا۔ یہ سارا ڈھونگ مرزا نے اس لئے رچایا کہ اپنے کو محدث اور ملہم من اللہ ثابت کر دکھائیں (براہین احمدیہ باب اول حاشیہ در حاشیہ ۴ ص ۵۴۸)

معنوی تحریف کی چند مثالیں

مرزائیوں نے معنوی تحریف بھی کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ مرزا بشیر الدین محمود نے قرآن پاک کا ترجمہ اور تفسیر کی ہے جس میں ارادۃً معنوی تحریف کی ہے۔

۱۔ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ کے معنیٰ میں تحریف کرتے ہوئے اسطرح ترجمہ کیا ہے۔ جن پر نہ تو بعد میں تیرا غضب نازل ہوا ہے اور نہ وہ بعد میں گمراہ ہوگئے ہیں (بحوالہ قادیانی نمبر قومی ڈائجسٹ پاکستان) حالانکہ صحیح ترجمہ یہ ہے۔ نہ دکھا ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ ان لوگوں کا جو گمراہ ہوگئے۔

۲۔ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ۝ کا ترجمہ اس طرح کیا ہے " اور جو تجھ پر نازل کیا گیا یا جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا یا جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا تھا اس پر ایمان لاتے ہیں اور آئندہ ہونے والی موعود باتوں پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ (بحوالہ قادیان نمبر) حالانکہ اصل ترجمہ یہ ہے اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں آپ پر جو نازل ہوا اور جو کچھ آپ سے پہلے نازل ہوا اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔

۳۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کا ترجمہ کرتے ہوئے مرزا جی فرماتے ہیں" اے میرے خداوند رحمٰن ورحیم ہمیں ایسی ہدایت بخش کہ آدم صفی اللہ کے مثیل ہو جائیں شیث نبی اللہ کے مثیل بن جائیں حضرت نوح آدم ثانی کے مثیل ہو جائیں الخ ازالۂ اوہام جلد ۱ صفحہ ۲۵۷۔ اور جلد ۲ صفحہ ۵۳۹ میں رقمطراز ہیں" اس دعا کا ماحصل کیا ہے یہی تو ہے کہ ہمیں اے ہمارے خدا نبیوں اور رسولوں کا مثیل بنا۔

۴۔ یاعیسیٰ انی متوفیک ورافعک یا بل رفعہ اللہ الیہ میں مرزا کہتے ہیں رفع سے مراد ان کی روح ہے نہ کہ جسد اور یہ ہر مؤمن کیلئے ضروری ہے۔ ضروری کو چھوڑ کر غیر ضروری کا خیال دل میں لانا سراسر جہل ہے۔ ازالۂ اوہام جلد ۱ صفحہ ۲۶۷۔ دوسری جگہ مزید اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قرآن میں تیس کے قریب ایسی شہادتیں ہیں جو مسیح ابن مریم کے فوت ہونے پر دلالت بیّن کر رہی ہیں غرض یہ بات کہ مسیح جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا۔ اور اسی جسم کے ساتھ اترے گا۔ نہایت لغو اور بے اصل بات ہے۔

(ازالۂ اوّل صفحہ ۳۰۲، صفحہ ۳۰۳)

۵۔ انّا انزلنٰہ فی لیلۃ القدر۔ فرماتے ہیں کہ اس کے صرف یہی معنیٰ نہیں کہ ایک بابرکت رات ہے جس میں قرآن شریف اترا بلکہ باوجود ان معنوں کے اس آیت کے بطن میں دوسرے معنیٰ بھی ہیں جو رسالہ فتح الاسلام میں درج کئے گئے ہیں۔ (ازالۂ اوہام صفحہ ۱۷۲، ۳۱۲)

۶۔ یضل بہ کثیرًا ویھدی بہ کثیرا۔ فرماتے ہیں کہ اکثر پیش گوئیاں اس آیت کا مصداق ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے ہمیشہ ظاہر پرست لوگ امتحان میں پڑ کر پیش گوئی کے ظہور کے وقت دھوکہ کھا جاتے ہیں اور زیادہ تر انکار کر نیوالے

اور حقیقت مقصودہ سے بے نصیب رہنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ حرف حرف پیش گوئی کا ظاہری طور پر جیسا کہ سمجھا گیا پورا ہو جائے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہوتا۔ (ازالۂ اوہام جلد اوّل ص۶۲)

۷۔ قل یٰعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسهم الآیہ۔ یعنی ان لوگوں کو کہہ کہ اے میرے بندو خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ خدا تمام گناہ بخش دے گا۔ بعد ترجمہ مطلب کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا کہ اب دیکھو! یاعبادَ اللہ کی جگہ یاعبادی کہہ دیا گیا۔ حالانکہ لوگ خدا کے بندے ہیں نہ آنحضرتؐ کے مگر یہ استعارہ کے رنگ میں بولا گیا ہے۔ اس میں تمام مخلوق کو رسول اللہ کا بندہ قرار دیا گیا ہے۔ حقیقۃ الوحی ص۶۴۔

تحریفِ منصبی کی چند جھلکیاں

۱۔ ومریم ابنۃ عمران التی احصنت فرجہا فنفخنا فیہ من روحنا پ۲۸، سورۂ تحریم — ترجمہ اور دوسری مثال اس امت کے افراد کی مریم عمران کی بیٹی ہے جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا۔ تب ہم نے اس کے پیٹ میں اپنی قدرت سے روح پھونک دی یعنی عیسیٰؑ کی روح۔ اب خوب غور کر کے دیکھ لو اور دنیا میں تلاش کر لو کہ قرآن شریف کی اس آیت کا بجز میرے کوئی دنیا میں مصداق نہیں۔ پس یہ پیش گوئی سورۂ تحریم میں خاص میرے لئے ہے۔

(حقیقۃ الوحی ص۳۳۸)

۲۔ انا اعطینٰک الکوثر — اس کا ترجمہ بھی غلط کیا ہے "ہم نے کثرت سے تجھے دیا"

۳۔ یٰسٓ انک لمن المرسلین ۲؎ حقیقۃ الوحی ص۱۰۱۔

؎ ومآ ارسلناك الا رحمة للعلمین ۔ ؎۵ قل ان کنتم تحبون اللہ الآیۃ حقیقۃ الوحی ص۸۳

؎۶ قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ ۔ (حقیقۃ الوحی ص۸۴،۸۱

؎۷ انا فتحنا لک فتحا مبینا ۔ ضمیمہ حقیقۃ الوحی الاستفتاء ص۸۴ ۔ اراد اللہ ان یبعثک مقاما محمودا ، ایضاً ص۸۶

مندرجہ بالا کچھ آیتیں مرزا نے اپنے اوپر ملہم ثابت کی ہیں اور جہاں حقیقۃ الوحی میں الہامات درج کئے ہیں وہیں ان کو بھی درج کیا ہے ۔ ایسی نہ معلوم کتنی تحریفات ہیں جن کو مرزا نے بڑی دلیری کے ساتھ انجام دیا ہے ۔ اور اسی پر بس نہیں کی بلکہ کلمہ اور درود پاک میں بھی دست درازی کی ہے ۔

تحریف کلمہ اور درود شریف

اصل کلمہ جس کو مسلمان پڑھتے ہیں اور جس پر ایمان ہے وہ یہ ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمدؐ اللہ کے رسول ہیں ۔ مگر اس کلمہ کی بھی اس نے تحریف کر ڈالی اور "محمد" کی جگہ "احمد" رکھدیا جس کا ترجمہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور احمد (مرزا غلام احمد) اللہ کے رسول ہیں (بحوالہ قادیانی نمبر)

اسی طرح درود پاک میں بھی اس تحریف کا ارتکاب کیا ہے ۔ اصل درود جو اہل سنت و الجماعت کے عقیدہ کی رو سے درست ہے وہ یہ ہے ۔ اللّٰھم صل علیٰ محمد وعلیٰ ال محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ ال ابراھیم انک حمید ۔ اللّٰھم بارک الخ اس میں اس نے یہ کیا کہ جہاں لفظ "محمد" آیا ہے وہاں اس کے آگے لفظ "احمد" کا بھی اضافہ کر دیا ہے (بحوالہ قادیانی نمبر پاکستان)

یہ ہیں مرزائیوں کے ناقابلِ معافی جرائم جن سے امت مسلمہ کو ایک زبردست مقابلہ کا سامنا ہے اس معرکہ آرائی میں ایک طرف تو ایمان کو متزلزل ہونے سے محفوظ رکھنا ہے دوسری طرف تقدس رسول کو برقرار رکھتے ہوئے خدا کی وحدانیت کے ساتھ قرآن جیسی بیش بہا اور آخری کتاب کی دل و جان سے حفاظت کرنی ہے ۔ (انشاء اللہ تم)

قادیانیت

مولانا نظام الدین اسیر ادروی

۱۸۳۵ء میں ایک منحوس ساعت آئی جب پنجاب کے ضلع گورداسپور میں ایک شخص پیدا ہوا اور اس نے انگریزی حکومت کے زیر سایہ اور اس کی تلواروں کی حفاظت میں اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا، چونکہ یہ حکومت کا خود کاشت پودا تھا اور انگریزوں کا نیتر اقبال عروج پر تھا۔ اس لئے ہندوستان کی آب وہوا اس کے پنپنے اور بڑھنے کے لئے سازگار ثابت ہوئی۔ اس خود ساختہ نبی کا نام مرزا غلام احمد قادیانی تھا۔ جو پنجاب کے ایک مقام قادیان میں ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۷۵ء کے آس پاس نبوت کا دعویٰ کیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے باپ کا نام غلام مرتضیٰ اور اس کے بڑے بھائی کا نام مرزا غلام قادر تھا جو انگریزی حکومت کی طرف سے ضلع گورداسپور کا سپرنٹنڈنٹ تھا۔ اس خاندان کے بعض دوسرے افراد بھی انگریزی حکومت کے ملازم تھے، مرزا غلام احمد نے پہلے مسیح اور مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا چنانچہ مرکز قادیان سے مرزا غلام احمد کی جو سوانح حیات شائع ہوئی ہے سوانح نگار نے اس میں اس کے دعوئ مسیحیت کے سلسلہ میں لکھا ہے۔

"جب آپ کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو آپ کو الہام ہوا کہ تم ہی وہ مسیح اور مہدی ہو جس کے آنے کا مسیحیوں اور مسلمانوں سے وعدہ تھا جب یہ الہام

آپ کو ہوا تو آپ نے ایک مدت تک اس کو ظاہر پر محمول کیا لیکن بار بار الہام ہونے کے بعد آپ نے اپنے مسیح و مہدی ہونیکا اعلان کیا۔[۱]

چالیس سال کی عمر میں آپ کا پہلا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا تھا اور اسی کی تبلیغ و اشاعت کرتا رہا۔ جب اس کے حلقہ بگوشوں کی تعداد پانچ، چھ سو سے زائد ہو گئی تو اس نے ایک اور چھلانگ لگائی اور تاج نبوت زیب سر کر کے منصب رسالت کی کرسی زریں پر متمکن ہو گیا۔ دعویٰ مسیحیت کے کئی سال بعد اس نے ایک کتاب لکھی اس میں اس نے غیر مبہم لفظوں میں لکھا۔

"خدا وہ خدا ہے کہ جس نے اپنے رسول کو یعنی اس عاجز کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب و اخلاق کے ساتھ بھیجا۔"[۲]

اب اس نے صراحتاً اپنے نبی و رسول ہونے کا دعویٰ کر دیا، اس سلسلہ میں اس کی سوانحعمری کے مرتب نے مزید تفصیلات مہیا کی ہیں۔ وہ لکھتا ہے۔

"حضور کا وہ مکتوب جو آخری مکتوب کہلاتا ہے اور جو ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کے اخبار عالم لاہور میں شائع ہوا ہے، جس کی عبارت یہ ہے، جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں، وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا ہے اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے اوپر کھولتا ہے۔ جبتک کہ انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو۔

---

[۱] سیرت و سوانح مرزا غلام احمد، شائع کردہ مرکز قادیان ص ۹۔

[۲] اربعین مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی ص ۳۴

دوسرے پردہ اسرار نہیں کھولتا اور انھیں امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو میں خدا کے حکم کے مطابق نبی ہوں"۔[1]

مرزا غلام احمد جب نبی بن گیا۔ تو اس کے پاس وحی بھی آنی چاہیئے وہ شیطان ہی کی طرف سے کیوں نہ ہو، اس لئے اس پر وحی آئی اور مسلسل آتی رہی۔ اس پر جب وحی آتی تھی تو اس کی کیا کیفیت ہوتی تھی؟ اس کی منظر کشی اسی کے الفاظ میں سنئے،

وحی آسمان سے دل پر ایسی گرتی ہے جیسے کہ آفتاب کی شعاع، میں روز دیکھتا ہوں جب مکالمہ و مخاطبہ کا وقت آتا ہے تو اول دل پر ایک ربودگی طاری ہو جاتی ہے۔ تب میں ایک تبدیل یافتہ کے مانند ہو جاتا ہوں اور میری حس اور میرا ادراک اور میرے ہوش گو بگفتن باقی ہوتے ہیں۔ مگر اس وقت میں یوں پاتا ہوں کہ گویا ایک وجود شدید الطاقۃ نے میرے تمام وجود کو اپنی ہستی میں لے لیا ہے اور میں اس وقت محسوس کرتا ہوں کہ میری ہستی کی تمام رگیں اس کے ہاتھ میں ہیں اور جو کچھ میرا ہے اب وہ میرا نہیں ہے بلکہ اس کا ہے، جب یہ حالت ہو جاتی ہے تو سب سے پہلے خدا تعالیٰ دل کے ان خیالات کو میری نظر کے سامنے پیش کرتا ہے جن پر اپنے کلام کی شعاع ڈالنا اس کو منظور ہوتا ہے اور ایسا ہوتا ہے کہ جب ایک خیال دل کے سامنے آیا تو جھٹ اس پر ایک ٹکڑا کلام الٰہی کا شعاع کی طرح گرتا ہے اور بسا اوقات اس کے گرنے کے ساتھ ہی تمام بدن ہل جاتا ہے۔[2]

مرزا صاحب مہدی سے نبی تک ترقی کر گئے اور الہام سے وحی تک پہونچ گئے اور

---

[1] عقائد احمدیت شائع کردہ انجمن احمدیہ قادیان ص ۹۷، ۹۸۔

[2] عقائد احمدیت شائع کردہ انجمن احمدیہ قادیان ص ۱۱۴، ۱۱۵،

اور ان کے حلقہ بگوشوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا تو انھوں نے اور بھی ہاتھ پاؤں نکالے، اب تک اپنے کو مسلمان بھی کہتے تھے اور مسلمانوں کے سواد اعظم کے عقائد پہ قائم رہنے کا بھی اعلان کرتے رہتے تھے لیکن جب نبی بن کر اپنی شریعت خاص کا اجرا کیا تو اپنے متبعین کے سوا سارے مسلمانوں کے خارج از ایمان ہونے کا اعلان کردیا اور کہا کہ

"جو لوگ میری تکذیب کریں گے اُن کو اَلْحَمْدُ سے وَالنَّاس تک پورا قرآن چھوڑنا پڑے گا، پھر سوچو کیا میری تکذیب کوئی آسان امر ہے؟ یہ میں ازخود نہیں کہتا، خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حق یہی ہے کہ جو مجھ کو چھوڑے گا اور میری تکذیب کرے گا گو زبان سے نہ سہی مگر اپنے عمل سے اس نے پورے قرآن کی تکذیب کردی اور خدا کو چھوڑ دیا۔ اس کی طرف میرے ایک الہام میں بھی اشارہ ہے۔ انتَ مِنّی وَاَنَا مِنکَ بیشک میری تکذیب سے خدا کی تکذیب لازم آتی ہے، پھر میری تکذیب میری تکذیب نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے [۱]

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی مسیلمہ کذّاب کی طرح ایک مدّعیٔ نبوت ہے اس طرح حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے سے اس کو انکار ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ناروا اور نازیبا الزامات لگائے ہیں۔ اس لئے قادیانیت ایک فرقہ نہیں۔ شدید ترین اسلام دشمن ایک مستقل مذہب ہے، اس کی بنیاد ہی اسلام دشمنی پر پڑی ہے۔ اس کی براہ راست زد اسلام پر پڑتی ہے، کیونکہ وہ قرآن و حدیث پر اپنے عقیدہ کا اظہار کرتا ہے۔ اور تمام مذہبی اصطلاحات کو اپنے فرقہ میں استعمال کرتا ہے جو خالص اسلامی

---

[۱] عقائد احمدیت ص ۱۲۳ - ۱۲۴

اصطلاحیں ہیں، اس لئے غیر مسلم اقوام کو تو اپنے مذہب میں لانے میں ناکام ہے البتہ مسلمانوں کو مرتد بنانا اس کا اصل مشن ہے، وہ مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا، اسلامی نام پایا، اس لئے اس کے دعوئ نبوت کا عذاب مسلمانوں کو بھگتنا پڑ رہا ہے، چونکہ مرزا غلام احمد نے پہلے ہی مرحلہ پر نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا اسلئے مسلمان حلقوں میں اس کی بات سُنی جاتی تھی، پنجاب ہمیشہ سے جاہل اور جعلی پیروں کی جولانگاہ رہا ہے۔ اس لئے بتدریج اس کی پھیلائی ہوئی ضلالت وگمراہی کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا۔ جب اس کے گردوپیش کچھ افراد جمع ہوگئے تو وہ اپنے اصلی رنگ میں ظاہر ہوا اور پر پُرزے نکالے اور اپنے عقائد کا اعلان کیا تب لوگوں کی آنکھیں کھلیں تب تک رِستا ہوا پانی سیلاب بن چکا تھا اور جب ۱۹۰۸ء میں اسکا انتقال ہوتا ہے تو اس وقت تک قادیانیت ایک طاقتور مذہب کی شکل اختیار کر چکی تھی۔

آج یہ فرقہ دنیا کا مالدار ترین فرقہ ہے، اس کے دو مرکزی دفاتر ہیں۔ ایک ہندوستان کے شہر قادیان میں ہے، یہیں سے اس کے اشاعتی لٹریچر تیار کر کے پورے ملک میں مفت تقسیم کئے جاتے ہیں اور ایک ہفتہ وار اخبار "بدر" کے نام سے نکلتا ہے۔ اس مرکز کے ماتحت کئی درجن باتنخواہ مشنری پورے ملک میں اپنے مذہب کی تبلیغ واشاعت میں شب و روز مصروف رہتے ہیں۔ ان کا دوسرا مرکزی دفتر پاکستان میں چینوٹ کے قریب اپنے آباد کردہ شہر "ربوہ" میں ہے، اس دفتر سے عالمی پیمانے پر قادیانیت کی نشر و اشاعت کے پروگرام بنائے جاتے ہیں۔ یہیں کی تربیت گاہ سے نکلے ہوئے قادیانی دنیا کے مختلف ملکوں میں جا کر اپنے مذہب کی تبلیغ کا فرض انجام دیتے ہیں، وہاں ان کے بہت سے مدارس اور کالج ہیں۔ ان میں سب سے اہم احمدیہ مشنری کالج"

ہے۔ جس میں قادیانیت کے مشنری تیار کئے جاتے ہیں، قادیان اور ربوہ دونوں مرکزی دفاتر کا سالانہ بجٹ گیارہ کروڑ روپئے سے زیادہ ہے[1]

یہی دونوں مرکز اپنے عالمی مشنریوں کو منظم کرتے ہیں، ہدایات دیتے ہیں، ان کے دفاتر کا بجٹ پورا کرتے ہیں، ایک سو سے زائد مرکزی مشنری ہیں اور ۱۶۴ لوکل مشنری کام کرتے ہیں اس طرح ۲۶۴ پرجوش، بااختیار، مالیات کی فراہمی سے بے نیاز داعی اور مشنری عالمی پیمانے پر تبلیغ قادیانیت کے نظام کو پوری قوت سے چلا رہے ہیں، یہ طریقہ انھوں نے عیسائی مشنریوں سے لیا ہے۔ اور ٹھیک اسی نہج پر وہ کام کرتے ہیں، ان کے نظام تبلیغ واشاعت مذہب کی وسعت اور پھیلاؤ کا اندازہ مندرجہ ذیل تفصیل سے کیا جا سکتا ہے امریکہ کی چار ریاستوں میں ۹ مشن کام کرتے ہیں ان کی ۴ مسجدیں ہیں اور تین مدرسے، پانچ اخبارات و رسائل شائع ہوتے ہیں۔ یورپ کے ملکوں میں کنیڈا، انگلینڈ ہالینڈ، سوئزرلینڈ، جرمنی، ڈنمارک، سویڈن، ناروے، بلجیم، سپین اور اٹلی میں ان کے ۴۲ مشن ۱۳۰ مسجدیں ۲ مدرسے ہیں اور ۹ رسالے اور اخبارات جاری ہیں، مشرق وسطیٰ میں فلسطین، شام، لبنان، عدن، مصر، کویت، بحرین مسقط، دبئی اور اُردن میں ۱۰ مشن چار مسجدیں اور ایک مدرسہ ہے اور ایک رسالہ البُشریٰ عربی زبان میں شائع ہوتا ہے، مشرقی افریقہ میں کینیا، تنزانیہ یوگنڈا، زامبیا میں ۲۶ مشن ۷۱ مسجدین ۵ مدرسے ہیں اور ۵ اخبارات و رسائل شائع ہوتے ہیں، سب سے زیادہ کامیابی ان کو مغربی افریقہ میں ملی ہے وہاں نائیجریا، گھانا، سیرالیون، گیمبیا، آئیوری کوسٹ، لائبیریا، ٹوگولینڈ نائیجر، بینن اور صومالیہ میں ۲۳۷ مشن ۴۶۹ مسجدیں ۱۵۴ مدارس اور ۲۵ ہسپتال ہیں اور ۴ اخبارات و رسائل شائع کئے جاتے ہیں، ممالک بحر ہند میں

---

[1] سیرت و سوانح مرزا غلام احمد قادیانی ص ۷۰۔ شائع کردہ مرکز قادیان

ماریشیش، لنکا، برما میں ۷ مشن ۱۳ مسجدیں اور ایک مدرسہ ہے۔ ۳ اخبارات ورسائل جاری ہیں، مشرق بعید میں انڈونیشیا، ملیشیا، فجی آئی لینڈ، جاپان، فلپائن، جنوبی افریقہ میں کیپ ٹاؤن میں ۳، ۷ مشن ۱۲۷ مسجدیں اور ۵ مدرسے ہیں، ۱۶ اخبارات ورسائل ہیں، مشرق بعید میں سب سے زیادہ کامیابی ان کو انڈونیشیا میں حاصل ہوئی جو ایک مسلم ملک کہا جاتا ہے۔ صرف انڈونیشیا میں ۳۰ مشن مصروف کار ہیں اور ۱۱۵ مسجدیں اس کے مختلف شہروں میں موجود ہیں۔

مذکورہ بالا تفصیل سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ قادیانیت کی تبلیغ میں کتنی منظم اور کتنی بڑی فوج لگی ہوئی ہے اور یہ ساری فوج صرف امت محمدیہ پر حملہ آور ہے اور اس کی مدافعت میں کوئی منظم جماعت ہماری نگاہوں میں نہیں ہے۔

ان کی سب سے کاری ضرب اسلام پر اُن کے ترجمۂ قرآن سے پڑتی ہے۔ وہ اپنی تائید میں مسلمانوں کی کتاب قرآن کو استعمال کرتے ہیں، اس کا دنیا کی تمام اہم ترین زبانوں میں ترجمہ کرتے ہیں اور ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں شائع کرتے ہیں۔ تمام مترجمین قادیانی ہیں، انھوں نے ترجمہ میں کیا کیا بددیانتیاں کی ہوں گی۔ اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا، ان تراجم کو اتنے بڑے پیمانے پر تمام ممالک میں پھیلا چکے ہیں۔ جن کا آپ اندازہ نہیں لگا سکتے۔

قرآن کے انگریزی ترجمہ کے متعدد ایڈیشن کئی لاکھ کی تعداد میں وہ شائع کر چکے ہیں۔ انگریزی زبان میں پانچ جلدوں میں ایک تفسیر بھی شائع کی ہے جو ۳۰۰۰ صفحات پر مشتمل ہے، اس تفسیر کا خلاصہ بھی انگریزی میں شائع کر دیا گیا ہے جو ۱۵۰۰ صفحات پر مشتمل ہے، ہالینڈ کی ڈچ زبان میں قرآن کے ترجمے کے تین ایڈیشن اب تک وہ شائع کر چکے ہیں، جرمنی ترجمے کے تین ایڈیشن مشرقی افریقہ میں کینیا کی سواحیلی زبان میں ترجمہ قرآن کے بھی تین ایڈیشن یعنی تین ہزار

نسخے شائع ہو چکے ہیں۔ نائیجریا کی زبان یوروبا میں قرآن کا ترجمہ کیا گیا، اس کے بھی تین ایڈیشن نکل چکے ہیں، ڈنمارک کی زبان ڈینش میں ترجمہ کر کے اس کو دس ہزار کی تعداد میں طبع کر کے تقسیم کیا گیا، یوگنڈا کی زبان یوگنڈی، یورپ کی جدید زبان اسپرنٹو میں انڈونیشیا کی انڈونیشین میں، فرانس کی زبان فرنچ میں، روسی، اٹالین، سپینش، پرتگالی اور بنگلہ زبان میں قرآن کے ترجمے کرائے گئے ہیں۔ مشرقی افریقہ کی بعض دوسری زبانوں کیکویو، لوگو، کیکامیہ میں بھی قرآن کا ترجمہ کیا جا چکا ہے، آسامی، پنجابی اور ہندی زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں۔ جن میں سے بعض شائع ہو چکے ہیں۔ بعض طباعت کے مرحلے میں ہیں، عنقریب وہ بھی شائع ہو جائیں گے۔ مغربی افریقہ کی مقامی زبانوں میں مثلاً سیرالیون کی زبان مینڈی، گھانا کی زبان فنٹے، توائی، نائیجریا کی ایک زبان ہاؤسا اور فجی کی زبان فیجین میں ترجمہ کا کام جاری ہے۔ مستقبل قریب میں وہ بھی شائع ہو جائیں گے۔ چینی زبان میں بھی ترجمہ کی تیاریاں ہیں۔

ان حالات کے پیشِ نظر آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ قادیانیت کی جڑیں کتنی گہرائی تک پہونچی ہوئی ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ اس کی مدافعت میں جتنی توانائیاں ہمیں لگانی چاہیئے تھیں۔ ہم نے نہیں لگائیں، ہم چند دلچسپ مباحثوں مناظروں اور اشتہار بازیوں میں مصروف رہے اور اُسے ایک حقیر اور مختصر سی جماعت سمجھ کر اس کی طرف سے بے نیازی برتتے رہے اور وہ خاموشی سے مسلمانوں کے ایمانوں پر ڈاکے ڈالتے رہے اور ہم خاموش تماشائی بنے رہے، قادیانیت کی جنم بھومی ہندوستان کی سرزمین ہے، یہیں کے علماء کا سب سے پہلے فریضہ تھا کہ اس نئے مذہب کی تباہ کاریوں اور ہلاکت آفرینیوں سے تمام عالم اسلام کو باخبر کرتے اور ابتدا ہی سے اس کے خلاف ایک متفقہ اجتماعی پالیسی اختیار کر کے اپنے

فیصلہ سے اسلامی دنیا کو باخبر رکھتے تو شاید اتنے بڑے پیمانے پر یہ تباہی نہ پھیلتی، یہ ہماری کوتاہی تھی، اسلام نے ہمارے اوپر اپنی حفاظت کی جو ذمہ داری عائد کی تھی اس کو کما حقہٗ ہم نے پورا نہیں کیا اور ہزاروں، لاکھوں مسلمانوں کے ایمان کی پونجی ہماری غفلت سے لٹ گئی خدا ہماری کوتاہیوں اور لغزشوں کو معاف فرمائے،

تلافی مافات کے لئے ضروری ہے کہ آج ہم ایک غیر متزلزل لائحہ عمل لے کر اٹھیں اور قادیانیت کے بارے میں غیر مبہم الفاظ میں اپنی رائے دنیائے اسلام کے سامنے پیش کر دیں، اس سلسلہ میں میری تجویز ہے کہ

۱۔ واضح اور غیر مبہم لفظوں میں یہ اعلان کر دیا جائے کہ قادیانیت مسلمانوں کا کوئی فرقہ نہیں بلکہ یہ اسلام دشمن ایک مستقل مذہب ہے، جس کا اسلام سے قطعاً کوئی تعلق نہیں،

۲۔ ان کی پوجا پاٹ کی جگہ کو مسجد نہ کہا جائے اور حتی الامکان اس نام کے استعمال سے ان کو روکا جائے

۳۔ قادیانیوں کا حدود حرم مکہ و مدینہ میں داخلہ ممنوع ہو۔ ان کے ساتھ غیر مسلموں کا سلوک کیا جائے

۴۔ مسلمانوں کے کسی مذہبی اجتماع میں ان کو شرکت کی اجازت نہ دی جائے اور نہ اُن کو مدعو کیا جائے۔

۵۔ پورے ملک میں جہاں بھی قادیانی بستے ہوں وہاں کے مسلمانوں کو ان سے ہر طرح کے روابط رو کا جائے

۶۔ تمام اسلامی ممالک سے اپیل کی جائے کہ مردم شماری میں قادیانیوں کو مسلمانوں کی فہرست میں شمار نہ کیا جائے

۷۔ حکومتِ ہند سے اپیل کی جائے کہ وہ قادیانیوں پر مسلم پرسنل لاء کا اطلاق نہ کرے، ان کے مقدمات نکاح و طلاق، وراثت وغیرہ کا فیصلہ عام قوانینِ ہند کے تحت کیا جائے اور مسلم پرسنل لاء کو ان پر نافذ العمل نہ تسلیم کیا جائے۔

۸۔ کانفرنس کے فیصلہ سے تمام عالمِ اسلام کو باخبر کرنے کی ہر امکانی کوشش کی جائے۔ اُردو، عربی اور انگریزی میں طبع کرا کے تمام اہم اور ضروری مقامات، اداروں اور مسلم تنظیموں کو ارسال کیا جائے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

مسیح اور مہدی، دو شخصیتیں

از جمیل احمد نذیری
جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارکپور اعظم گڈھ

قادیانی عقیدہ کے مطابق "مسیح موعود" اور "مہدی معہود" دونوں، دو شخصیتیں نہیں بلکہ دونوں ایک ہی شخصیت کے دو لقب ہیں۔ یہ عقیدہ، مرزا غلام احمد قادیانی کی اُن تحریروں سے وجود میں آیا جو "حقیقۃ المہدی"، حقیقۃ الوحی، نزول المسیح، اعجاز احمد" ازالہ اوہام" اور ضرورۃ الامام" وغیرہ کی شکل میں موجود ہیں۔ اس کے ساتھ ہی مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ مسیح موعود اور مہدی معہود، دونوں کے مصداق وہ خود ہیں۔

ایہا الناس إنی أنا المسیح المحمدی	اے لوگو! میں ہی مسیح محمدی اور میں ہی
واحمد المھدی	احمد مہدی ہوں۔

(خطبات الہامیہ مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

"ضرورۃ الامام میں لکھتے ہیں۔

"اب بالآخر یہ سوال باقی رہا کہ اس زمانہ میں امام الزماں کون ہے جس کی پیروی تمام عام مسلمانوں اور زاہدوں اور خواب بینوں اور ملہموں کو کرنی خدائے تعالیٰ کی طرف سے فرض قرار دیا گیا ہے، سو میں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ کے فضل اور عنایت سے وہ امام الزماں

میں ہوں، اور مجھ میں خدائے تعالیٰ نے وہ تمام علامتیں، شرطیں جمع کی ہیں" (ص۴۲)

چند سطروں کے بعد پھر لکھتے ہیں۔

"پس یہ تمام مختلف رائیں اور مختلف قول ایک فیصلہ کرنے والے حکم کو چاہتے تھے، سو وہ حکم میں ہوں، میں روحانی طور پر کسر صلیب کے لئے اور نیز اختلافات کے دور کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں، انھیں دونوں امروں نے تقاضا کیا کہ میں بھیجا جاؤں۔ (ص۴۳)

مرزا صاحب کے ایک امتی قاضی محمد نذیر لکھتے ہیں۔

"پس یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ مسیح موعود اور مہدی معہود کا بنیادی کام ہوچکا ہے" (امام مہدی کا ظہور ص۳۹)

یہی صاحب ان سطور سے پہلے ص۱۶ پر اپنی جماعت کی تحقیق ان الفاظ میں پیش کرچکے ہیں۔

"امام مہدی اور مسیح موعود ایک ہی شخص ہے" (کتاب مذکور ص۱۶)

قادیانی دعوے کا جائزہ

لیکن مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی جماعت کا یہ دعویٰ صحیح نہیں، احادیثِ کریمہ میں مسیح موعود (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) اور امام مہدی کے بارے میں جو تفصیلات موجود ہیں۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ دونوں دو شخصیتیں ہیں، سب سے پہلے وہ احادیث ملاحظہ کیجئے جن میں مسیحِ موعود کے نزول کا تذکرہ ہے۔

عن ابی ھریرۃ، قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، والذی نفسی بیدہ لیوشکن أن ینزل فیکم ابن مریم

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔

حَكَماً عَدْلاً فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويفيض المالُ حتى لايقبله احدٌ حتى تكونَ السجدة الواحدة خيرًا من الدنيا وما فيها ثم يقول ابوهريرة فاقرأوا اِنْ شِئْتُمْ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ

(بخاری ج ۱ ص۴۹۰، مسلم ج ۱ ص۸۷)

قریب ہے کہ تم میں ابن مریمؑ نازل ہوں، حاکم عادل کی حیثیت سے، پس وہ صلیب کو توڑ دیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے جزیہ کو ختم کر دیں گے، مال (پانی کی طرح) بہے گا۔ لیکن اُسے کوئی لینے والا نہ ہوگا یہاں تک کہ سجدۂ واحد دُنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔ پھر حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو (کیونکہ اس میں اسی زمانہ کی طرف اشارہ ہے) وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ الخ بیشک اہل کتاب ضرور بالضرور ایمان لائیں گے حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام پر ان کی وفات سے پہلے

÷ ÷ ÷ ÷ ÷

دوسری روایت میں ہے

وَاللّٰهِ لَيَنْزِلَنَّ ابن مريم حكماً عدلاً

(مسلم جلد ۱ ص۸۷)

خدا کی قسم! ابن مریم ضرور بالضرور نازل ہوں گے حاکم عادل بن کر۔

ابن عباسؓ کی روایت میں ہے۔

ينزلُ اَخي عيسى بنُ مريم من السَّماءِ (کنز العمال ج ۷ ص۲۶۸ و ص۲۵۹)

میرے بھائی عیسیٰ ابن مریمؑ آسمان سے اتریں گے۔

نواس بن سمعانؓ سے مروی ہے۔

فيبعثُ اللّٰهُ المسيحَ بن مريم فينزلُ عند المنارة البيضاء الشرقي دمشق

پس اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریمؑ کو بھیجے گا پس وہ دمشق کے مشرقی سفید منارہ کے پاس

بین مَهرُودَتَین واضِعًا یدیہ علیٰ اَجنِحۃِ ملکین۔ دو چادریں اوڑھے ہوئے، دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔

(مسلم ج ۲ ص ۴۰۱، ترمذی ج ۲ ص ۴۷، ابوداؤد ج ۲ ص ۲۳۵، ابن ماجہ ص ۳۰۶)

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

مراسیلِ حسن بصریؒ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے فرمایا تھا

إِنَّ عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ، حضرت عیسیٰؑ کی وفات نہیں ہوئی، وہ تمہاری جانب قیامت سے پہلے اتریں گے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۳۰)

نجران کے عیسائی وفد سے حضورؐ نے فرمایا تھا۔

الستم تعلمون ان ربنا حی لایموت وان عیسیٰ یاتی علیہ الفناء (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۸۸، دُرِّ منثور ج ۲ ص ۲۰۳) کیا تم جانتے نہیں کہ ہمارا پروردگار زندہ ہے مرے گا نہیں، اور حضرت عیسیٰؑ پر فنا آئیگی

ان احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح موعود، حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ آسمان پر اٹھا لیا تھا، قیامت کے قریب انھیں دوبارہ دنیا میں بھیجا جائے گا۔ وہ آسمان سے دو فرشتوں کے سہارے دمشق کے مشرقی سفید منارہ کے پاس اتریں گے۔

ان احادیث، یا جتنی بھی حدیثیں نزولِ مسیح سے متعلق ہیں، کسی میں مثیلِ مسیح کا ذکر نہیں ہے، بلکہ صاف صاف بغیر کسی ابہام واستعارہ کے مسیح ابن مریم، عیسیٰ ابن مریم یا صرف ابن مریم کے الفاظ مذکور ہیں، دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ تمام حدیثوں میں "نزول" یعنی اترنے کا تذکرہ ہے۔ جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کہیں سے اتریں گے، بعض میں، تو آسمان کی بھی صراحت ہے۔ اور ظاہر بات ہے

کہ جب آسمان پر اٹھائے گئے ہیں تو نزول بھی وہیں سے ہوگا۔

نزول کا وقت کیا ہوگا؟ اس کے متعلق یہ احادیث ملاحظہ کیجئے۔

وامامھم رجل صالح فبینما امامھم قد تقدم یصلی بھم الصبح اذ نزل علیھم عیسیٰ بن مریم الصبح فرجع ذالک الامام ینکص یمشی القھقری لیقدم عیسیٰ یصلی فیضع عیسیٰ یدہٗ بین کتفیہ۔ ثم یقول لہٗ تقدم فصل فانھا لک اقیمت فیصلی بھم امامھم۔

ابن ماجہ ص۳۰۸

ان کا امام ایک صالح مرد ہوگا، پس جس درمیان کہ وہ امام انھیں نماز فجر پڑھانے کے لئے بڑھے گا، اچانک حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ اتر آئیں گے۔ پس وہ امام پیچھے ہٹے گا تاکہ حضرت عیسیٰؑ کو آگے بڑھائے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عیسیٰ اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھیں گے اور کہیں گے، آگے بڑھئے اور نماز پڑھایئے، کیونکہ آپ ہی کے لئے اقامت کہی گئی ہے۔ چنانچہ ان کا امام انھیں نماز پڑھائے گا۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

دوسری حدیث میں ہے

فینزل عیسیٰ بن مریم فیقول امیرھم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علیٰ بعض امراء تکرمۃ اللہ تعالیٰ لھذہ الامۃ۔

(مسلم ج ۱ ص۸۷)

پس حضرت عیسیٰ ابن مریم اتریں گے تو ان کا امیر کہے گا، آیئے! ہمیں نماز پڑھایئے۔ وہ کہیں گے نہیں، تم ہی کا بعض، بعض پر امیر ہے اس بزرگی کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عطا کی ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم۔ (بخاری ج ۱ ص۴۹۰، مسلم ج ۱ ص۸۷)

تمہارا کیا حال ہوگا؟ جب تم میں ابن مریم اتریں گے اور تمہارا امام، تمہیں میں سے ہوگا۔

حضرت عیسیٰؑ دجال کو قتل کریں گے۔ حج بھی کریں گے۔ شادی بھی ہوگی، اولاد بھی ہوگی، وفات کے بعد حضورؐ کے پاس دفن ہوں گے۔ (دیکھئے مسلم ج ۱ ص۸۲ و ج ۲ ص۴۰۶ مسند احمد ج ۲ ص۲۹۰، عون المعبود شرح ابی داؤد ج ۴ ص۲۰۵، مشکوٰۃ ج ۲ ص۴۸۳ وغیرہ

امام مہدی کا نام اور خاندان۔

اب امام مہدی کے نام، خاندان اور کام کے متعلق احادیث ملاحظہ کیجئے۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لاتذهب الدنیا حتی یملک العربَ من اھل بیتی یُواطئُ اسمُہٗ اسمی۔

(ترمذی ج ۲ ص۴۶)

عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ دنیا ختم نہیں ہو سکتی یہاں تک کہ (اس) دنیا کا مالک میرے اہل بیت میں سے ایک عرب نہ ہو جائے جس کا نام میرے ہی نام جیسا ہوگا۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

یعنی اس کا نام محمد ہوگا، دوسری حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ امام مہدی کے باپ کا نام عبد اللہ ہوگا۔

لو یبق من الدنیا الّا یومٌ قال زائدۃ لَطوّلَ اللہُ ذالک الیوم حتی یبعثَ اللہ فیہ رجلاً منّی او من اھل بیتی یُواطئُ اِسمُہٗ اسمی واسمُ ابیہ اسم اَبی یملأ الارض قسطاً وعدلاً کما مُلِئَتْ ظلماً وجوراً

(ابوداؤد ج ۲ ص۲۳۲)

اگر دنیا کا ایک ہی دن رہ جائے تو بھی اللہ تعالیٰ اس کو لمبا کر دے گا یہانتک کہ اس میں ایک ایسے شخص کو بھیجے گا جو مجھ سے ہوگا۔ یا حضورؐ نے یوں فرمایا کہ میرے اہل بیت میں سے ہوگا۔ اس کا نام میرے نام، اور اس کے باپ کا نام میرے والد کے نام جیسا ہوگا۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ جبکہ وہ ظلم

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ وجور سے بھر چکی ہوگی۔

اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ مہدی کا آنا بالکل یقینی اور شک وشبہ سے بالاتر ہے

ام سلمہؓ کی روایت میں ہے۔

المهدی من عترتی من ولد فاطمة	مہدی میرے خاندان سے اولادِ فاطمہ سے ہوگا

(کتاب مذکور ص۲۴۸)

امام مہدی کی یہ خصوصیت بکثرت احادیث میں وارد ہوئی ہے کہ وہ دنیا کو۔ جب کہ دنیا ظلم وجور سے بھر چکی ۔۔۔ ہوگی۔ عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ بخشش وسخاوت کے دریا بہائیں گے، ان کے زمانہ میں مال و دولت کی فراوانی ہوگی، بارش بھی خوب ہوگی، پیداوار بھی خوب ہوگی، لوگ آرام وراحت اور چین وسکون سے گزر بسر کریں گے۔ (دیکھئے مشکوٰۃ ج ۲ ص۴۷۱، ص۴۷۲، باب اشراط الساعۃ)

صحیح مسلم میں اگرچہ "مہدی" کے لفظ کی صراحت نہیں، مگر جو خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ اور جو وقت بتایا گیا ہے، وہ مہدی کے علاوہ کسی پر صادق نہیں آتا۔

عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلے الله علیه وسلم یکون فی آخر امتی خلیفة یحثی المال حثیاً ولا یعدّهٗ عدّاً (مسلم ج ۲ ص۳۹۵)	حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت کے آخری زمانہ میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال عطا کرے گا۔ لیکن اُسے شمار نہیں کرے گا۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله صلے الله علیه وسلم من خلفائکم خلیفة یحثوا المال حثیاً	حضرت ابوسعید خدریؓ سے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے خلفاء میں سے ایک خلیفہ مال لٹائے گا

ولا یعدّہٗ عدًّا (حوالہ مذکورہ) — مگر اُسے شمار نہیں کرے گا۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

یکون فی اٰخر الزمان خلیفۃ یُقسّم المال ولا یعدّہٗ (حوالہ مذکورہ) — آخر زمانہ میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال تقسیم کریگا اور اُسے شمار نہیں کریگا۔

امام مہدی کی یہی خصوصیت، بغیر کسی ابہام و اجمال کے لفظ "مہدی" کی صراحت کے ساتھ ترمذی میں یوں موجود ہے۔

قال فیجیٔ الیہ الرجل فیقول یا مہدی اَعْطِنِی اَعْطِنِی قال فحثی لہ فی ثوبہ فلا استطاع ان یحملہٗ (ج ۲ ص۴۶) — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ایک آدمی اس کے پاس آکر کہے گا اے مہدی! مجھے دو، مجھے دو، پس وہ اس کے کپڑے میں دیتا جائے گا یہاں تک کہ وہ اُسے اٹھانے کی استطاعت نہیں رکھے گا۔

⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘

⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘

حاکمؒ نے مستدرک میں شرط شیخین پر کئی روایات نقل کی ہیں جن میں لفظ "مہدی" کی صراحت ہے۔ اور وقت اور صفات بھی وہی بیان کی گئی ہیں جو احادیث بالا میں ہیں (مقدمہ ابن خلدون ص۳۱۹)

ان تمام احادیث پر جو شخص انصاف کی نظر ڈالے گا، اُسے یہ فیصلہ کرنے میں ذرا بھی تردد نہ ہوگا کہ مسیح موعود اور مہدی معہود، دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ ایک با حیات ہے، آسمان سے اترے گی، دوسری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں پیدا ہوگی۔ ایک کا نام عیسیٰ ابن مریمؑ ہے۔ دوسرے کا نام محمد بن عبد اللہ۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی الگ الگ خصوصیات ہیں

پھر اس حدیث ۔ جس کی سند کو سلسلۃ الذہب کہا جاتا ہے ۔ نے بالکل ہی

فیصلہ کردیا کہ مسیح اور مہدی، دو شخصیتیں ہیں۔

عن جعفر عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیف تھلک امۃ انا اولھا والمھدی وسطھا والمسیح اٰخرھا ولکن بین ذالک فیج اعوج لیسوا منی ولا انا منھم، رواہ رزین

(مشکوٰۃ ج ۲ ص۵۸۳)

جعفر صادق نے اپنے باپ محمد باقر سے انھوں نے زین العابدین علی بن حسین بن علیؓ بن ابی طالب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ امت کیسے ہلاک ہوسکتی ہے جس کے اوّل میں میں ہوں۔ درمیان میں مہدی اور آخر میں مسیحؑ لیکن درمیان درمیان میں کچھ کج رو گروہ ہونگے جو مجھ سے نہ ہوں گے۔ اور نہ میں اُن سے ہوں گا۔

⁘ ⁘ ⁘ ⁘

⁘ ⁘ ⁘ ⁘

حدیث "لامھدی الا" موضوع و منکر ہے

ابن ماجہ میں انس بن مالکؓ سے مروی ہے۔

ولا المھدی الا عیسیٰ بن مریم — عیسیٰ ابن مریمؑ ہی مہدی ہیں

(ص۳۰۲ باب شدۃ الزمان) ⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘

اس حدیث کے متعلق قاضی محمد نذیر لکھتے ہیں۔

"اس حدیث نے ناطق فیصلہ دیدیا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم ہی "المہدی" ہے اور اس کے علاوہ کوئی "المہدی" نہیں ہے۔" (امام مہدی کا ظہور ص۲)

لیکن یہ حدیث "ناطق فیصلہ" تو کیا ہوتی، سرے سے لائقِ استناد ہی نہیں وہ بھی اُن احادیث کی موجودگی میں جن میں صراحتہً "عیسیٰ ابن مریمؑ" اور "مہدی" کو الگ الگ شخصیت قرار دیا گیا ہے۔

اگر قادیانی حضرات اس حدیث کا حوالہ دینے سے پہلے ابن ماجہ کا حاشیہ ہی دیکھ لیتے تو بھی انھیں پتہ چل جاتا کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے کیسی ہے؟ اور اس لائق ہے یا نہیں کہ اُسے مشہور و مستفیض احادیث کے مقابلے میں پیش کیا جائے۔ ابن ماجہ کے حاشیہ پر صاف لکھا ہوا ہے کہ علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ ہذا خبر منکر (یہ حدیث منکر ہے) پھر آگے چل کر اُسے منقطع بھی کہا ہے۔ سلسلۂ سند میں ایک راوی محمد بن خالد ہے جس کے متعلق حاکمؒ کہتے ہیں کہ مجہول (وہ مجہول ہے) اسی طرح حافظ نے بھی اُسے "رجل مجہول" قرار دیا ہے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۳۰۲ حاشیہ ۳)

مقدمۂ ابن خلدون میں ہے۔

(وبالجملۃ فالحدیث ضعیف مضطرب (صفحہ ۳۲۲) خلاصۂ کلام حدیث ضعیف و مضطرب ہے۔

مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے۔

حدیث لا مھدی الا عیسٰی بن مریم ضعیف باتفاق المحدثین کما صرح بہ الجزری علی انہ من باب لا فتٰی الا علی (ج ۵ صفحہ ۱۸۰)

حدیث "لا مھدی الا عیسٰی بن مریم" باتفاقِ محدثین ضعیف ہے۔ جیسا کہ ابن جزریؒ نے اس کی صراحت کی ہے کہ یہ لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ کے باب میں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں۔

قال ابو الحسن الخسعی الابدی فی مناقب الشافعی تواترت الأخبار بأن المھدی من ھذہ الامۃ وأن عیسٰی یصلی خلفہ ذکرہ ذالک ردًا للحدیث الذی أخرجہ ابن ماجہ عن

ابو الحسن خسعی ابدیؒ "مناقبِ شافعی" میں کہتے ہیں کہ مہدی کے اسی امت میں سے ہونے کے متعلق احادیث متواتر ہیں اور یہ کہ حضرت عیسٰیؑ، مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے ابو الحسن خسعیؒ نے یہ بات اس حدیث پر رد

انس رضؓ وفیہ ولا المھدی الا عیسیٰ، کرتے ہوئے لکھی ہے۔ جیسے ابن ماجہ نے
(فتح الباری ج ۶ ص ۴۹۳) انس رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ ہی مہدی ہیں۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

علامہ طیبیؒ کہتے ہیں کہ مہدی کے اولادِ فاطمہ میں سے ہونے کی احادیث میں تصریح ہے۔ لہٰذا حدیث "لا المھدی الا عیسیٰ بن مریم" ظاہری معنیٰ میں قبول نہیں کی جاسکتی جب کہ وہ سنداً ضعیف بھی ہے۔ (مرقات المفاتیح ج ۵ ص ۱۸۰)

چنانچہ بعض حضرات نے تاویلات بھی کی ہیں اور وہ بھی انھیں آرار کے در شرح بندرش موجود ہیں۔ جہاں اُسے ضعیف و منکر کہا گیا ہے۔ مگر جب اس حدیث کا باتفاقِ محدثین ضعیف و منکر ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ تو میرے خیال میں تاویلات کے نقل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں رہ جاتی۔

ایک قابلِ غور بات یہ بھی ہے کہ اس حدیث کو ابن ماجہ نے ص ۳۰۲ باب شدۃ الزمان کے تحت نقل کیا ہے۔ جب کہ آگے چل کر ص ۳۰۹ پر خود ہی باب خروج المھدی (مہدی کے خروج کا باب) باندھا ہے۔ وہاں اس حدیث کو نہیں لائے، وہاں صرف وہی حدیثیں نقل کی ہیں جو مہدی کے، امتِ محمدیہ یا اولادِ فاطمہ میں سے ہونے کے متعلق ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ابن ماجہ خود بھی اس حدیث کو ظاہری معنیٰ پر محمول نہیں کرتے تھے۔ ورنہ بابُ خروج المھدی میں اُسے ضرور نقل کرتے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کنز العمال میں بھی یہ حدیث موجود ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں پر اس سند کے ساتھ ہے جو ابن ماجہ میں ہے، لہٰذا اس کے بھی وجوہِ ضعف وہی ہوں گے۔ جو ابن ماجہ کی روایت کے ہیں۔

قادیانی حضرات کی ایک دلیل مسندِ احمد کی یہ حدیث بھی ہے۔

یُوْشِکُ مَنْ عَاشَ مِنْکُمْ اَنْ تَلْقیٰ قریب ہے کہ تم میں سے جو زندہ رہے وہ

عیسیٰ ابن مریم اماماً مھدیاً حکماً عدلاً الخ۔ | عیسیٰ ابن مریمؑ سے ملاقات کرے، درآنحالیکہ وہ امام مہدی اور حاکم عادل ہوں گے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

اس روایت کے متعلق قاضی محمد نذیر لکھتے ہیں۔

"اس میں صاف الفاظ میں موعود عیسیٰ ابن مریم کو امام مہدی کا قرار دیا گیا ہے۔ (امام مہدی کا ظہور صـ۱۹)

مگر قاضی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "امام مہدی" لغوی معنیٰ میں کہا گیا ہے، نہ کہ اصطلاحی معنیٰ میں۔ "مہدی" کے لغوی معنیٰ ہیں "ہدایت یافتہ" ظاہر ہے کہ پیغمبر ہدایت یافتہ نہ ہوگا تو کون ہوگا؟ اور امام کے معنیٰ ہیں پیشوا اور مقتدیٰ۔ ظاہر ہے کہ پیغمبر پیشوا اور مقتدیٰ ہوتا ہی ہے۔

یہاں پر "مہدی" کو لغوی معنیٰ پر محمول کرنے کی خاص اور بنیادی وجہ یہ ہے کہ جن جن احادیث میں "مہدی" کو اصطلاحی معنیٰ میں استعمال کیا گیا ہے۔ وہاں مہدی کے ساتھ کوئی صفت نہیں لائی گئی۔ بلکہ مطلقاً لفظ "مہدی" لایا گیا ہے۔ (اس سلسلے میں قارئین کرام پچھلے صفحات میں مہدی سے متعلق احادیث کو ایک بار پھر دیکھ لیں)

اس کے علاوہ ان احادیث میں "مہدی" کو مسند الیہ یا متبوع کی حیثیت سے لایا گیا ہے نہ کہ بطور صفت۔ اور یہاں پر "مہدی" "عیسیٰ بن مریم" کی صفت واقع ہے۔ اور یہی ایک صفت نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی اس لفظ سے پہلے امام اور بعد میں "حکم" اور "عدل" کل تین تین صفات اور بھی موجود ہیں۔ بحث اصطلاحی مہدی سے ہے نہ کہ لغوی مہدی سے۔ لغوی اعتبار سے تو

مسلمانوں کے ہر امیر و خلیفہ کو جو کہ صحیح راہ پر گامزن ہو" امام مہدی" کہا جا سکتا ہے، لیکن اس لغوی اطلاق سے وہ اصطلاحی مہدی نہیں بن سکتا۔

اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ" کا مطلب :-

قادیانی حضرات نے عیسیٰ ابن مریمؑ اور امام مہدی کے ایک ہونے کو اس حدیث سے بھی ثابت کیا ہے۔

کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم	تم کیسے ہوگے، جبکہ تم میں ابن مریم اتریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔

(بخاری ج ۱ ص۴۹۰، مسلم ج ۱ ص۸۷)

حدیث کے الفاظ " وامامکم منکم "، کا ترجمہ قادیانی حضرات یوں کرتے ہیں۔

" اور وہ تم میں سے تمہارا امام ہوگا۔ یعنی یہ امام باہر سے نہیں آئے گا، اُمتِ محمدیہ میں سے قائم ہوگا" (امام مہدی کا ظہور ص۱۱)

قارئین اس بنیادی نکتہ کو یاد رکھیں کہ اس حدیث کے متعلق اصل بحث یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السّلام آسمان سے اتریں گے، تو نماز کی امامت کون کرے گا؟ حضرت عیسیٰؑ یا امام مہدی؟ اس بات کے صاف ہونے کے بعد ہی ثابت ہو سکے گا کہ قادیانی حضرات کا مذکورہ ترجمہ صحیح ہے یا غلط اور ان کا مقصود اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔

اس سلسلے میں یہ احادیث ملاحظہ کیجئے

فینزل عیسیٰ بن مریم فیقول امیرھم تعالَ صلِّ لنا فیقول لا اِنّ بعضکم علی بعض امراءُ تکرمةُ اللّٰہ تعالیٰ لھٰذہ الامّة۔	پس عیسیٰ ابن مریمؑ اتریں گے، مسلمانوں کا امیر کہے گا، آیئے! ہمیں نماز پڑھایئے۔ وہ فرمائیں گے۔ نہیں۔ تم میں کا بعض، بعض پر امیر ہے، اس تعظیم کی وجہ سے جو

(مسلم ج ۱ ص۸۷) اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ کو عطا فرمائی۔

ابن حجر عسقلانی رح، مسند احمد کے حوالہ سے حضرت جابرؓ کی روایت نقل کرتے ہیں

واذا ھم بعیسیٰ فیقال تَقَدَّم یا روح اللہ فیقول لِیَتَقَدَّمْ امامکم فلیصل بکم، (فتح الباری ج ۶ ص۴۹۳)

اچانک ان کے سامنے حضرت عیسیٰؑ ہونگے پس کہا جائے گا۔ اے روح اللہ! آگے بڑھئے، وہ کہیں گے، چاہئے کہ تمہارا ہی امام آگے بڑھے۔ اور نماز پڑھائے

ابن ماجہ میں اس سے بھی زیادہ صراحت ہوگئی ہے کہ امام حضرت عیسیٰؑ نہ ہوں گے بلکہ امام مہدی ہوں گے۔

وامامھم رجل صالح فبینما امامھم قد تقدم یصلی بھم الصبح اذا نزل علیھم عیسیٰ بن مریم الصبح فرجع ذالک الامام یَنکُصُ یمشی القھقھری لِیُقَدِّم عیسیٰ یصلی فیضع عیسیٰ یدہ بین کتفیہ ثم یقول لہ تقدّم فَصَلِّ فانھا لک اقیمت فیصلی بھم امامھم (ابن ماجہ ص۳۰۸)

مسلمانوں کا امام ایک مرد صالح ہوگا۔ پس جس درمیان کہ وہ امام انھیں نمازِ فجر پڑھانے کے لئے آگے بڑھے گا۔ اچانک حضرت عیسیٰ ابن مریم اتر آئیں گے، پس وہ امام پیچھے ہٹے گا تاکہ حضرت عیسیٰ کو آگے بڑھائے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عیسیٰ اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھیں گے۔ اور کہیں گے۔ آگے بڑھئے اور نماز پڑھائیے کیونکہ آپ ہی کے لئے اقامت کہی گئی ہے۔ چنانچہ ان کا امام انھیں نماز پڑھائے گا۔

اب شارحین کی آراء ملاحظہ کیجئے۔

فتح الباری میں ہے

قال ابوالحسن الخسعی الابدی فی مناقب الشافعی تواترت

ابوالحسن خسعی ابدیؒ مناقب شافعیؒ میں کہتے ہیں کہ اس معاملہ میں احادیث تواتر کو پہونچ گئی ہیں کہ

الاخبار بأن المهدی من هذه الامة وأن عیسیٰ یصلی خلفہ (ج۲ ص۴۹۳)

کہ مہدی اسی امت کے فرد ہوں گے اور حضرت عیسیٰؑ اُن کے پیچھے نماز پڑھیں گے

عمدۃ القاری میں ہے

معناہ یصلی معکم بالجماعۃ والامام من ھٰذہ الامۃ (ج۱۶ ص۴۰)

امامکم منکم" کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ تمہارے ساتھ باجماعت نماز پڑھیں گے۔ اور امام اسی امت میں سے ہوگا

٭ ٭ ٭ ٭

مرقات المفاتیح میں ہے۔

والحاصل ان امامکم واحد منکم دون عیسیٰ (ج۵ ص۲۲۳)

حاصل یہ کہ امام تمہیں میں کا ایک شخص ہوگا نہ حضرت عیسیٰؑ۔

ان احادیث وعبارات سے صاف ظاہر ہے کہ نزول کے وقت امامت، امام مہدی ہی کریں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اس وقت کی نماز امام مہدی ہی کی اقتدار میں ادا کریں گے۔ ان احادیث سے یہ بات بھی صاف طور پر معلوم ہوگئی کہ نزولِ مسیح کے وقت، امام مہدی پہلے سے موجود ہوں گے۔

لہٰذا " امامکم منکم" کا ترجمہ ــــ "درآنحالیکہ وہ ابن مریم تم میں سے تمہارا امام ہوگا" ــــ صحیح نہیں، بلکہ ترجمہ یوں ہونا چاہیئے ــــ "درآنحالیکہ تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا، یعنی وہ امام پہلے سے موجود ہوگا۔ اور حضرت عیسیٰؑ اسی امام کی اقتدار کریں گے۔

ایک اشکال اور اسکا جواب :۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السّلام، امام مہدی سے افضل وبرتر ہوں گے۔ پھر اشکال یہ ہے کہ آخر حضرت عیسیٰؑ کے ہوتے ہوئے

امامت، کیوں امام مہدی کریں گے۔ اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی انھیں کو آگے بڑھانے پر کیوں اصرار کریں گے۔ جبکہ افضل طریقہ یہی ہے کہ امامت افضل شخص ہی کرے۔ پھر حضرتِ عیسیٰؑ اور امام مہدی، افضل طریقہ چھوڑ کر غیر افضل کیوں اختیار کریں گے؟

اس اشکال کا جواب بھی شارحینِ حدیث نے دیا ہے۔

چنانچہ ابن جوزیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام امامت کے لئے آگے بڑھ جائیں گے تو یہ شبہ پیدا ہونے لگے گا کہ پتہ نہیں حضرت عیسیٰؑ کا آگے بڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور نائب کی حیثیت سے ہے۔ یا مستقل شارع کی حیثیت سے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اسی شبہ کو دور کرنے کیلئے امام مہدی کے پیچھے مقتدی بن کر نماز پڑھیں گے۔ تاکہ یہ بات صاف ہو جائے کہ ان کا نزول بحیثیت شارع کے نہیں بلکہ بحیثیت شریعتِ مصطفویہ کے ایک متبع کے ہے یہاں تک کہ نبی ہونے کے باوجود انھوں نے امّتِ محمدیہ کے ایک فرد کے پیچھے نماز پڑھ لی۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان لا نبی بعدی (میرے بعد کوئی نبی نہیں مبعوث ہو سکتا) کی عملی تصدیق ہو گئی۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۹۳)

مرقات المفاتیح میں ہے۔

(فیقول لا) ای لا اُمیرُ اِماماً لکم لئلا یتوھم یا ما منی لکم نسخ دینکم (ج ۵ ص ۲۲۳)	حضرت عیسیٰؑ فرمائیں گے میں تمہارا امام نہیں بنوں گا۔ یہ اسلئے تاکہ میری امامت میرے ذریعہ تمہارے دین کے نسخ کا وہم نہ پیدا کرے۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

لیکن امام مہدی کی یہ امامت مستقل امامت نہ ہو گی۔ بلکہ صرف اسی وقت ہو گی جب حضرت عیسیٰؑ کا نزول ہو گا۔ اس کے بعد جب تک حضرت عیسیٰؑ زندہ رہیں گے

ردِّ قادیانیت پر

فضلاءِ دارالعلوم دیوبند کی تصنیفی خدمات

از :- برہان الدین سنبھلی - دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

الحمد للہ رب العلمین، والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الامین خاتم النبیین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین، ومن تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے علم وحکمت کے تقاضہ سے، ساتویں صدی عیسوی کے اوائل میں کم وبیش چھ سو سال کے طویل فترہ (وقفہ) کے بعد، پھر وحی آسمانی اور ملائکہ ربانی اپنے ایک مقرب ترین بندے اور رسول جناب محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب الہاشمی (علیہ الف الف صلوٰۃ وسلام) کے پاس بھیجے اور تقریباً ۲۳ سال تک یہ آمد وشد جاری رکھنے کے بعد اکمال دین و اتمام نعمت کا اعلان فرما کر ہمیشہ کے لئے یہ سلسلہ بند کر دیا[1] کیونکہ اس میں نہ پھر تبدیلی کی ضرورت تھی، نہ اضافہ کی گنجائش

---

[1] مشہور مصری عالم علامہ خضری (صاحب تصانیف کثیرہ) نے اپنی مشہور زمانہ کتاب "تاریخ التشریع الاسلامی" ص ۶،۵ میں قول راجح اسے قرار دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی کا نزول ۱۷ رمضان المبارک کو ہوا، اور آخری آیت ۹ ذی الحجہ کو نازل ہوئی اس طرح کل مدت وحی ۲۲ رسال ۲ ماہ ۲۲ دن ہوتی ہے

(تاریخ التشریع الاسلامی ص ۶،۵ مطبوعہ مصر)

حکیم الاسلام حضرت مولانا احمد بن عبدالرحیم المعروف بشاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اپنے حکیمانہ اسلوب میں فرمایا ہے کہ آخری شریعت کا مادہ فطرت انسانی کے عین مطابق[1] بنایا گیا ہے، یا بالفاظ دیگر قامت انسانی کے لئے ایسا جامہ عطا کر دیا گیا جو ہر طرح لائق ومناسب نیز پائیدار ہے۔ تو پھر اس میں کتر بیونت یا پیوند کاری اور تبدیلی فضول کام ہی قرار پائیگا (جس سے اللہ تعالیٰ۔ جو حکیم وخبیر بھی ہے۔ کی ذات پاک ہے) البتہ یہ ضرورت بہرحال تھی کہ وہ "جامہ" ربودگی وفرسودگی سے محفوظ اور صحیح وسالم رہے چنانچہ اس کی ذمہ داری بھی اسی علیم وقدیر نے خود لے کر اعلان بھی ہمیشہ باقی رہنے والی اپنی کتاب میں فرمایا۔ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْن۔ لیکن عالم اسباب میں جس طرح اسکی صفت ربوبیت ورزاقیت کبھی شفقت مادری کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے اور کبھی زمین سے روئیدگی کی صورت میں، اسی طرح اس نے اپنے خاص بندوں کو توفیق بخشکر دین قیم کی حفاظت کا سامان کیا، جس کی اطلاع اسی کے صادق ومصدوق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف پیرایوں میں دی۔ مثلاً ایک موقع پر فرمایا یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ، ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین (مشکوٰۃ المصابیح ص۳۶ ج۱ مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔ بحوالہ بیہقی) ایک اور ارشاد ہے لاتزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق لایضرھم من خذلھم حتی یاتی امر اللہ" (صحیح مسلم ص۱۴۳ ج۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دھلی)

چنانچہ یہ "عدول" اور "طائفہ منصورہ" ہر اس موقع پر۔ کبھی سربکف اور کبھی دست بقلم۔ میدان میں آیا جب بھی دین کامل کو تحریف یا اور کسی طرح کا خطرہ پیش

---

[1] شاہ صاحب کے الفاظ یہ ہیں۔ "واذا کان کذلک وجب ان تکون مادۃ شریعتہ ماھو بمنزلۃ المذھب الطبیعی" حجۃ اللہ ص۱۱۸ ج۱ مطبوعہ مصر)

آیا۔ اس پر امت مسلمہ کی پوری تاریخ گواہ ہے، خواہ وہ خطرہ صدر اول میں مسیلمۂ کذاب کی شکل میں آیا ہو، یا چودھویں صدی کے مسیلمۂ پنجاب کی صورت میں۔

اس وقت وقت کی قلت کی بنار پر پوری تاریخ تو کیا اس کا مختصر ترین حصہ بھی بیان نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ آخرالذکر فتنہ کے ظہور کے بعد سے اس موید و منصور جماعت کے چند افراد کی مساعی جمیلہ کا تذکرہ کر کے سعادت دارین کا سامان اپنے لئے فراہم کرنا مقصود اصلی ہے (یہاں یہ بتانا بھی غیر ضروری ہی معلوم ہو رہا ہے کہ اس مختصر سے وقت میں چند افراد کے تمام کارناموں کا بھی مکمل جائزہ لینا مشکل بلکہ ناممکن ہے)

راقم نے اپنے لئے جیساکہ مقالہ کے عنوان سے ظاہر ہے۔ "ردِ قادیانیت پر فضلاء دارالعلوم کی تصنیفی خدمات" عنوان اختیار کیا ہے، یہ عنوان بظاہر محدود و مختصر ہونے کے باوجود واقعہ یہ ہے کہ اپنے اندر سمندر جیسی وسعت و پہنائی رکھتا ہے اور شاید یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اس "دارالعلوم" کے تمام فضلاء کا نہیں، صرف اس کے ایک فاضل (اور گل سرسبد) علامہ کشمیری کی خدمات کا اگر تفصیلی تذکرہ کیا جائے تو مجھ جیسا بے بضاعت بھی آپ لوگوں کا یہ سارا وقت لے کر بھی غالباً آخر میں یہ کہنے پر مجبور ہوتا کہ "حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا"

زیر نظر مقالہ میں اگرچہ اصالۃً محدث جلیل علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کو موضوعِ بحث نہیں بنایا گیا ہے بلکہ ان کے تلامیذ کی قادیانیت کے بارے میں مساعی کا تذکرہ اصلاً مقصود ہے لیکن تیمن و تفاؤل کے طور پر مقالہ کی ابتدا علامہ کشمیری ہی کے بعض اہم علمی کارناموں سے کی گئی ہے، کہ اسی ایک چراغ سے اور دل میں بھی روشنی آئی ہے، ع یک چراغ است ....

عام طور پر یہ بات واقف لوگوں کو معلوم ہی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ دفعتہً نہیں کیا بلکہ اس میں بچالاکی سے۔ ایک خاص ترتیب و تدریج

ملحوظ رکھی، چنانچہ پہلے ولایت و مجددیت، نیز محدثیت و مہدویت کا دعویٰ کیا، جو پھر شبہ مسیحیت کے مراحل سے گذرتا ہوا بالآخر کامل رسول و نبی۔ بلکہ افضل الرسل کے برابر۔ ہونے کے انجام تک پہنچا اس ابتداء و انتہا کے درمیان خاصا زمانی فاصلہ ہے جس کی تفصیل الیاس برنی (پروفیسر صلاح الدین محمد الیاس) صاحب کی لاجواب کتاب "قادیانی مذہب" میں مدلل و مفصل طور پر بیان کردی گئی ہے (قادیانیت کی پوری حقیقت جاننے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ بہت مفید بلکہ ضروری ہے) مرزا جی نے جیسے ہی اپنے دعوؤں کا سلسلہ شروع کیا مؤمنانہ فراست رکھنے والوں نے ان کی تردید کا فرض کفایہ بھی ادا کرنا شروع کر دیا۔

مرزائی دعوؤں کے ابطال کے لئے اس بات کی بھی ضرورت محسوس کی گئی کہ مرزا اور ان کے اعوان و انصار کی طرف سے مغالطہ انگیز اور نام نہاد علمی انداز میں پیش کئے گئے اقوالِ سلف اور اٹھائے گئے شبہات کی ایسے مضبوط علمی انداز میں صحیح توجیہ ہو اور شبہات کا ازالہ کیا جائے کہ پھر کسی مخلص طالبِ حق کے لئے غلط فہمی میں مبتلا ہونا، اور مرزا کے بچھائے اور پھیلائے ہوئے جال میں پھنسنا ممکن نہ رہ جائے اس اہم کام کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت نے ایک ایسے شخص کا انتخاب کیا اور اسے توفیق بخشی جس سے زیادہ اہل اور موزوں اس خدمت کے لئے کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا تھا وللہ جنود السموات والارض اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون۔ یوں تو موصوف نے اپنے بے پایاں مطالعہ اور قابلِ رشک ذہانت کے ذریعہ بہت سے اشکالات رفع فرمائے اور مرزائی مغالطوں کا پردہ چاک کیا، کہ ان سب کا ذکر کسی مقالہ کا نہیں، کتاب کا موضوع بن سکتا ہے لیکن بعض اشکال ایسے بھی رفع کئے جو اکابر سلف کے اقوال سے پیدا ہونے کی بنا پر اچھے اچھے اہل علم کے لئے بھی موجب پریشانی اور باعث تشویش بنے ہوئے تھے

اور جن کی موجودگی میں مرزا اور مرزائیوں پر کفر کا فتویٰ لگانا مشکل ہو رہا تھا مثلاً امام ابو حنیفہ سے نقل کیا گیا، ان ہی کی طرف منسوب کتاب ۔ فقہ اکبر کی شرح ملا علی قاری میں، یہ قول کہ امام فرماتے تھے لانکفر احدا من اہل القبلۃ ..... یا اسی شرح میں، شرح مواقف کے حوالہ سے ذکر شدہ یہ تصریح ان جمہور المتکلمین والفقہاء سی انہ لایکفر احد من اہل القبلۃ ..... (شرح فقہ اکبر لملا علی قاری ص۱۸۹)

اس طرح کی بکثرت عبارتیں عقائد و کلام کی دیگر کتابوں میں بھی بعض اکابر علماء کی طرف منسوب ملتی ہیں، مثلاً امام غزالی کی شہرہ آفاق کتاب "فیصل التفرقہ بین الاسلام والزندقۃ" میں ہے۔ اما الوصیۃ فان تکف لسانک عن اہل القبلۃ ما امکنک ما داموا قائلین لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ غیر مناقضین لہا والمناقضۃ تجویزھم الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعذر او بغیر عذر فان التکفیر فیہ خطر والسکوت لا خطر فیہ (فیصل التفرقہ ص۵۶)

امام ابو حنیفہ کی طرف یہ قول بھی منسوب کیا گیا ہے کہ "اگر کسی شخص کے قول میں ۹۹ احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال اسلام کا، تو اسکے کافر ہونے کا فتویٰ نہیں دیا جائیگا (مقدمہ اکفار الملحدین ص ــــ مقدمہ از مولانا محمد یوسف بنوری مصنفہ علامہ کشمیری)

یہ اور اس جیسی دیگر عبارتوں، اور مسلمات کے درجہ میں پیش کئے جانے والے اقوال کی بنا پر عام اہل علم مدتوں غلام احمد قادیانی اور ان کے متبعین کے بارے میں محتاط رویہ اپنائے رہے، جس سے یہ فرقہ ناجائز فائدہ اٹھا کر بھولے بھالے مسلمانوں کو دام فریب میں گرفتار کرنے بلکہ بہتوں سے مرزائی نبوت کا اعتراف کرا لینے میں کامیاب ہوتا رہا، اس لئے شدید ضرورت اس بات

کی تھی کہ ایسی کوئی شخصیت میدان میں آئے جس کی نہ علمی برتری میں کوئی شبہ ہو نہ تقویٰ و دیانت میں، جو اس موضوع پر ایسے انداز میں علمی بحث و گفتگو اور مواد فراہم کرے جس کے بعد پھر کسی جویائے حق کے لئے عذر باقی نہ رہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت و حکمت سے صحیح وقت پر ایسے ہی ... ایک عظیم شخص کو اس کام کی توفیق بخشی یعنی امام عصر، محدث جلیل، ماہر منقول و معقول حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری نے یہ خدمت بطریق احسن انجام دی، کہ اپنے وسیع و عمیق مطالعہ اور بے نظیر حافظہ کی مدد سے اس موضوع پر اتنا مواد جمع کر دیا کہ جو مرزائی عمارت کی تمام دیواروں کو شکستہ و منہدم کرنے کیلئے بالکل کافی ہے اور بعد میں اس راہ پر چلنے والوں کے لئے مزید تحقیق کی حاجت نہ چھوڑی۔

حضرت علامہ موصوف نے اس سلسلے میں متعدد کتابیں خالص علمی انداز پر لکھیں، جن میں "اکفار الملحدین" کا تو گویا خاص موضوع ہی "مذکورہ بالا قسم کے اقوال اور کلامی عبارتوں سے پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کا ازالہ ہے" مثلاً امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب مذکورہ بالا قول "لانکفر احداً من اهل القبلة" کے بارے میں متعدد معتبر کتابوں کے حوالوں کے ذکر کے بعد تحریر فرماتے ہیں: "و سیاقها عن ابی حنیفة" "ولانکفر اهل القبلة بذنب" فقید بالذنب وهی فی رد المعتزلة والخوارج لاغیر اذ صورة العبارة تعریض لمن یکفر اهل القبلة بغیر ما یوجب الکفر وهو الذنب واما کلمات الکفر فان لم یکفر بها فلیقل انها لیست بکلمات کفر وهو سفسطة" پھر اس کے بعد شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ کی کتاب "الایمان" سے اپنی تائید میں یہ عبارت پیش فرمائی: "نحن اذا قلنا اهل السنة متفقون علی انه لایکفر بالذنب فانما نرید به المعاصی کالزنا والشرب" پھر فرمایا: "واوضحه القونوی فی شرح

العقيدة الطحاوية: انا لانكفر احدا بذنب كما يفعله الخوارج. قال القونوی وفی قوله بذنب اشارة الی تكفيره بفساد اعتقاد، كفساد اعتقاد المجسمة والمشبهة ونحوهم لان ذلك لايسمیٰ ذنبا: (اكفار الملحدين ص۲۳)

امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب ایک قول (۹۹ احتمال کفر کے ہوں اور ایک اسلام کا تو اسے کافر نہیں کہا جائیگا) کے ذریعہ پھیلائی جانے والی غلط فہمی کے ازالہ کی غرض سے ہی غالباً حسب ذیل افادات "تنبیہ" کے عنوان سے قلم بند فرماتے ہیں۔

اتفقوا فی بعض الافعال علی انها کفر مع انه یمکن فیها ان لا ینسلخ من التصدیق لانها افعال الجوارح لا القلب، وذلك كالهزل بلفظ كفر وان لم يعتقده، وكالسجود لصنم، وكقتل نبی والاستخفاف به..... واختلفوا فی وجهه الكفر بها بعد الاتفاق علی التكفير، پھر اس تحقیق کی تائید و توجیہ کیلئے متعدد ممتاز علماء وفقہاء مثلاً امام ابوالحسن اشعری، علامہ ابن تیمیہ، علامہ قاسم (المسایرۃ کے حاشیہ نگار) اور علامہ شامی کی کتابوں اور اقوال سے حوالہ دینے کے بعد لکھتے ہیں:

وبالجملة يكفر ببعض الافعال ايضا اتفاقا، وان لم ينسلخ من التصديق اللغوی القلبی، وقال القاضی ابوبكر الباقلانی كما فی الشفاء والمسايرة: فان عصی بقول او فعل نص الله تعالیٰ ورسوله او اجمع المسلمون انه لا يوجد الا من كافر او يقوم دليل علی ذلك، فقد كفر، وقال ابوالبقاء فی كلياته: والكفر قد يحصل بالقول تارة وبالفعل اخری. والقول الموجب للكفر انكار مجمع عليه فيه نص. ولا فرق بين ان يصدر عن اعتقاد وعناد او استهزاء الخ (ایضاً ص۲۹)

اسی کے ساتھ شاہ صاحبؒ نے ان امور کی تفصیل بہت شرح و بسط کے ساتھ فرمائی جن کا نام علماء شریعت کی اصطلاح میں ضروریات دین ہے کہ ان میں سے ہر ایک پر ایمان رکھنا ضروری ہے اور کسی ایک کا بھی انکار کفر کا موجب ہو جاتا ہے یہ بحث

خاصی طویل ہے، اختصاراً اسے یہاں پیش نہیں کیا جا رہا ہے
قادیانی عمارت کو سہارا دینے کے لئے متکلمین کے اس اصول سے بھی مرزائی فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ "کسی نص کی تاویل، یا تاویل سے انکار کی بنا پر کوئی شخص کافر نہیں ہو جاتا، علامہ موصوف نے اس اصول کی تشریح فرما کر بتایا کہ وہ کون سی تاویل ہے جس سے معذور ٹھہرایا جا سکتا ہے یا نہیں، فرماتے ہیں والشارع لم یعذر قط فی تاویل باطل، فقال فی عبد اللہ بن حذافۃ امیر السریۃ من تحتہ بدخول النار لو دخلوھا ما خرجوا منھا الی یوم القیمۃ، انما الطاعۃ فی معروف ...... وغیر ذلک من الوقائع ...... مما کان التاویل فیھا فی غیر محلہ، وعلی تعبیر الفقھاء فی فصل غیر مجتھد فیہ رای لم یکن التاویل فیہ قطعی البطلان کما یظھر من کلامہ بعد سطرین)
اس کے بعد علامہ تفتازانی کی مشہور کتاب "مقاصد الطالبین فی اصول الدین" سے حسب ذیل عبارت شاہ صاحب نے بطور تائید نقل فرمائی الکافر ان اظھر الایمان خص باسم المنافق وان ابطن عقائد ھی کفر بالاتفاق فبالزندیق" پھر اس کی مزید توضیح اس طور کی قال فی شرحہ قد ظھر ان الکافر ... وان کان مع اعترافہ بنبوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واظھار شعائر الاسلام یبطن عقائد ھی کفر بالاتفاق خص باسم الزندیق ...... فالمراد بابطال بعض عقائد الکفر لیس ھو الکتمان من الناس بل المراد ان یعتقد بعض ما یخالف عقائد الاسلام مع ادعائہ ایاہ، وھو المراد بقولھم یبطن الکفر ای یخلط، کما فی فتح الباری وحکم المجموع من حیث المجموع الکفر لا غیر" اکفار الملحدین ص ۱۴۲)
قادیانی عمارت کا اہم ستون حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مغالطہ انگیز اور پُر فریب تاویلات ہیں جن میں غالباً سب سے اہم یہ فریب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

پر موت طاری کی جا چکی ہے۔ اس لئے اب ان کا دوبارہ دنیا میں واپس آنا ممکن نہیں، اور اپنے اس مغالطہ میں وزن پیدا کرنے کے لئے یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کی دوبارہ آمد کے عقیدہ سے ختم نبوت کے عقیدہ پر زد پڑتی ہے حالانکہ خود صراحۃً نبوت کا دعویٰ کر کے ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں، "چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد" اس قسم کی فریب دہی کے ذریعہ دراصل وہ۔ بزعم خویش۔ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ احادیث نبویہ میں جس مسیح کی آمد کی پیشین گوئیاں کی گئی ہیں اسکا مصداق وہ خود۔ مرزا جی۔ ہیں (العیاذ باللہ)، نہ کہ مشہور اسرائیلی پیغمبر (چنانچہ قادیانی امت ان مرزا جی کو ہی مسیح موعود کہتی ہے) مرزائیوں کا یہ دعویٰ اگرچہ اس درجہ لغو اور باطل ہے کہ اس کی تردید تو کیا تذکرہ کی بھی ضرورت نہ ہونی چاہیے تھی، لیکن اسے زمانہ کی ستم ظریفی کہئے۔ یا۔ بقول ایک مفکر۔ انتشار فکر و خیال کے اس دور کی کمزوری کا نام دیجئے کہ ایسا لغو بلکہ بیہودہ دعویٰ نہ صرف قابل غور ٹھہرا بلکہ بہت سے ضعیف العقل لوگ اس کا شکار ہو گئے۔

اس لئے یہ بھی بہت ضروری تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھا لئے جانے اور دوبارہ دنیا میں واپس آنے سے متعلق جو احادیث صحیحہ اور قرآنی آیات سے حقائق ثابت ہوتے ہیں وہ سامنے لائے جائیں تاکہ پھر کسی طالب حق کے لئے فریب خوردگی کا امکان نہ رہے، اس غرض سے شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے ایک طرف خود "عقیدۃ الاسلام، و تحیۃ الاسلام" کے نام سے گراں قدر علمی مواد اور کثیر الجہات نیز پر مغز مباحث پر مشتمل ایک قیمتی کتاب تصنیف فرمائی، دوسری طرف اپنے شاگرد رشید حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب (جو اسی دار العلوم کے مایۂ ناز فرزند ہیں) سے اپنی راہنمائی و نگرانی میں۔ "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" نامی کتاب مرتب کرائی جس میں تقریباً ستر حدیثیں ہیں جس میں چالیس سے زیادہ صحیح و حسن

کے درجہ کی ہیں، مختلف معتبر، متداول وغیر متداول ماخذ سے جمع کرکے ثابت کیا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول یعنی دنیا میں قیامت کے قریب دوبارہ تشریف لانے کا مسئلہ احادیث متواترہ سے ماخوذ اور اجماعی ہے، جس پر ہر دور کے اہل سنت صحابہؓ سے لیکر آج تک متفق رہے ہیں۔ مزید یہ کہ قادیانی امت نے اپنی عادت کے موافق جن حضرات (علمائے سلف) پر یہ افترا کیا کہ وہ بھی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مرزائیوں جیسا عقیدہ رکھتے تھے (کہ ان کی موت ہو چکی ہے لہذا دوبارہ آمد کا گویا امکان نہیں) موصوف نے اس غلط بیانی کا پردہ چاک کرکے مدلل طریقے اور مکمل حوالوں کے ساتھ واضح کیا ہے کہ وہ حضرات بھی دیگر علمائے اہل سنت کی طرح ان کی دوبارہ آمد کے قائل تھے۔ اس بارے میں ان کی تصریحات۔ معتبر ماخذ کے حوالوں سے۔ نقل کی ہیں جس سے ان حضرات کے دامن کا اس الزام سے پاک و صاف ہونا منقح ہو کر سامنے آجاتا ہے۔ یہ کتابیں دراصل اہل علم کے استفادہ کی غرض سے لکھی گئی ہیں (اسی وجہ سے عربی زبان میں ہیں) اور ان کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ بھی اہل علم ہی کر سکتے ہیں)

ان کے علاوہ شاہ صاحب قدس سرہ کی ایک کتاب فارسی زبان میں بھی — "خاتم النبیین" ہے جو دراصل انھوں نے اپنے اہل وطن کشمیریوں، اور بلوچستان کے رہنے والوں کے واسطے لکھی ہے۔ کیوں کہ ان علاقوں میں فارسی بھی عام طور سے مقامی زبانوں کے علاوہ سمجھی جاتی ہے، جیسا کہ کتاب کے مقدمہ نگار علامہ کے شاگرد مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی مرحوم نے تصریح کی ہے، اس میں مصنف کے بیان کے مطابق قرآن مجید کی سورۂ احزاب کی آیت "خاتم النبیین" کی صحیح تفسیر و تشریح احادیث نبویہ اور اقوال صحابہ و تابعین نیز جمہور امت کی آراء کی روشنی میں کی گئی ہے کہ اس سے مرزائیوں کی غلط توجیہات اور باطل تاویلات کا پردہ چاک ہو جاتا ہے، مرزائیوں نے مذکورہ آیت کی ایسی ایسی رکیک اور مضحکہ خیز تاویلات کی ہیں کہ سن کر ان کے علم و فہم

نیز ان کی عقل و خرد پر بے ساختہ ہنسی آجاتی ہے، رسالہ کا تعارف کراتے ہوئے خود مصنف علیہ الرحمہ نے لکھا: "ایں مقالہ رسالہ ایست در ختم نبوت، تفسیر آیت کریمہ "خاتم النبیین" کہ در رد الحاد و زندقہ و کفر و ارتداد قادیانی علیہ ما علیہ صورت تحریر بست" (مقدمہ خاتم النبیین)

علامہ کشمیری کے بعض تلامیذ کی مساعی

حضرت شاہ صاحبؒ کے نزدیک اس فتنہ (قادیانیت) کی کس قدر اہمیت تھی اس کا اندازہ کرنے کے لئے تنہا یہ بات کافی ہے کہ موصوف نے اپنے ذوق و مزاج کے خلاف، اور دیگر کثیر علمی مشاغل میں اشتغال اور قلت فرصت کے باوجود نہ صرف یہ کہ خود گراں قدر علمی ذخیرہ جمع کرکے اس فتنہ کے قلع قمع کرنے کی فکر کی، بلکہ اپنے متعدد ممتاز تلامیذ کو بھی اس راہ پر لگایا چنانچہ۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سے نزولِ عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق احادیث جمع کرنے کا کام اپنی راہنمائی اور نگرانی میں انجام دلوایا، جس کے نتیجہ میں "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" جیسی عظیم و نافع کتاب وجود میں آئی اس کتاب کو بعد میں محقق عصر محدث روزگار شیخ عبدالفتاح ابوغدہ شامی استاذ جامعۃ الامام محمد بن سعود (ریاض) نے نہایت اہتمام سے شائع کرکے اس کے حسن معنوی و صوری میں غیر معمولی اضافہ کیا (فجزاہ اللہ خیر الجزاء)

اسکے علاوہ مفتی صاحب نے ایک کتاب سلیس اردو زبان میں "ختم النبوۃ" کے نام سے لکھی جو تین حصوں میں مکمل ہوئی، پہلے حصہ "ختم النبوۃ فی القرآن" میں نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ آیت "خاتم النبیین" کی عالمانہ تفسیر و تشریح ہے، کہ اسے پڑھنے کے بعد مرزائی باطل توجیہات اور رکیک تاویلات کا تار پود بکھر کر رہ جاتا ہے موصوف نے اس حصہ میں پوری ایک سو آیتوں سے آنحضرت صلعم

پر نبوت کا سلسلہ ختم ہوجانا ثابت کیا ہے۔

دوسرے حصہ میں مصنف کے بیان کے مطابق دو سو دس احادیث ختم نبوت کے اثبات میں جمع کرکے پیش کی گئی ہیں، تیسرے اور آخری حصہ میں دلائل کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ مسئلۂ ختم نبوت ان مسائل میں سے ہے جن پر صحابہ تابعین، ائمہ مجتہدین اور جمہور امت کا اجماع و اتفاق رہا ہے، نیز یہ کہ ان چیزوں میں ہے جنھیں ضروریات دین کا درجہ حاصل ہے، اس بارے میں خود مصنف کے الفاظ یہ ہیں: یہ مسئلہ ملت اسلامیہ کے ان ضروریات میں سے ہے کہ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لے کر آج تیرہ سو سال تک تمام امت اسلامیہ کے افراد کا قطعی اجماع و اتفاق رہا ہے، جس نے کسی مسلمان گھرانے میں پرورش پائی ہو وہ کبھی اس مسئلہ میں شبہ یا تاویل کے درپے نہیں ہو سکتا (ختم نبوت حصہ سوم ص۱)

علامہ کشمیریؒ ہی کے ایک دوسرے ممتاز شاگرد، جن کی سعی و توجہ سے علامہ کی بخاری شریف کی درسی تقریر "فیض الباری" کے نام سے عربی کا جامہ پہن کر اور زیور طبع سے آراستہ ہوکر زندۂ وجاوید بن گئی، یعنی حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی ثم المدنیؒ کے بھی اس سلسلے میں گراں قدر نقوش ہیں، جن میں ان کا ایک رسالہ "آواز حق" جب منظر عام پر آیا تو اہل نظر نے بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا، چنانچہ پروفیسر صلاح الدین محمد الیاس برنی۔ جن کی تصنیف "قادیانی مذہب" اس موضوع پر سنگ میل کا درجہ رکھنے والی ایسی کتاب ہے جس سے قادیانیت پر کام کرنے والا کوئی شخص بے نیاز نہیں رہ سکتا۔ نے اپنی اسی کتاب کی تمہید میں لکھا ہے "قادیانی صاحبان کی یہ غیر معمولی یورش اور سرگرمیاں دیکھ کر بالآخر مسلمانوں میں بھی توجہ وحرکت پیدا ہوئی، تحقیق کا شوق پھیلا چنانچہ ختم نبوت کے مسئلہ پر مسلمانوں کی طرف سے بھی رسالے نکلنے شروع ہوئے، لیکن اس سلسلہ میں سب سے مدلل اور جامع رسالہ "آواز حق" نکلا، جو مولانا

بدر عالم صاحب میرٹھی استاذ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا علمی کرشمہ ہے ..... اور حیدر آباد میں شائع ہوا۔" (قادیانی مذہب ص۳)

اسکے علاوہ مولانا مرحوم نے اپنی گراں قدر بلکہ شاہکار تصنیف "ترجمان السنۃ" کے حصہ سوم کے مستقل ایک باب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر تشریف لے جانے اور قیامت کے قریب پھر آسمان سے تشریف لانے پر احادیث نبویہ نیز دلائل عقلیہ سے استدلال کر کے اسے ثابت کیا ہے۔ مولانا نے مسئلہ نزول عیسیٰ علیہ السلام پر اس تفصیل کے ساتھ کلام قادیانی فتنہ کے ہی پیش نظر کیا ہے اور قادیانی تلبیسات کا اچھی طرح جائزہ لے کر برانگندہ نقاب کیا ہے اسی لئے یہ اب کتابی شکل میں مصنف کے پیش لفظ کے ساتھ "نزول عیسیٰ علیہ السلام" کے نام سے پاکستان کے ایک ادارہ (ادارۂ نشریات اسلام، رحیم یار خاں) نے علاحدہ شائع کر دیا ہے اس میں مولانا نے اپنے خاص محققانہ اسلوب میں بہت بصیرت افروز اور علمی طریقہ پر نزول مسیح کے بارے میں اہل سنت کے عقیدہ کا اثبات اور مرزائی دعوائے مسیحیت کا ابطال کیا ہے، موصوف نے بحث کا آغاز ہی ایک نسبتہ اچھوتے اور مؤثر انداز میں کیا ہے، فرماتے ہیں "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع و نزول بے شک عالم کے عام دستور کے خلاف ہے،" لیکن ذرا اس پر بھی تو غور کیجئے کہ ان کی ولادت، کیا عالم کے عام دستور کے موافق ہے؟ ان کا نزول عالم کے درمیانی واقعات میں سے نہیں بلکہ عالم کے تخریب کی علامات میں شمار ہے، اور تخریب عالم، یعنی قیامت کی بڑی علامات میں سے ایک علامت بھی ایسی نہیں جو عالم کے عام دستور کے موافق ہو۔" (نزول عیسیٰ ص۹)

اس بارے میں علامہ کشمیریؒ کے ایک اور شاگرد حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ، کی قلمی کاوشوں کا ذکر نہ کرنا موصوف کے ساتھ ہی نہیں، موضوع کے ساتھ بھی

ناانصافی ہوگی، مولانا نعمانی کے قلم کی سادگی اور پرکاری عوام، بالخصوص بے پڑھے لکھے یا بہت کم پڑھے لکھے لوگوں کیلئے جس درجہ مفید اور مؤثر ہوتی ہے، اس کا مقابلہ نیز دلوں میں اترجانے والے ان کے انداز تحریر کا اثر عام لوگ جتنا لیتے ہیں اس کی برابری کم سے کم موجودہ فضلائے دارالعلوم میں شاید ہی کوئی کرسکے، مولانا محترم کے اپنے اسی خاص طرز میں مختصر مگر نہایت جامع اور مؤثر دو رسالے "قادیانیت پر غور کرنیکا سیدھا راستہ" اور "قادیانی کیوں مسلمان نہیں" عام طور پر قادیانیت کے توڑ میں جتنے مفید، بلکہ سمّ قادیانیت کے بارے میں عوام کے لئے جس درجہ اکسیر ہیں. اس میں غالباً اس درجہ کی کسی اور کتاب کا نام لینا مشکل ہوگا البتہ دارالعلوم کے مستفیدین میں عالمی شہرت کے حامل مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ، کی کتاب "قادیانیت"، خصوصاً جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے مرزائیت کے زہر کا تریاق فراہم کرتی ہے، مولانائے محترم نے اس گروہ کی نفسیات اور ان کی ذہنی سطح ومذاق کا پورا لحاظ رکھتے ہوئے عصری اسلوب میں یہ کتاب لکھی ہے اور ایک خاص بات یہ تحریر فرمائی ہے۔ جس کے لئے بعض غیر مسلم ہندوستانیوں کے مضامین بطور حوالہ پیش کئے ہیں. کہ قادیانیوں کو "ہندو" قومیت کے علمبردار ذہین لوگوں کی تائید وحمایت بھی حاصل رہی ہے، کیوں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ "قادیانی نبوت پر ایمان لانے والوں کا قبلہ ہندوستان ہوگا نہ کہ حجاز" اور اس تحویل قبلہ" کے جو دوررس نتائج ہوسکتے ہیں وہ اہل نظر سے مخفی نہیں (دیکھئے قادیانیت ص۱۷۵ طبع لاہور ۱۳۸۶ھ)

مولانا علی میاں صاحب ہی نے ایک دوسری کتاب "النبی الخاتم" بھی لکھی ہے جس میں اس فتنہ کے بعض اور اہم پہلو بھی سامنے لائے گئے ہیں، مثلاً یہ کہ "ختم نبوت" کا عقیدہ جن ملتوں میں نہیں ہے (مثلاً عیسائیت) وہ اس درجہ

انتشار اور پراگندگی کا شکار نہیں کہ ہر روز نت نئے پیغمبروں سے تنگ آکر وہ ان سب کی تکذیب ہی میں عافیت سمجھنے لگیں، اس پر مولانا نے ان ملتوں کے بعض ذہین لوگوں کی تصانیف شہادت میں پیش کیں (تفصیل کے لئے دیکھئے البنی الخاتم (عربی) از ۵۵ تا ۶۴)

آخر میں "مسک اختتام" کے طور پر دارالعلوم کے اس عظیم فرزند کے ذکر سے قلم کو عزت بخشنا اور مقالہ کا حسنِ اتمام مقصود ہے جس نے نہ صرف زبان و قلم سے اس فتنہ کا مقابلہ کیا بلکہ اس کی سرکوبی کے لئے سربکف میدان میں اتر پڑا کہ پھر جس کی قلندرانہ جسارت کی بناپر ان فتنہ ساموں کا عرصۂ حیات اسی "زمین میں تنگ ہوگیا، جو سب سے زیادہ ان کے لئے فراخ، اور اپنے سینہ میں وسعت رکھتی تھی، میری مراد حضرت مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری علیہ الرحمہ سے ہے کہ جن کی مساعی جمیلہ اور تحریک "تحفظ ختم نبوت" (کہ جس کے آخری اور فیصلہ کن دور میں وہ قائد تھے) کی بدولت پہلے پاکستان میں، پھر اس کی اتباع میں عالمِ اسلام کے دیگر ملکوں میں قادیانیوں کو غیر مسلم اور کافر قرار دیا گیا۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب۔

احقر

محمد برہان الدین
دارالعلوم ندوۃ العلماء۔ لکھنؤ۔

رأس الاذکیاء

حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہی رح

اور مرزا قادیانی

مولانا مفتی نسیم احمد صاحب فریدی امروہی

حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہی (م ۱۳۳۰ھ) حضرت قاسم العلوم والمعارف کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور حضرت نانوتوی کے خلیفہ مجاز بھی تھے، تحریر و تقریر میں اپنے استاذ معظم سے بہت مشابہت رکھتے تھے اس لئے ان کو تصویر قاسم کہا جاتا تھا، حضرت مولانا نانوتوی ہی کے زمانے میں وہ کافی شہرت حاصل کر چکے تھے مدرسہ اسلامیہ خورجہ اور مدرسہ عبدالرب دہلی میں مسندِ صدارت پر فائز رہے، بعدہ ۱۲۹۶ھ میں وہ حضرت نانوتوی کے ایماء سے مدرسہ شاہی مراد آباد کے سب سے پہلے صدر المدرسین ہوئے۔ ۱۳۰۲ھ میں مدرسہ

ے حضرت شیخ الہند نے حضرت محدث امروہی کا مرثیہ لکھا ہے جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

گم ہوئی آج صد حسرت ہمارے ہاتھ سے :: حضرت قاسم نشانی دے گئے تھے اپنی جو

سید العلماء امام اہلِ عقل و اہلِ نقل :: پاک صورت پاک سیرت صاحبِ خلق نکو

جب شبیہ قاسمی سے بھی ہوئے محروم ہم :: تم ہی بتلادو کہ پھر ہم کیا کریں اے دوستو

لوگ کہتے ہیں کہ چلے علامۂ احمد حسن :: اور میں کہتا ہوں وفات قاسمی ہو نہ ہو

کامل و اکمل سبھی موجود ہیں پر اسکو کیا؟ :: جو کہ مشتاق ادائے قاسم خیرات ہو

اپنی اپنی جائے پر قائم ہیں سب اہلِ کمال :: پر جگہ استاد کی خالی پڑی ہے دیکھ لو!

بادلِ پُر یاس آئی کان میں میرے صدا :: حک ہوئی تصویر قاسم صفحۂ ہستی سے لو

۱۳۳۰ھ

شاہی سے مستعفی ہو کر مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ کی داغ بیل ڈالی ، دیکھتے ہی دیکھتے یہ مدرسہ بام عروج پر پہونچ گیا اور ملک و بیرون ملک سے جوق درجوق تشنگان علوم اس دارالعلم میں آتے رہے ۔ حضرت محدث امروہیؒ کی شخصیت اور حضرت نانوتویؒ کی نسبت کی وجہ سے یہ مدرسہ بھی دیوبند اور سہارنپور کے مدارس سے کسی طرح کم نہ تھا ، حضرت محدث امروہیؒ کے شاگرد رشید ، جو حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے بھی شاگرد نیز حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ومجاز یعنی مفسر قرآن حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن صدیقی محشی بیضاوی ، حافظ عبدالغنی صاحب پھلاودیؒ اور دیگر باکمال اساتذہ نے اس مدرسہ کو حضرت امروہیؒ کی رفاقت میں چلایا ، استاذ القراء حضرت قاری ضیاء الدین الہ آبادی نے اس مدرسہ میں درس تجوید دیا اور یہیں دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغ حاصل کی ، مولانا سید علی زینبی ، امروہی ، بابائے طب حکیم فرید احمد عباسی ، مولانا محمد امین الدین مترجم نفیسی جیسے سیکڑوں باکمال حضرات نے جو اپنے اپنے علاقوں میں صاحب درس وفتویٰ ہوئے اور تعلیم وتبلیغ کا کام انجام دیا ۔ اس چشمۂ فیض سے سیرابی حاصل کی ۔

پروفیسر عبدالعزیز میمن نے بھی اس مدرسہ میں کچھ عرصہ تعلیم پائی ہے ، معقول ومنقول کی انتہائی تعلیم اس درسگاہ میں ہوتی تھی ، یہاں کے فارغ شدگان کی ایک طویل فہرست ہے جس کو یہاں درج کرنا مقصود نہیں ۔

حضرت امروہیؒ نے اپنے استاذ حضرت قاسم العلوم والمعارف کی طرح ہر فتنہ کا مقابلہ کیا اور اپنی تحریر وتقریر سے باطل کو ابھرنے نہ دیا ، باطل کی سرکوبی کرنا ان کا خاص نصب العین تھا ، اس کام کو کہاں کہاں اور کس کس تدبیر سے انجام دیا اس کی تفصیل بھی مدنظر نہیں ، مجھے اس مقالہ میں صرف حضرت محدث امروہیؒ کی اس جدوجہد کو ذکر کرنا ہے جو انھوں نے مرزا قادیانی کے مقابلہ میں کی ، بدقسمتی سے امروہہ

میں حکیم محمد احسن جو ایک اچھے خاندان کے فرد تھے مرزا قادیانی کے دام فریب میں آگئے اور قادیان سے ان کا وظیفہ مقرر ہو گیا، قادیانی مذہب کے واقفین پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ حکیم محمد احسن امروہیؒ اور حکیم نورالدین بھیروی قادیانیوں کے یہاں نعوذ باللہ شیخین کا رتبہ رکھتے ہیں اور ان کو رضی اللہ عنہ لکھا جاتا ہے، مرزا کی جھوٹی نبوت کا دارومدار انھیں دونوں کی دجل آمیز تحقیق پر تھا، حکیم محمد احسن نے اپنے محلہ کے قریب رہنے والے چند اشخاص کو مرزا قادیانی کی طرف مائل کر دیا تھا حضرت مولانا امروہیؒ اور ان کے ذی استعداد شاگردوں نے حکیم محمد احسن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور وہ اپنی باطل و بیجا کوشش میں امید کے مطابق کامیاب نہ ہو سکے ان لوگوں میں سے جو قادیانی کی طرف مائل ہو گئے تھے بعض لوگوں نے توبہ کر لی تھی حضرت محدث امروہیؒ کو بڑا فکر تھا کہ ان کے وطن میں یہ فتنہ وبار کی طرح پھیلتا جا رہا ہے چنانچہ وہ اپنے ایک مکتوب گرامی میں جو مولانا حافظ سید عبدالغنی صاحب پھلاؤدی کے نام ہے اس فتنہ کا ذکر فرماتے ہیں۔

بندہ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہ۔

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم حافظ مولوی محمد عبدالغنی سلمہ اللہ تعالیٰ

بعد سلام مدعا نگار ہے کہ . . . . امروہہ میں اور خاص محلہ دربار (کلاں) میں ایک مرض وبائی مہلک یہ پھیل رہا (ہے) کہ محمد احسن جو مرزا قادیانی کا خاص حواری ہے، اس نے حکیم آل محمد کو جو مولانا نانوتوی علیہ الرحمہ سے بیعت تھے مرزا کا مرید بنا چھوڑا اور سید بدر الحسن کو جس نے مدرسہ میں مجھ ناکارہ سے بھی

؎ مولانا سید بدرالحسن امروہی حضرت امروہیؒ کے تلامذہ میں سے تھے ان کی آمدورفت محمد احسن کے پاس رہنے لگی اور ان کی باتیں سنکر حیات مسیح علیہ السلام میں (بقیہ آگے صفحہ پر)

کچھ پڑھا رہے) مرزا کی طرف مائل (کردیا) ان دونوں کے بگڑنے سے محمد احسن کی بن پڑی، لن ترانیاں کرنی شروع کیں، طلبہ کے مقابلے سے یوں عقب گذاری (کی) احمد حسن میرے مقابلہ پر آوے، میں جب مناظرہ پر آمادہ ہوا اور یہ پیغام دیا کہ حضرت! مرزا کو بلائیے صَرف راہ میرے ذمہ (دیا) مجھ کو لے چلئے میں خود اپنے صرف کا متکفل (رہوں گا) بسم اللہ آپ اور مرزا دونوں مل کر مجھ سے مناظرہ کیجئے یا میرے طلبہ سے مناظرہ کیجئے ان کی مغلوبی میری مغلوبی، تب مناظرہ کا دعویٰ چھوڑ، مباہلہ کا ارادہ کیا. بنام خدا میں اس پر آمادہ ہوا اور بے تکلف کہلا بھیجا، بسم اللہ مرزا آوے، مباہلہ مناظرہ جو شق وہ اختیار کرے میں موجود ہوں (پھر اپنے) اسکے بعد جامع مسجد (امروہہ میں) ایک وعظ کہا اور اس پیغام کا بھی اعلان کردیا اور مرزا کے خیالاتِ فاسدہ کا پورا رد کیا.

کل یروز جمعہ دوسرا وعظ ہوا جو بفضلہ تعالیٰ بہت پر زور تھا اور بہت زور کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ان کو شک و تردد ہوگیا بہت سے علماء نے ہر چند ان کو سمجھایا لیکن ان میں باطل کا اثر ہوگیا تھا اسلئے کسی کی نہ سنتے تھے اور الٹا مناظرہ کرتے تھے. حضرت محدث امروہیؒ کو اس کی اطلاع ہو چکی تھی ایک دن ان کو حضرت کے پاس لایا گیا وہ خود بخود آئے. حضرتؒ نے ان کو دیکھ کر فرمایا مولوی بدرالحسن، حقیقت میں تم ہمارے طبیب روحانی ہو، ہمیں غرور ہو چلا تھا کہ ہمارا شاگرد اور ہمارے پاس بیٹھنے والا باطل میں گرفتار نہیں ہو سکتا. اب معلوم ہوا کہ یہ بات غلط ہے تم نے ہمارا غرور توڑ دیا. نہ معلوم کس جذبہ سے یہ الفاظ فرمائے تھے کہ مولوی بدرالحسن زار زار رونے لگے اور قدموں پر لوٹنے لوٹتے پھرے اور اپنے فاسد عقیدہ سے توبہ کی یہی بدرالحسن حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مجلس مناظرہ رامپور میں موجود تھے۔

ساتھ یہ پکار دیا کر دیکھو مولوی فضل حق کا یہ اشتہار مطبوعہ (امروہہ) میرا یہ اعلان مرزا صاحب کو کوئی صاحب لوجہ اللہ غیرت دلائیں، کب تک خلوت خانہ میں چوڑیاں پہنے بیٹھے رہو گے! میدان میں آؤ اور اللہ رب کی قدرتِ کاملہ کا تماشا دیکھو کہ ابھی تک خدا کے کیسے کیسے بندے تم سے دجالِ امت کی سرکوبی کے واسطے موجود ہیں۔ اگر تم کو اور تمہارے حوارین کو غیرت ہے تو آؤ ورنہ اپنے ہفوات سے باز آؤ۔ بفضلہ تعالیٰ ان دونوں وعظوں کا اثر شہر میں امید سے زیادہ پڑا اور دشمن مرعوب ہوا۔

پیش گوئی تو یہ ہے کہ نہ مباہلہ ہو، نہ مناظرہ مگر دعائے ہر وقت یاد رکھنا، مولانا گنگوہی مدظلہ (اور) مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی نے بہت کلماتِ اطمینان تحریر فرمائے ہیں، ارادہ (ہے) دو چار وعظ اور کہوں۔

(۲۰ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ مطابق یکم مارچ ۱۹۰۲ء از امروہہ)

خود حضرت محدث امروہیؒ نے مرزا کو براہ راست بھی ایک مکتوب گرامی تحریر فرمایا جو قادیانیوں کی روئیداد مباحثہ رامپور میں درج ہے۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں "بسم اللہ آپ تشریف لائیے، میں آپ کا مخالف ہوں، آپ مسیح موعود نہیں اور نہ ہو سکتے ہیں آپ اپنے کو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، میں بنام خدا مستعد ہوں، خواہ مناظرہ کیجئے یا مباہلہ آپ اپنے اس دعویٰ کا احادیث معتبرہ سے ثبوت دیجئے میں ان شاء اللہ تعالیٰ اس دعوے کی قرآن و احادیث صحیحہ سے تردید کروں گا۔ؔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

راقم خادم الطلبہ احقر الزمن احمد حسن غفرلہ

مدرس مدرسہ عربیہ امروہہ

(حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں) رستہ ضروری مباحثہ رامپوری ص ۵۱)

ان تمام کوششوں کا ذکر مرزائے قادیان کے سامنے بھی ان کی جماعت کی طرف سے بذریعہ خط یا براہ راست کیا جاتا ہوگا، مرزا کو جہاں دیگر علماء حق سے عناد تھا حضرت امروہیؒ سے بھی دلی بغض ہوگیا اور ایک رسالہ دافع البلاء لکھا جس میں ایک بڑی لمبی چوڑی تمہید کے بعد حضرت امروہیؒ کو مخاطب کیا ہے، مخاطبت میں جو الفاظ استعمال کئے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ مرزا کو حضرتؒ کی ذات سے اپنے لئے بڑا خطرہ لاحق ہوگیا تھا، دافع البلاء سے مرزا کی تحریر کے چند جملے یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ؎ حضرت محدث امروہیؒ کی ایک تحریر مجھے ملی ہے جو عربی زبان میں ہے اور جس کو میں رسالہ دارالعلوم دیوبند بابت شعبان ۱۳۷۳ھ میں سلسلۂ سوانح حضرت محدث امروہیؒ شائع کراچکا ہوں اس کا ترجمہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے "اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسیح ابن مریم علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمان کی طرف اٹھایا اور انکو قتل و صلیب سے بچا لیا وہ قرب قیامت میں خروج دجال کے بعد جامع دمشق کے منارۂ شرقی سے اتریں گے اور وہ دو زرد چادروں میں لپٹے ہوں گے اور دو فرشتوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے ہوں گے ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہوگا، گویا وہ ابھی غسل کر کے غسل خانہ سے برآمد ہوئے ہیں وہ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کردیں گے، جزیہ موقوف کردینگے دجال اکبر ان کے ہاتھ سے قتل ہوگا ان کے سانس سے کافر مرجائیگا، جہاں تک ان کی نظر جائے گی باطل ختم ہوجائیگا، یہ باتیں حق ہیں اس میں باطل کو راہ نہیں۔ کتاب اللہ سے اور نبی صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے یہی ثابت ہے، جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مسیح ابن مریم وفات پاگئے اور وہ خود نعوذ باللہ (باقی آگے)

...... مولوی احمد حسن صاحب امروہی کو ہمارے مقابلہ کیلئے خوب موقع مل گیا ہے ہم نے سنا ہے کہ وہ بھی دوسرے مولویوں کی طرح اپنے مشرکانہ عقیدہ کی حمایت میں، تاکہ کسی طرح حضرت مسیح ابن مریم کو موت سے بچالیں اور دوبارہ اتار کر خاتم الانبیاء بنا دیں بڑی جانکاہی سے کوشش کر رہے ہیں.... اگر مولوی احمد حسن صاحب کسی طرح باز نہیں آتے تو اب وقت آگیا ہے کہ آسمانی فیصلہ سے ان کو پتہ لگ جائے یعنی اگر وہ درحقیقت مجھے جھوٹا سمجھتے ہیں اور میرے الہامات کو انسان کا افترا خیال کرتے ہیں نہ خدا کا کلام تو سہل طریق یہ ہے کہ جس طرح میں نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر انہ اوی القریۃ لولا الاکرام لھلک المقام فانہ اوی الامروھہ لکھ دیں مومنوں کی دعا تو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مسیح موعود ہے اس نے اللہ اور اسکے رسول سے بغاوت کی اور اس نے کتاب اللہ اور احادیث کی نصوص ظاہرہ سے اعراض کیا اور امر ثابت کی مخالفت کی وہ ومن یشاقق الرسول الآیہ کا مصداق ہے، یہ مرزائی جھوٹ بولتے ہیں، یہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے منکر ہیں، عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے قول کو باطل کر دکھلائیگا اور حق کی فتح ہوگی، اللہ تعالیٰ بہترین کارساز ہے، اے مسلمانو! اور اے کتاب اللہ اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائیو! تم اس گمراہ اور گمراہ کن شخص سے بچتے رہو اور اسکے میل جول سے سخت پرہیز رکھو اس لئے کہ یہ اس امت کا دجال ہے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تیس جھوٹے دجال نہ آجائیں ان میں سے ہر ایک یہ دعوی کرے گا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ حررہ خادم الطلبہ احقر الزمن

احمد حسن الحسینی الامروہی غفرلہ ولوالدیہ واحسن الیہما والیہ

خدا سنتا ہے وہ شخص کیسا مومن ہے کہ ایسے شخص کی دعا اسکے مقابلہ میں تو سنی جاتی ہے جس کا نام اس نے دجال اور بے ایمان اور مفتری رکھا ہے مگر اس کی اپنی دعائیں نہیں سنی جاتیں۔ پس جس حالت میں میری دعا قبول کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ میں قادیان کو اس تباہی سے محفوظ رکھوں گا خصوصاً ایسی تباہی سے کہ لوگ کتوں کی طرح طاعون کی وجہ سے مریں یہاں تک کہ بھاگنے اور منتشر ہونے کی نوبت آوے۔ اسی طرح مولوی احمد حسن صاحب کو چاہئے کہ اپنے خدا سے جس طرح ہوسکے امروہہ کی نسبت دعا قبول کرالیں کہ وہ طاعون سے پاک رہے گا اور اب تک یہ دعا قریب قیاس بھی ہے کیوں کہ ابھی تک امروہہ طاعون سے دو سو کوس کے فاصلہ پر ہے لیکن قادیان سے طاعون چاروں طرف[عه] بفاصلہ دو کوس آگ لگا رہی تھی ہے، یہ ایک ایسا صاف صاف مقابلہ ہے کہ اس میں لوگوں کی بھلائی بھی ہے اور نیز صدق اور کذب کی شناخت بھی کیونکہ اگر مولوی احمد حسن صاحب لعنت باری کا مقابلہ کر کے دنیا سے گذر گئے تو اس سے امروہہ کو کیا فائدہ ہوگا، لیکن اگر انھوں نے اپنے فرضی مسیح کی خاطر دعا قبول کرا کے خدا سے یہ بات منوالی کہ امروہہ میں طاعون نہیں پڑے گی تو اس صورت میں نہ صرف ان کو فتح ہوگی بلکہ تمام امروہہ پر ان کا ایسا احسان ہوگا کہ لوگ اس کا شکر نہیں کرسکیں گے اور مناسب ہے کہ ایسے مباہلہ کا مضمون اس اشتہار کے کے شائع ہونے سے پندرہ دن تک بذریعہ چھپے ہوئے اشتہار کے دنیا میں شائع کر دے جس کا یہ مضمون ہو کہ میں یہ اشتہار مرزا غلام احمد کے مقابل پر شائع کرتا ہوں جنھوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میں جو مومن ہوں، دعا کی قبولیت پر بھروسہ کر کے یا الہام پا کر یا خواب دیکھ کر یہ اشتہار دیتا ہوں

عه مرزا قادیانی کے یہاں طاعون مؤنث ہے

کہ امروہہ ضرور بالضرور طاعون کی دست برد سے محفوظ رہے گا، لیکن قادیان میں تباہی پڑے گی کیونکہ مفتری کے رہنے کی جگہ ہے" اس اشتہار سے غالب آئندہ جاڑے تک فیصلہ ہو جائیگا، دوسرے تیسرے جاڑے تک ...... اول یہ کارروائی (طاعون) پنجاب میں شروع ہوئی لیکن امروہہ بھی مسیح موعود کی محیط ہمت سے دور نہیں، اس لئے اس مسیح کا کافر کش دم ضرور امروہہ تک بھی پہونچیگا یہی ہماری طرف سے دعویٰ ہے، مولوی احمد حسن اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد جس کو وہ قسم کے ساتھ شائع کرے گا امروہہ کو طاعون سے بچا سکا اور کم سے کم تین جاڑے امن سے گذر گئے تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں، پس اس سے بڑھ کر اور کیا فیصلہ ہوگا اور میں بھی خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نبیوں نے وعدہ دیا ہے اور میری نسبت اور میرے زمانے کی نسبت توریت اور انجیل اور قرآن شریف میں خبر موجود ہے کہ اس وقت آسمان پر خسوف وکسوف ہوگا اور زمین پر طاعون پڑے گی، اور میرا یہی نشان ہے کہ ہر ایک مخالف خواہ وہ امروہہ میں رہتا ہو اور خواہ امرتسر میں اور خواہ دہلی میں اور خواہ کلکتہ میں اور خواہ لاہور میں اور خواہ گولڑہ میں اور خواہ بٹالہ میں اگر وہ قسم کھا کر کہے گا کہ اس کا فلاں مقام طاعون سے پاک رہیگا تو ضرور وہ مقام طاعون میں گرفتار ہو جائیگا. کیونکہ اس نے خدائے تعالیٰ کے مقابل پر گستاخی کی اور یہ امر کچھ مولوی احمد حسن صاحب تک محدود نہیں بلکہ اب تو آسمان سے عام مقابلہ کا وقت آگیا اور جس قدر لوگ مجھے جھوٹا سمجھتے ہیں جیسے شیخ محمد حسین بٹالوی جو مولوی کر کے مشہور ہیں اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی جس نے بہتوں کو خدا کی راہ سے روکا ہوا ہے اور عبد الجبار اور عبد الحق اور عبد الاحد غزنوی

جو مولوی عبداللہ کی جماعت میں سے ملہم کہلاتے ہیں، اور منشی الٰہی بخش صاحب۔ اکاؤنٹنٹ جنہوں نے میرے مخالف الہام کا دعویٰ کرکے مولوی عبداللہ صاحب کو سنید بنا دیا ہے اور اس قدر صریح جھوٹ سے نفرت نہیں کی اور ایسا ہی نذیر حسین دہلوی جو ظالم طبع اور تکفیر کا بانی ہے ان سب کو چاہیئے کہ ایسے موقعہ پر اپنے الہاموں اور اپنے ایمان کی عزت رکھ لیں اور اپنے اپنے مقام کی نسبت اشتہار دے دیں کہ وہ طاعون سے بچایا جائیگا اس میں مخلوق کی سراسر بھلائی اور گورنمنٹ کی خیر خواہی ہے اور ان لوگوں کی عظمت ثابت ہوگی اور ولی سمجھے جائیں گے ورنہ وہ اپنے کاذب اور مفتری ہونے پر مہر لگادیں گے اور ہم عنقریب انشاء اللہ اس بارے میں مفصل اشتہار شائع کریں گے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

(ماخوذ از دافع البلاء، ص ۱۵ تا ص ۱۸ مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان مورخہ اپریل ۱۹۰۲ء)

طاعون کی پیش گوئی کا انجام

قادیان میں طاعون کا آنا:- مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مرزا کی بہت سی پیش گوئیوں کا الٹا اثر دکھانے کے بعد اس پیش گوئی پر بھی اپنے رسالے الہاماتِ مرزا میں بہت تفصیل سے لکھا ہے، میں اس موضوع پر انکے لکھے ہوئے مضامین میں چند اقتباسات پیش کرتا ہوں، مولانا امرتسری فرماتے ہیں

"اس پیش گوئی پر تو مرزا جی نے اپنی صداقت کا بہت کچھ مدار رکھا ہے، رسالہ دافع البلاء میں تو اس قدر زور ہے کہ تمام دنیا کے لوگوں کو للکارا جاتا ہے:" کوئی ہے کہ وہ بھی ہماری طرح اپنے اپنے شہر کی بابت کہے انه اوی القریة۔ یہاں (قادیان میں) طاعون کیوں نہیں آتا؟ بلکہ جو کوئی باہر کا آدمی قادیان میں آجاتا ہے وہ بھی اچھا ہوجاتا ہے" مگر خدا کی شان کیا ہی کسی نے سچ کہا ہے۔ شعر

حباب بحر کو دیکھو وہ کیسا سر اٹھاتا ہے
تکبر وہ بری شئی ہے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے

چند روز تو مرزا جی نے بہت کوشش کی کہ قادیان کے طاعون کا اظہار نہ ہو مگر بکری کی ماں کب تک خیر منائے۔ آخر جب یہ امر ایسا متحقق ہو گیا کہ مرزا جی کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے تو ایک اعلان جلی حرفوں میں جاری کیا جو درج ذیل ہے۔

اعلان :- چونکہ آج کل مرض طاعون ہر جگہ بہت زور پر ہے اس لئے اگرچہ قادیان میں نسبتاً آرام ہے لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ برعایت اسباب بڑا مجمع جمع ہونے سے پرہیز کیا جائے اس لئے یہ قرین مصلحت ہوا کہ دسمبر کی تعطیلوں میں جیسا کہ پہلے اکثر احباب قادیان میں جمع ہو جایا کرتے تھے، اب کی دفعہ اس اجتماع کو بلحاظ، مذکورہ بالا ضرورت کے موقوف رکھیں اور اپنی اپنی جگہ پر خدا سے دعا کرتے رہیں کہ وہ اس خطرناک ابتلاء سے ان کو اور ان کے اہل وعیال کو بچا دے

(اخبار البدر قادیان ۱۹ دسمبر ۱۹۰۲ء)

اللہ اللہ کیسی دبی زبان سے قادیان میں طاعون ہونے کا اقرار ہے، کس سوچ بچار سے لکھا گیا ہے کہ "نسبتاً آرام" ہے جس سے دام افتادوں کو بالکل آرام ہی معلوم ہو مگر دانا اس نسبتاً کے لفظ کی نسبت کو سمجھتے ہیں اور اس کی جانچ کرنے کو سرکاری رپورٹیں پیش کرتے ہیں، چنانچہ قادیان کے اخبار البدر (جو مرزا جی کا ڈائری نویس ہے) کے نمبر ۱۰ صفحہ ۲ پر لکھا ہے کہ۔

رائے پرتاپ سنگھ نے (جو قادیان میں لوگوں کو ٹیکہ لگانے آئے تھے) کہا کہ میں مرزا صاحب سے بھی کہتا مگر انھوں نے ڈھنگ بنایا ہوا ہے اس لئے میں سر دست ان کی خدمت میں کچھ نہیں کہتا۔ میں یہاں نہ آتا مگر چونکہ متواتر رپورٹ پہونچ رہی ہے کہ (یہاں) چوہڑوں میں طاعون ہے اس لئے آنا پڑا۔

یہ سنکر جناب مرزا صاحب کس نازوادا سے بعد تسلیم وجود طاعون دبی زبان سے نادیل فرماتے ہیں۔

انہ اوی القریہ میں قریہ کا لفظ ہے قادیان کا نام نہیں اور قریہ قیرا سے نکلا ہے جس کے معنی جمع ہونے اور اکٹھے بیٹھ کر کھانے کے ہیں وہ لوگ جو آپس میں مواکلت رکھتے ہیں، اس میں ہندو اور چوہڑے داخل نہیں۔

(اخبار مذکور، ۱۲ر اکتوبر ۱۹۰۲ء)

حالانکہ دافع البلاء مطبوعہ ریاض ہند ص پر لکھتے ہیں ، خدا نے سبقت کر کے قادیان کا نام لے دیا ہے - اب یہاں صاف ہی انکار ہے - خدا کی شان کہ ابھی کل ہی کا ذکر ہے کہ یوں لکھا جاتا تھا اور شور مچایا جاتا تھا کہ

(تیسری بات جو اس وحی (متعلق طاعون) سے ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بہر حال جب تک کہ طاعون دنیا میں رہے گو ستر برس تک رہے) قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھیگا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ (ہے) اور یہ تمام امتوں کے لئے نشان ہے ؛؛

مولانا امرتسری اس عبارت کو درج کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

مگر آج یہ بات کھلی کہ قادیان کا نام ہی نہیں قادیان کے رہنے والوں سے ہم نے بگوش خود سنا کہ اگر مرزا یہ پیش گوئی نہ کرتا تو قادیان میں کبھی طاعون نہ آتا ، جب سے اس نے پیش گوئی کی ہے ہم نے اسی روز سے سمجھا تھا کہ ہماری خیر نہیں، خدا اس کی تکذیب کرنے کو قادیان میں ضرور ہی طاعون بھیجے گا، سو ایسا ہی ہوا۔

۱۶ر اپریل ۱۹۰۴ء کے اخبار البدر قادیان میں مندرجہ ذیل ایک نوٹ ایڈیٹر کی طرف سے نکلا تھا (وہ یہ ہے)

قادیان آریہ سماج کے دوسرے سالانہ جلسہ پر جو کہ ۲-۳ اپریل کو ہوا سنا گیا ہے کہ یوگیندر پال صاحب نے بڑے دعوے سے یہ پیش گوئی کی تھی کہ ہم بذریعہ ہُوَن کے قادیان کو (طاعون سے) پاک (صاف کریں گے۔ سو جلسہ کا ختم ہونا تھا کہ یوگندر پال تو کیا صاف کرتے خود طاعون نے صفائی شروع کردی

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۰۴ء کے پرچہ میں معتبر شہادت کے حوالہ سے بتلایا گیا ہے کہ مارچ اپریل ۱۹۰۴ء کے دو مہینوں میں ۳۱۳ آدمی قادیان میں طاعون سے مرے ہیں حالانکہ کل آبادی ۲۸۰۰ کی ہے، سب لوگ اِدھر اُدھر بھاگ گئے تمام قصبہ ویران سنسان نظر آتا ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری مرزا غلام احمد قادیانی کی مندرجہ ذیل عبارت حقیقت الوحی ص۸۴ سے نقل فرماتے ہیں۔

" طاعون کے دنوں میں جب کہ قادیان میں طاعون زور پر تھا میرا لڑکا۔ شریف احمد بیمار ہوا (ماخوذ از الہامات مرزا مصنفہ مولانا ثناء اللہ امرتسری)

مناظرۂ رام پور

رامپور میں منشی ذوالفقار علی قادیانی ہو گئے تھے (جو مولانا محمد علی جوہر کے بڑے بھائی تھے) اور ان کے چچا زاد بھائی حافظ احمد علی خان شوق رامپوری، جماعت حقہ کے ساتھ تھے دونوں ہی نواب رامپور کے خاص ملازم تھے، مولانا ثناء اللہ امرتسری کے قول کے مطابق ان دونوں میں بحث ومباحثہ ہوا کرتا تھا، نواب حامد علی خاں والئ ریاست رامپور نے اس بحث ومباحثہ کا حال معلوم کر کے کہا کہ دونوں فریق سرکاری خرچ پر اپنے اپنے علماء کو بلائیں، چنانچہ ۱۵ رجون مناظرہ کے لئے مقرر ہوئی، اہلِ حق کی طرف سے حضرت محدث امروہیؒ شیخ الہندؒ

مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، حضرت مولانا حافظ محمد احمدؒ، حضرت مولانا تھانویؒ وغیرہم کو مدعو کیا گیا۔ ابوالوفاء مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مناظرہ کیا، فریق ثانی کی حمایت کے لئے حکیم محمد احسن امروہی۔ خواجہ کمال الدین وغیرہما رامپور پہونچے تھے حضرت مولانا امروہیؒ نے مولانا حافظ عبدالغنی پھلاودیؒ کو ایک مکتوب گرامی میں اس مناظرہ کے بارے میں یوں تحریر فرمایا تھا

. . . . . امسال ایک مرتبہ دہرہ دون جانا ہوا اور پھر بھاگلپور اب ریاست رامپور میں فیمابین اہل سنت وجماعت وگروہ قادیانی مناظرہ قرار پایا ہے، رئیس (نواب) کی خواہش ہے میری مشافہت میں مناظرہ ہو، قادیانیوں نے مولوی محمد احسن امروہیؒ ومولوی سرورؒ اور دوچار اور کو منتخب کیا ہے، ادھر سے اول میرا نام لیا گیا ہے اور مولوی محمد اشرف علی صاحب کا (اور) مولوی خلیل احمد، مولوی مرتضیٰ حسن چاندپوری کا، نیز پندرہ جون مقرر ہے۔ کل بطلب بندہ رجسٹری خط آیا کہ آپ بروز پنجشنبہ دس جون کو رام پور آجاویں امور ضروریہ آپ کے سامنے طے ہونے ہیں، غالباً جمعہ کے بعد روانہ ہوں، میں نے مولانا محمود حسن صاحب صاحبزادہ صاحب (مولانا حافظ محمد احمدؒ) اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کو لکھا ہے کہ (امروہہ) جمعہ پڑھیں اور ایک ساتھ روانہ ہوں، غالباً سب حضرات تشریف لاویں آپ کو ضرور یہ تکلیف دی جاتی ہے کہ دعا اور ہمت قلبی سے اعانت کریں۔

(۱۹ر جمادی الاول ۱۳۲۷ھ بروز چہارشنبہ (مطابق) ۹ر جون ۱۹۰۹ء)

اپنے دوسرے مکتوب گرامی میں اس مناظرہ میں جو نمایاں کامیابی ہوئی اس کو مولانا حافظ عبدالغنی پھلاودیؒ کے نام ایک مکتوب میں یوں ارقام فرماتے ہیں۔

بندہ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ ـــــ بخدمت جامع کمالات

برادر مکرم مولوی حاجی حافظ محمد عبدالغنی صاحب سلمہم

بعد سلام مسنون مکلف ہے۔

...... رامپور جانے کے بعد سہ شنبہ کے روز مناظرہ شروع ہوا مسئلہ دفات مسیح کا مولوی محمد احسن قادیانی.... مرزائی نے ثبوت پیش کیا مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اہل اسلام کی طرف سے تحقیق و الزامی دہ جوابات دنداں شکن دیئے کہ ماشاء اللہ، مجلس میں ہر خاص و عام پر محمد احسن کی مغلوبی اور مولوی ثناء اللہ کا غلبہ واضح و ثابت ہوگیا، اسی روز رامپور میں عام شہرت ہوگئی (کہ) قادیانی پسپا ہوئے مگر وہ بے غیرت اگلے روز بھی آکر ذلیل ہوئے۔ محمد احسن کو ناقابل مان کر خود ان کے گروہ نے دوسرا مناظر مقرر کیا وہ بھی کامیاب نہ ہو سکا، تیسرے رد الزامی جوابات میں بہت ذلیل ہوئے۔ نواب صاحب نے فرمایا یہ مسئلہ ختم ہوا اور حاضرین کو حق و ناحق معلوم ہوگیا، اب نبوت مرزا کا ثبوت دیجئے آمادہ نہ ہوئے اور ایک شب کی مہلت لی، شب میں یہ درخواست لکھی کہ حضور (نواب صاحب) اہل اسلام کے حامی ہیں بمقابلہ حضور ہم کو مناظرہ کرنا منظور نہیں، نیز مناظر اہل اسلام بدزبان ہے ہمارے مقتدا وسیلہ نجات (مرزا قادیانی) کی بھاری گستاخی کرتا ہے، لہذا ہم کو مناظرہ کرنا کسی حال میں منظور نہیں، معاف فرمایئے۔ یہ درخواست لکھ کر بعضے شب میں ہی روانہ ہوئے اور بعضے دن میں راہی... والحمد للہ...... (۲۸ رجون سنہ ۱۹۰۹ء)

اب مناسب خیال کرتا ہوں کہ مناظرہ رامپور کی کچھ روئیداد ہفت روزہ اخبار دبدبہ سکندری رامپور سے پیش کی جائے

دبدبہ سکندری کے دو پرچوں میں مناظرہ کا مختصر حال لکھا ہے مفصل طور پر مناظرہ کی رپورٹ نہیں لکھی ہے۔ ایک پرچہ سے معلوم ہوا کہ حافظ احمد علی صاحب نے

مناظرہ کی مکمل روئیداد دبدبہ سکندری کو بھیجنے کا وعدہ کیا تھا، لیکن وہ بعض موانع کی وجہ سے پوری کیفیت تحریر کر کے دبدبۂ سکندری کو نہ بھیج سکے، ممکن ہے مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنے رسالہ اہل حدیث میں مناظرہ کے تمام احوال وکوائف شائع کر دیئے ہوں، لیکن رامپور کی رضا لائبریری میں اخبار اہل حدیث کا کوئی فائل ۱۹۱۱ء سے پہلے کا نہیں ہے، حضرت محدث امروہیؒ کی ایک معرکۃ الآراء تقریر بھی مناظرہ کے دوران یا اختتام پر نواب کی موجودگی میں ہوئی تھی اس کا بھی حاضرین پر بہت اثر پڑا تھا، مولانا عبدالوہاب خاں رامپوری مرحوم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میں نے یہ تقریر سنی تھی، یہ مناظرہ قلعہ رامپور کے اندر ہوا تھا اور اندازہ ہوتا ہے کہ علاوہ خواص کے شہر کے اور بھی بہت سے تعلیم یافتہ اشخاص کو سماعت کا موقع ملا تھا، مناظرہ ۱۵ر جون ۱۹۰۹ء کو شروع ہوا اخبار دبدبہ سکندری کے پرچوں میں اس کی جو روئیداد چھپی ہے اس کی تلخیص یہ ہے۔

اس ہفتہ میں کئی روز حضرات علماء اسلام اور جماعت احمدیہ قادیانی میں نہایت عمدہ مناظرہ ہوا، اس مناظرہ کے محرک ومجوز جناب حافظ احمد علی خاں صاحب حنفی نقشبندی مہتمم کارخانہ جات، ذات خاص حضور اور منشی ذوالفقار علی خانصاحب سپرنٹنڈنٹ محکمہ آبکاری ریاست رامپور ہیں۔

بہت سے حضرات علماء اسلام مناظرہ میں تشریف لائے ہیں، جن میں سے چند حضرات کے نام نامی یہ ہیں۔ (حضرت) مولانا احمد حسن امروہیؒ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، جناب مولانا محمد ثناء اللہ صاحب امرتسری، جناب مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی، جناب مولانا محمد الدین صاحب امرتسری، جناب مولانا محمد برکات علی صاحب لدھیانوی جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب دہلوی، جناب مولوی محمد عاشق الٰہی صاحب میرٹھی

جناب مولوی محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی، جناب حاجی محمد عبدالغفار صاحب سوداگر دہلی، جناب مولوی حکیم قیام الدین صاحب جونپوری، جناب مولوی محمد حامد رضا خان صاحب حنفی قادری بریلوی، جناب ڈاکٹر محمد عبدالحکیم صاحب اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ، حضرت مولانا سید محمد شاہ صاحب محدث رامپوری، جناب مولوی عبدالغفار خاں صاحب حنفی نقشبندی رامپوری جناب مولوی محمد لطف اللہ صاحب مفتی ریاست رامپور، جناب مولانا محمد فضل حق صاحب رامپوری مدرس اول مدرسہ عالیہ ریاست رامپور

جماعت قادیانی کی طرف سے یہ اشخاص آئے ہیں

مولوی محمد احسن صاحب امروہی، میاں سرور شاہ صاحب، منشی مبارک علی صاحب، منشی قاسم علی صاحب، منشی محمد علی صاحب ایم، اے، خواجہ کمال الدین صاحب وکیل لاہور، منشی یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم قادیان، حافظ روشن علی صاحب، ڈاکٹر محمد یعقوب خاں لاہوری، شیخ رحمت اللہ سوداگر لاہور وغیرہ۔

۱۵؍جون ۱۹۰۹ء — حیات وممات مسیح علیہ السلام کی بحث چلی، سب سے پہلے جماعت قادیانی کی طرف سے محمد احسن امروہی نے ایک تحریری مضمون پڑھا مولانا محمد ثناء اللہ صاحب امرتسری نے ان کے چاروں استدلالوں پر نقض قائم کر دیئے مولوی محمد احسن کے بیان کی بے ربطی کا خود قادیانی جماعت نے اقرار کیا اور اس امر کو ان کی پیرانہ سالی کے سر منڈھا۔

۱۶؍جون ۱۹۰۹ء — کو بعد معزولیٔ محمد احسن منشی قاسم علی نے تحریری بیان وفات مسیح علیہ السلام پر پڑھنا شروع کیا، بجائے اسکے کہ مولانا محمد ثناء اللہ کے کل کے چار اعتراضات کا جواب دیا جاتا وہ ڈیڑھ گھنٹہ کی تقریر کے بعد صرف ایک اعتراض کی جانب پلٹ کر آئے

۱۷؍جون ۱۹۰۹ء — کو ناسازی طبع کی وجہ سے نواب صاحب جلسۂ مناظرہ

میں نہیں آئے اور ان کی قائم مقامی چیف سکریٹری اور ریونیو سیکریٹری نے کی،
(آج) قادیانی جماعت کے مناظر سے کہا گیا کہ وہ مولانا امرتسری کے اعتراضات کا
جواب دیں مگر جماعت قادیانی کی جانب سے جواب دینے میں پہلو تہی کی گئی۔

۱۸ر جون ۱۹۰۹ء — کو مناظرہ نہیں ہوا۔

۱۹ر جون ۱۹۰۹ء — کو مناظرہ ہوا۔ آج بھی قادیانی مناظر وفات مسیح علیہ السلام کا کوئی ثبوت پیش نہ کر سکے۔ (اخبار دبدبۂ سکندری ۱۲ جون ۱۹۰۹ء)

۲۰ر جون کو اہل اسلام نے کہا کہ قادیانی ثبوت وفات مسیح علیہ السلام دینے سے
گریز کرتے ہیں اور بار بار کے اصرار پر بھی عاجز ہیں کل سے حضرات علماء اہل اسلام
ابطال نبوت مرزا پر گفتگو کریں گے، اس پر خواجہ کمال الدین نے مناظرہ سے جان
بچانے کے ڈھنگ نکالے اور ہٹ دھرمی سے کام لینا چاہا، بہت ردو قدح کے
بعد قادیانیوں سے کہا گیا کہ وفات حضرت مسیح علیہ السلام پر آپ کو جو کچھ کہنا ہو
کہیں تاکہ مسئلہ تو ختم ہو چنانچہ منشی قاسم علی نے تحریری مضمون پڑھنا شروع
کیا اور اہل اسلام کی طرف سے جو نقض ان پر وارد ہوئے تھے بعض کا جواب دیا،
قادیانیوں کی تحریر کے ختم پر جناب مولانا ثناء اللہ صاحب کھڑے ہوئے، اور
تھوڑی دیر میں انھوں نے فریق مخالف کے تمام دلائل کو تارِ عنکبوت کی طرح
توڑ دیا۔ اسی دن قادیانیوں نے یہ لکھا کہ ہم مناظرہ کرنا نہیں چاہتے۔ الحق یعلو ولا یُعلیٰ
اللہ تعالیٰ نے دین حق کی نصرت فرمائی اور قادیانی خائب و خاسر ۳۰ر جون
کی شب اور ۳۱ر جون کو یہاں سے چلے گئے، جناب مولانا قیام الدین صاحب بخت
جونپوری نے کیا خوب تاریخ کہی۔

قادیانی پئے احقاقِ حق	رام پور آئے مگر کھائی شکست
احمدی کہتے ہیں اپنے کو وہ لوگ	لیکن این نسبت آنہا غلط است

بخت نے لکھی یہ سچی تاریخ احمدیوں کو ہوئی فاش شکست

۱۳۲۷ھ

(اخبار دبدبۂ سکندری ۲۸ جون ۱۹۰۹ء)

اخبار دبدبۂ سکندری ۲۲ جون ۱۹۰۹ء کو ایک تحریر "فیصلہ حضرات علما کرام اہل اسلام دربارہ مسئلہ حیات و ممات حضرت مسیح علیہ السلام" کے عنوان سے چھپی ہے جس کے آخر میں علما امروہہ، مرادآباد، رامپور، بسولی، دیوبند، سہارنپور، کاندھلہ میرٹھ دہلی، امرتسر، سیالکوٹ، جونپور کے علماء کے دستخط ہیں، ذیل میں فیصلہ کی تحریر اور دستخط کنندگان کے نام لکھے جاتے ہیں۔

۱۵، ۱۶ جون ۱۹۰۹ء کو مباحثہ

بموجودگی نواب صاحب رامپور، یہ مباحثہ مجمع عام میں ہم لوگوں کے سامنے تواریخ مذکورہ میں ہوا۔ جماعت اہل اسلام کی طرف سے جناب مولانا مولوی ابوالوفا محمد ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری مناظر مقرر ہوئے (پہلے دن جماعت قادیانی کے مولوی محمد احسن صاحب نے ایک تحریر پڑھی جس پر اعتراضات ہوئے) مگر دوسرے تیسرے روز جماعت قادیانی کی طرف سے منشی قاسم علی صاحب دہلوی نے تحریر پڑھی وفات مسیح علیہ السلام کے متعلق جتنے دلائل قادیانی جماعت کی طرف سے پیش ہوئے اسلامی مناظر نے ایک ایک کا جواب بڑی خوبی سے دیا، نمایاں طور پر حیات مسیح علیہ السلام کو ثابت کر دیا۔ فجزاہ اللہ عنا و سائر المسلمین خیراً۔ اس بحث سے شکستہ خاطر ہو کر قادیانیوں کو دوسرے مسئلہ (نبوت مرزا قادیانی) پر باوجود قرارداد سابق بحث کرنے کی جرأت نہ ہوئی لہٰذا وہ دوسرا مسئلہ پیش کئے بغیر خود بخود چلے گئے فللہ الحمد علی ذلک صدق اللہ العلی العظیم جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

(مولوی) محمد عبدالغفار رامپوری (مولوی) محمد لطف اللہ (ابن مفتی سعد اللہ رامپوری) (مولوی) محمد اعجاز حسین وکیل رامپوری (مولوی) محمد فضل اللہ رامپوری (مولوی) محمد بشیر احمد مدرس اول مدرسہ انوار العلوم رامپور (مولوی) محمد اسلم (مولوی) فضل حق رامپوری مدرس اول مدرسہ عالیہ رامپور (مولوی) افضال الحق رامپوری (مولوی) محمد نبی رامپوری (مولوی) مرتضیٰ حسن چاندپوری مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند (مولوی) ابراہیم سیالکوٹی (مولانا) محمود حسن مدرس اول مدرسہ اسلامیہ دیوبند (مولانا) عبدالرحمن مدرس اول مدرسہ شاہی مرادآباد (مولوی) محمود حسن سہسوانی مدرس دوم مدرسہ شاہی مرادآباد (مولانا) محمد اشرف علی تھانوی (مولانا) احمد حسن امروہی، مدرس اول مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ (مولوی) محمد امین مدرس مدرسہ جامع مسجد امروہہ (مولوی) رضا حسن مدرس مدرسہ امروہہ (مولوی) عبدالرؤف امروہی (ابن مولانا سید رانت علی) (مولوی) محمد شفیق احمد امروہی (مولوی) محمد معظم حسین امروہی (مولوی) محمد سلیم سکندرپوری مدرس مدرسہ عالیہ رامپور (مولوی) سید محمد شاہ (محدث) رامپوری (مولوی) سید حامد شاہ رامپوری (مولوی) محمد منور علی (محدث) رامپوری، مدرس درجہ حدیث مدرسہ عالیہ رامپور (مولوی) محمد طیب عرب (مولوی) محمد قیام الدین جونپوری (مولانا) محمد سہول بھاگلپوری مدرس مدرسہ اسلامیہ دیوبند (مولوی) محمد ابراہیم دہلوی (مولوی) محمد قدرت اللہ مدرس مدرسہ شاہی مرادآباد (مولانا) خلیل احمد (محدث) سہارنپوری مدرس اول مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور (مولوی) محمد عاشق الٰہی میرٹھی (مولوی) محمد یحییٰ مدرس دوم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور (والد شیخ الحدیث[1]) (مولوی) محمد اسمٰعیل انصاری امروہی (مولوی) سید بدر الحسن امروہی (مولوی) سردار احمد امروہی (مولانا) محمد خلیل اللہ محدث مقیم رامپور (مولوی) احمد امین مدرس دوم مدرسہ عالیہ رامپور (مولوی) احمد نور مدرس مدرسہ عالیہ رامپور (مولوی) غلام رسول

---

[1] حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے

مدرس مدرسہ عالیہ رامپور (مولوی) صاحبزادہ محمد الطاف المعروف میا نجخاں رامپوری، (مولوی) معز اللہ خاں (مدرس مدرسہ عالیہ رامپور) (مولوی) محمد یوسف (مقیم رامپور) غلام ربانی مقیم رامپور، (مولوی) سید سجاد علی بسولوی مقیم رامپوری (مولوی) وزیر محمد خان مدرس مدرسہ عالیہ رامپور (مولوی) محمد فضل کریم مقیم رامپور (مولوی) دیانت حسین مقیم رامپور (مولوی حافظ) عبدالغفار دہلوی (مولانا حافظ) — نورالدین احمد دہلوی۔

نواب رامپور نے اس مناظرہ کا جو فیصلہ دیا ہے اس کو مولانا ثناء اللہ امرتسری نے صحیفۂ محبوبیہ اور الہاماتِ مرزا کے آخر میں درج کیا ہے۔ ذیل میں اس کو بھی نقل کیا جاتا ہے۔

"رامپور میں قادیانی صاحبوں سے مناظرہ کے وقت مولوی ابوالوفاء محمد ثناء اللہ صاحب کی گفتگو ہم نے سنی۔ مولوی صاحب نہایت فصیح البیان ہیں اور بڑی خوبی یہ ہے کہ برجستہ کلام کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنی تقریر میں جس امر کی تمہید کی اسے بدلائل ثابت کیا ہم ان کے بیان سے محظوظ و مسرور ہوئے۔

(محمد حامد علی خان والیٔ ریاست رامپور)

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) دبدبۂ سکندری میں بجائے محمود حسن کے محمد میاں لکھا گیا ہے، جو غالباً نامہ نگار کی عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتنۂ قادیانیت اور

حضرت مونگیریؒ کی خدمات جلیلہ

از:- امیر شریعت بہار و اڑیسہ حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی مدظلہٗ مونگیر

فرق باطلہ میں قادیانی فرقہ بڑی تیزی سے ابھرا، بڑھا، اور مسلمانوں میں پھیلتا چلا گیا، اس سے جاہل عوام اور ناخواندہ مسلمان ہی متاثر نہ ہوئے، تعلیم یافتہ بھی ان کے حلقہ بگوش ہوئے، قادیانی فرقہ نے جس زمانے میں اپنی تحریک و دعوت کا آغاز کیا یہ وہ زمانہ تھا کہ متحدہ ہندوستان کے مسلمان مختلف گروہوں، ٹولیوں میں منقسم تھے، ہر فرقہ دوسرے فرقہ کی تردید میں سرگرم اور کمربستہ تھا، مذہبی مناظروں اور مباحثوں کا بازار گرم تھا، جس کے نتیجے میں اکثر مارپیٹ، قتل وخون، اور عدالتی چارہ جوئیوں کی نوبت آئی، گویا سارے ہندوستان میں مذہبی خانہ جنگی قائم تھی اس صورت حال سے علماء کے وقار اور دین کے احترام کو بڑا نقصان پہونچا تھا، نیز سارے مسلمان اختلافی باتوں کے سننے پڑھنے اور سمجھنے کے عادی ہو چکے تھے اور انھیں اس میں بڑا لطف آتا تھا۔ یہ تو دینی حالات کا ایک اجمالی خاکہ ہے جس میں اس وقت کے ہندوستانی مسلمان مبتلا تھے، سیاسی لحاظ سے مسلمان شکست خوردگی سے چور تھے، حکومت برطانیہ کے قدم ہندوستان میں جم چکے تھے اور ۱۸۵۷ء میں آزادی کی جد وجہد میں ناکامی کے بعد مسلمان تنگ دل اور

کم ہمت ہو چکے تھے۔ ان کے سامنے ماحول تاریک تھا اور راستے مسدود، مسلمانوں کے احساسِ شکست خوردگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی مذہبی لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کے درمیان آئے "براہین احمدیہ" نامی کتاب پانچ جلدوں میں لکھ کر کافی نام پیدا کیا، شہرت بڑھی اور عوام سے لے کر خواص تک میں ان کا خاصہ تعارف ہوا جبکہ آنجہانی مرزا صاحب خود تحریر فرماتے ہیں "یہ وہ زمانہ تھا جس میں مجھے کوئی نہیں جانتا تھا، نہ کوئی موافق تھا نہ کوئی مخالف، کیونکہ میں اس زمانے میں کچھ بھی چیز نہ تھا اور ایک احد من الناس اور زاویۂ گمنامی میں پوشیدہ تھا، اس قصبہ قادیان کے لوگ اور دوسرے ہزارہا لوگ جانتے ہیں کہ اس زمانے میں در حقیقت میں اس مردے کی طرح تھا جو قبر میں صدہا سال سے مدفون ہو اور کوئی نہ جانتا ہو کہ یہ کس کی قبر ہے (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۲۷-۲۸)

۱۸۸۶ء میں مرزا صاحب نے ہشیار پور میں ایک آریہ سماج سے مناظرہ کیا اس مناظرہ کے متعلق ایک کتاب لکھی جس کا نام "سرمۂ چشم آریہ" ہے، اس کتاب سے مرزا صاحب کی شخصیت اور نمایاں ہوئی، مرزا صاحب نے محسوس کیا کہ ان میں اپنے ماحول کو متأثر کرنے اور ایک دینی تحریک کے چلانے کی اچھی صلاحیت ہے چنانچہ اس احساس نے ان کے ذہن میں ایک نئی تبدیلی پیدا کی، اور اب ان کا رخ عیسائیوں اور آریہ سماجیوں سے ہٹ کر خود مسلمانوں کی طرف ہوا۔

تدریجی ارتقاء

مرزا غلام احمد نے پہلے (۱۸۹۰ء تک) مجدد و مامور ہونے کا دعوی کیا پھر بمشورہ حکیم نور الدین ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا، اور اپنے دعوی کی حمایت میں "فتح اسلام" نامی کتاب لکھی، ۱۹۰۰ء کی بات ہے کہ قادیان (ضلع گرداسپور پنجاب) کی مسجد کے امام عبدالکریم صاحب نے جمعہ کے خطبہ میں آنجہانی مرزا صاحب کا نام لیا اور ان کے لئے

نبی اور رسول کے الفاظ استعمال کئے، خطبہ میں ان باتوں کو سنکر مولوی محمد احسن امروہی پیچ وتاب کھانے لگے، دوسرے جمعہ میں پھر مولوی عبدالکریم صاحب نے مرزا صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میں آپ کو خدا کا رسول اور نبی مانتا ہوں۔ اگر میں غلطی پر ہوں تو میری اصلاح فرمادیں، نماز کے بعد جب مرزا صاحب جانے لگے تو پھر مولوی عبدالکریم صاحب نے مخاطب کیا تو اسکے جواب میں مرزا نے کہا: "مولوی صاحب ہمارا بھی یہی مذہب اور دعویٰ ہے جو آپ نے بیان کیا"۔ مولوی عبدالکریم اور مولوی محمد احسن صاحب میں اس موضوع پر باتیں تیز ہونے لگیں، مرزا صاحب گھر سے باہر آئے، اور ظالم نے یہ آیت پڑھی: یایھا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (القرآن) جس میں آواز اونچی کرنے والوں کو ہدایت بھی ہے اور اپنے نبی ہونے کا دعویٰ بھی ہے۔ مرزا صاحب متعدد مراحل طے کرنے کے بعد نبوت تک پہونچے، اس دعوے کے بعد کوئی مسلمان خاموش ہو کر بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ مسلمان تو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضور اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری رسول ہیں اور آپ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے اور شریعت قیامت تک کے لئے ہر لحاظ سے کامل اور مکمل ہے نہ اس میں کمی کی ضرورت ہے اور نہ ہی زیادتی کی گنجائش ہے، اگر مرزا صاحب کی کتابوں کو پڑھا جائے اور ان کی عیاری کو مرتب کیا جائے تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ آنجہانی مرزا صاحب ایک متوازی نبوت اور متوازی امت قائم کرنا چاہتے ہیں جو نبوت کی طرح حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے کم نہیں، اور جو امت کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے کم تر نہیں بلکہ فائق ہی ہے۔

اس دعویٰ کے بعد علمائے اسلام پر ان کی بدنیتی اور اسلام کے خلاف

ان کی سازش کھل کر سامنے آئی چنانچہ مولوی عبدالحق صاحب غزنوی مقیم امرتسر مرزا کی مخالفت میں برابر سرگرم رہے اور اشتہارات کے ذریعہ مرزا صاحب کے فاسد خیالات کی دھجیاں بکھیرتے رہے اور وہ مباہلہ کیلئے تیار ہوئے جسے مرزا صاحب نے منظور کیا، اس وقت جو اشتہار شائع ہوا اس کا مضمون یہ تھا

اطلاع عام برائے اہل اسلام :-

از مولوی صوفی عبدالحق غزنوی مباہل مرزا

اس میں کچھ شک نہیں کہ میں مرزا صاحب کے مباہلہ کا مدت سے پیاسا ہوں، اور تین برس سے اس سے یہی درخواست ہے کہ اپنی کفریات پر جو تونے اپنی کتابوں میں شائع کئے ہیں مجھ سے مباہلہ کر ــــ لہذا میں نے یہ خط مسطور الذیل بتاریخ ۲ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ ارسال کیا کہ ہمکو آپ سے مباہلہ بدل وجان منظور ہے مگر تاریخ تبدیل کردو. مرزا صاحب نے اس کے جواب میں ۷ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ میں خط لکھا کہ میں مباہلے کیلئے تیار ہوں چنانچہ ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ کو امرتسر کی عیدگاہ میں دونوں صاحبوں کا مباہلہ ہوا اور دونوں فریق امن و امان سے واپس آگئے، لیکن مرزا صاحب اپنے مباہل مولوی عبدالحق غزنوی کی موجودگی میں ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ کو فوت کر گئے اور الحمد للہ مولوی عبدالحق صاحب غزنوی مرزا صاحب کی وفات کے بعد بھی کئی برس زندہ رہے

مولانا محمد نذیر حسین دہلوی کا مناظرہ :-

مولانا سید نذیر حسین صاحب کے شاگرد رشید مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی شروع ہی سے مرزا صاحب کی شدت سے مخالفت کر رہے تھے، مرزا صاحب نے خود انکے بجائے ان کے استاذ سے مناظرہ کرنا پسند کیا چنانچہ مرزا صاحب نے ایک اشتہار نکالا اور اس میں مناظرہ کی دعوت دی جس میں لکھا کہ مولوی نذیر حسین صاحب حضرت مسیح ابن مریم کو زندہ سمجھنے میں حق پر

ہوں، اور قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے اس کی زندگی ثابت کر سکتے ہیں، کہ میرے ساتھ بپابندی شرائط مندرجہ اشتہار ۲ر اکتوبر ۱۸۹۱ء بالاتفاق بحث کریں۔ اگر انھوں نے بقبول شرائط اشتہار ۲ر اکتوبر ۱۸۹۱ء بحث کے لئے مستعدی ظاہر نہ کی اور پوچ اور بے اصل بہانوں سے ٹال دیا تو سمجھا جائیگا کہ انھوں نے مسیح ابن مریم کی وفات کو قبول کر لیا، چنانچہ حضرت میاں صاحب نے مناظرہ کو قبول کیا، میاں صاحب کے متکلم مولوی بشیر احمد صاحب تھے، انھوں نے پہلے دن حیات مسیح پانچ دلائل حاضرین مجلس کو سنائے اور پھر اس پر دستخط کر کے مرزا صاحب کو دیئے مرزا صاحب نے مجلس بحث میں جواب لکھنے سے عذر کیا، دوسرے دن بھی جواب نہ پیش کر سکے اور اس طرح مناظرہ سے شکست کھا کر واپس ہو گئے (بحوالہ رسالہ الحق الصریح ص۲)

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری فاضل دیوبند

مرزا کی مخالفت پنجاب میں کھل کر مولانا ثناء اللہ صاحب کرتے رہتے تھے، اس لئے مرزا غلام احمد نے مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کو قادیان آنے اور گفتگو کرنے کی دعوت دی، دعوت نامہ میں وہ لکھتے ہیں "مولوی ثناء اللہ اگر سچے ہیں تو قادیان میں آکر کسی پیشین گوئی کو جھوٹی تو ثابت کریں اور ہر ایک پیشین گوئی کے لئے ایک ایک سو روپے انعام دیا جائیگا۔ اور آمد و رفت کا کرایہ علیحدہ (اعجاز احمدیہ ص۱۱)

آگے پھر وہ لکھتے ہیں، واضح رہے کہ "مولوی ثناء اللہ کے ذریعہ سے عنقریب تین نشانیاں میرے ظاہر ہوں گی۔

۱۔ وہ قادیان میں تمام پیشین گوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہیں آئینگے اور سچی پیشین گوئیوں کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا ان کے لئے موت ہوگی۔

۲۔ اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب، صادق سے پہلے مرجائے، تو ضرور وہ

پہلے مریں گے اور سب سے پہلے اس اردو مضمون اور عربی قصیدہ کے مقابلہ سے عاجز رہ کر جلد تر ان کی روسیاہی ثابت ہو جائے گی (ص ۳۴)

مولانا ثناء اللہ صاحب ۱۰ر جنوری ۱۹۰۳ء کو قادیان پہونچے اور مرزا صاحب کو اطلاعی خط لکھا کہ خاکسار قادیان میں اس وقت حاضر ہے مگر مرزا صاحب ٹال مٹول کرتے رہے اور بیجا شرطیں لگاتے رہے اسلئے دونوں حضرات میں مباحثہ نہ ہو سکا۔

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے مرزا صاحب سے تقریری مقابلہ بھی کیا اور تحریری بھی، مختلف کتابوں، رسائل اور اشتہارات کے ذریعہ ان کی کذب بیانی اور دروغ بافی اور افترا پردازی کی دھجیاں بکھیرتے رہے اور اپنے لطائف سے مرزا صاحب کو ذلیل دخوار کرتے رہے، بالآخر عاجز آکر مرزا صاحب مولانا ثناء اللہ صاحب کو یہ خط لکھتے ہیں کہ "اگر یہ دعوی مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں، اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک! میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے (آمین) مگر اے میرے کامل اور صادق خدا! اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون وہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے۔

اس لئے اب میں تیری ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما۔ اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے، یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر، اے میرے پیارے مالک، ایسا ہی کر"

(اخبار بدر قادیان مورخہ ۱۵ر ۱۹۰۷ء)

پھر مرزا صاحب اعلان کرتے ہیں کہ ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے یہ در اصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے "

(حوالہ۔ اخبار ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء کالم ۲)

اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب کے کذب وافترا کو دنیا پر آشکارا فرمایا، اور مرزا غلام احمد ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو فوت کر گئے۔ اور بحمد اللہ مولانا ثناء اللہ صاحب ہر طرح صحت و عافیت سے بہت دن زندہ رہے۔

حضرت مولانا محمد علی مونگیری اور فتنۂ قادیانی

جب فتنۂ قادیانی پنجاب سے نکل کر دوسری جگہوں پر پھیلا، تو علمائے حق بے چین ہو گئے۔ ان کا آرام حرام ہو گیا، اور ان کی راتوں کی نیند اڑ گئی۔ اسی گروہ کے سرخیل مجدد علم و عرفان حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری رحمہ اللہ بھی ہیں، جن کو اس فتنہ کا اتنا شدید احساس ہوا کہ تہجد کے وقت بھی فتنۂ قادیانیت سے متعلق رسائل تصنیف کرتے کتابیں لکھتے اور اس کی اشاعت کا انتظام کرتے۔ حضرت مولانا مونگیری کے اضطراب کو اس خط میں دیکھا جا سکتا ہے ــــ "قادیانی کی سعی اور کوشش اس قدر زیادہ تھک اور منظم ہے کہ جس کو دیکھ کر ایک مسلمان کا دل لرز جاتا ہے کہ الٰہی یہ کیا طوفانِ کفر اور سیلاب ارتداد ہے اسکو روکنے کی کیا صورت ہو، ہندوستان میں کوئی جگہ نہیں جہاں ان کے لوگ تبلیغ نہ کرتے ہوں، اور ہندوستان کے علاوہ یورپ، انگلستان، جرمنی، امریکہ اور جاپان میں بڑے زوروں اور نہایت نظم سے اپنے مذہب کی اشاعت کر رہے ہیں، ان کے پاس کوئی بینک نہیں، کوئی ریاست نہیں، صرف ایک بات ہے کہ مرزا نے کہہ دیا ہے کہ ہر مرید حسب استطاعت ماہانہ مذہب کی اشاعت کیلئے کچھ دے، اور جو تین ماہ تک کچھ نہیں دیگا وہ بیعت سے خارج ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیعت للللل میں

لاکھوں روپے جمع ہوگئے. اور ان کا ہر مرید اپنی آمدنی کا کم از کم دسواں حصہ اور بعض تو تہائی اور چوتھائی حصہ قادیان بھیجتے رہتے ہیں جس سے وہ خاطر خواہ اپنے مذہب کی اشاعت کر رہے ہیں (کمالات محمدیہ ص۲۴)

حضرت مونگیریؒ نے یہ محسوس کیا کہ اگر پوری قوت کے ساتھ اس تحریک کا مقابلہ نہ کیا گیا تو اس سے بڑے افسوسناک نتائج ظاہر ہوسکتے ہیں، یہی وہ موڑ تھا جہاں حضرت مونگیری اپنی ساری صلاحیتوں کے ساتھ میدان میں اتر آئے اور اپنا سارا وقت اور ساری قوت اس کے لئے وقف کردی، اپنے تمام مریدین دسترشدین رفقا اور اہل تعلق کو اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی تلقین کی اور صاف صاف کہا کہ جو اس معاملہ میں میرا ساتھ نہ دیگا میں اس سے ناخوش ہوں (کمالات محمدیہ ص۴۳)

بہار میں قادیانیوں نے چار ضلعوں میں بہت کامیابی حاصل کی تھی، خاص طور پر مونگیر اور بھاگلپور کے متعلق یہ اندیشہ پیدا ہوگیا تھا کہ یہ دونوں ضلع قادیانی ہوجائینگے بھاگلپور میں آنجہانی مولوی عبدالماجد صاحب پورینی، بھاگلپور (جو ایک جید عالم اور اچھے مدرس تھے منطق اور فلسفہ میں بڑی دستگاہ حاصل تھی اور انھوں نے شرح تہذیب پر حاشیہ لکھ کر فن منطق سے اپنی مناسبت کا پورا ثبوت پیش کیا، اور ان کا حاشیہ آج بھی کتب خانہ رحمانیہ خانقاہ مونگیر میں موجود ہے) قادیانی ہوچکے تھے اور اپنی پوری صلاحیت اس باطل مذہب کی اشاعت و تبلیغ میں صرف کر رہے تھے، مونگیر کا تو کہنا ہی کیا، مونگیر میں آنجہانی مرزا صاحب کے خاص سمدھی اور مرزا بشیر محمود آنجہانی کے خسر مولوی حکیم خلیل احمد صاحب آنجہانی تشریف فرما تھے اور خدا کی دی ہوئی ذکاوت اور طلاقت لسانی کو مرزا صاحب کے نوزائدہ مذہب کی حمایت میں شب و روز صرف کر رہے تھے ان دو حضرات نے بھاگلپور اور مونگیر کی فضا کو بہت زیادہ مسموم کر رکھا تھا اور اس کا خطرہ تھا کہ ان دونوں جگہوں پر رہنے والے مسلمان رفتہ رفتہ قادیانی

مذہب اختیار کرلیں گے۔ پٹنہ اور ہزاری باغ میں قادیانی تحریک زوروں پر پھیل رہی تھی، حضرت مولانا مونگیری نے اپنے خط میں ذکر کیا ہے کہ بہار کے علاوہ بنگال میں بھی اس نے مہم شروع کردی ہے۔

حضرت مولانا مونگیری نے قادیانیت کے خلاف باقاعدہ اور منظم طریقے پر زبردست مہم شروع کی، اس کے لئے دورے کئے خطوط لکھے، رسائل اور کتابیں تصنیف کیں، دہلی اور کانپور سے کتابیں طبع کرا کے مونگیر لانے اور اشاعت فرمانے میں خاصہ وقت صرف ہوتا تھا، اور حالات کا تقاضا یہ تھا کہ اس میں ذرا بھی تاخیر نہ ہو اسلئے مولانا نے خانقاہ میں پریس اسی مقصد کیلئے قائم کیا اس پریس سے سو سے زائد چھوٹی بڑی کتابیں رد قادیانیت پر شائع ہوئیں جو سب مولانا کے قلم سے ہیں، اس قدر ضعف اور سلسلۂ علالت کے ساتھ اتنا وسیع اور عظیم تصنیفی کام بجائے خود ایک کرامت سے کم نہیں اور جس کی توجیہ تائید الٰہی و توفیقِ خداوندی کے سوا کسی اور چیز سے نہیں کی جاسکتی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے اس کام پر مامور تھے ہر چیز میں خدا کا فضل ان کے شامل حال تھا۔

حضرت مونگیری نے اپنے ایک معتمد اور خادم خاص کو ایک خط میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے اور بے تکلفی اور سادگی کے ساتھ اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میرا ضعف و ناتوانی اے عزیز تم پر اور اس کے سب بھائیوں پر ظاہر ہے کہ میں مدت سے بیکار ہو چکا ہوں، اور میرے ظاہری قویٰ نے جواب دیدیا ہے مگر خدائی ارشاد "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" نے اپنی غیر محدود قدرت کو ایک ضعیف و ناتوان ہستی میں جلوہ گر فرما کر وہ کام لیا جس کا خیال و خطرہ بھی نہ تھا، اس قدر رسائل اس ضعف و ناتوانی میں لکھوا دینا اسی کا کام ہے (کمالات محمدیہ)

حضرت مولانا محمد علی مونگیری علیہ الرحمہ نے قادیانیت کی تردید میں سو سے زیادہ

کتابیں اور رسائل تصنیف کئے جس میں سے صرف چالیس کتابیں ان کے نام سے طبع ہوئیں اور بقیہ دوسرے ناموں سے یا ابواحمد کے نام سے جو حضرت کی کنیت تھی حضرت مولانا نے فتنۂ قادیانیت کے ہر گوشہ اور ہر پہلو پر گفتگو کی اور رسائل لکھے اور اس باطل مذہب کے رد میں لکھنے کیلئے کوئی چیز نہ چھوڑی انھوں نے قادیانیت کی بیخ کنی کی، اور اسکے استیصال کو وقت کا اہم ترین جہاد قرار دیا ہے۔ حضرت مونگیری کتاب پر کتاب تردید میں لکھتے جاتے اور لوگوں میں مفت تقسیم کرتے اور مناسب جگہوں پر پہونچاتے اس راہ میں ہزاروں روپے صرف کئے، اس مہم میں اپنے دوستوں، عزیزوں، اور عقیدتمندوں کو بھی متحد اور منظم ہو کر مقابلہ کرنے کی ہدایت کرتے، حضرت مونگیریؒ اپنے ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں: "میں چاہتا ہوں کہ مخالفینِ اسلام کی بے انتہا سعی اور کوشش کا جواب دیا جائے بالخصوص مرزائی جماعت کا فتنہ رفع کرنے میں جو کچھ ہو سکے اس سے دریغ نہ کیا جائے، اور نہایت انتظام کے ساتھ یہ سلسلہ میرے بعد جاری رہے اس لئے رائے یہ ہے کہ ایک انجمن قائم کی جائے جس کا نظم تم لوگ اپنے ہاتھ میں لو، اور اس کیلئے ہر وہ شخص جو مجھ سے ربط و تعلق رکھتا ہے وہ اس میں حسب حیثیت التزام کے ساتھ ماہانہ شرکت کرے ورنہ جو شخص میرے اس دینی اور ضروری ہدایت کی طرف بھی متوجہ نہ ہوگا میں اس سے ناخوش ہوں اور وہ خود یہ سمجھ لے کہ اس کو مجھ سے کیا تعلق باقی رہا۔ (کمالات رحمانی ص۲۰۶)

حضرت مونگیریؒ کو فتنۂ قادیانی کا شدید احساس تھا اور اسکے مقابلہ کا ان کو اس قدر اہتمام تھا کہ آپ اکثر فرمایا کرتے "اتنا لکھو اور اس قدر طبع کراؤ اور تقسیم کرو کہ ہر مسلمان جب صبح کو سو کر اٹھے تو اپنے سرہانے ردّ قادیانی کی کتاب پائے۔ حضرت مونگیریؒ نے تصنیف و تالیف ہی کے ذریعہ قادیانی کی تردید پر اکتفا نہ کیا بلکہ مناظرہ بھی کئے، مونگیر کے مناظرہ سے قادیانیت کی تحریک پر ضرب کاری لگی جس سے اس کے قدم

اکھڑ گئے، اور ملتِ اسلامیہ کو اس سے بڑا فائدہ پہونچا۔

یہ مناظرہ ۱۹۰۶ء میں ہوا جس میں تقریباً چالیس علماء شریک ہوئے، مرزا صاحب کی طرف سے حکیم نورالدین وغیرہ آئے اس کی تفصیل یہ ہے۔ مرزا صاحب کے نمائندے حکیم نورالدین صاحب، سرور شاہ صاحب اور روشن علی صاحب مرزا صاحب کی تحریر لے کر آئے کہ ان کی شکست میری شکست ہے، ان کی فتح میری فتح، اس طرف سے مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری صاحب ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند، علامہ انور شاہ کشمیری مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا عبدالوہاب بہاری، مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی (تقریباً چالیس علماء) بلائے گئے تھے، لوگوں کا بیان ہے کہ عجیب منظر تھا صوبہ بہار کے اضلاع کے لوگ تماشائی بن کر آئے تھے، معلوم ہوتا تھا کہ خانقاہ میں علماء کی ایک بڑی بارات ٹھہری ہوئی ہے، کتابیں الٹی جارہی ہیں، حوالے تلاش کئے جارہے ہیں اور بحثیں چل رہی ہیں سوال یہ پیدا ہوا کہ مولانا محمد علیؒ کی طرف سے مناظرہ کا وکیل اور نمائندہ کون ہو۔؟ قرعۂ فال مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کے نام پڑا، آپ نے مولانا مرتضیٰ حسن صاحبؒ کو تحریراً اپنا نمائندہ بنایا، علماء کی یہ جماعت میدان مناظرہ میں گئی وقت مقرر تھا، اس طرف مولانا مرتضیٰ حسن صاحبؒ اسٹیج پر تقریر کیلئے آئے اور اس طرف آپؒ سجدہ میں گئے اور اس وقت تک سر نہ اٹھایا جب تک کہ فتح کی خبر نہ آگئی بڑوں کا کہنا ہے کہ میدان مناظرہ کا منظر عجیب تھا مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کی ایک ہی تقریر کے بعد جب قادیانیوں سے جواب کا مطالبہ کیا گیا تو مرزا صاحب کے نمائندے جواب دینے کے بجائے انتہائی بدحواسی اور گھبراہٹ میں کرسیاں اپنے سر پر لئے ہوئے یہ کہتے بھاگے کہ ہم جواب نہیں دے سکتے۔

فیصلۂ آسمانی

مولانا کی سب سے پہلی تصنیف فیصلۂ آسمانی ہے جو قادیانیوں کے حق میں واقعی فیصلۂ آسمانی ثابت ہوئی یہ کتاب تین جلدوں میں ہے، اس کے تین ایڈیشن مولانا کی زندگی ہی میں شائع

ہوگئے لیکن کسی قادیانی کو اس کا جواب دینے کی ہمت نہ ہوئی، مولانا کی وفات کے بعد بھی کسی قادیانی نے اس کا جواب دینے کی جرأت نہ کی قادیانیت کے خلاف سارے لٹریچر میں جواب ترک لکھا گیا ہے یہ کتاب ایک خاص امتیاز رکھتی ہے اور اپنے محکم طرزِ استدلال، اسلوب کی وضاحت اور صفائی وصحیح وطاقتور گرفت کے اعتبار سے بہت کم کتابیں اس معیار پر پوری اترتی ہیں، اس راقم کے نشیب وفراز کو دیکھتے ہوئے اور اسکے ایک بڑے مبصر کی رائے یہ ہے کہ قادیانیت کی رد میں لکھی ہوئی اکثر کتابوں میں بعض بعض جگہ احتمال کی گنجائش نکل آتی ہے، لیکن اس کتاب میں کسی جگہ احتمال کی گنجائش یا استدلال میں کوئی خامی اور کمزوری نظر نہیں آتی۔

مرزا صاحب نے اپنے کمال وا عجاز کیلئے "اعجاز احمدی" لکھی یا لکھوائی تھی، اور اس کا دعوی کیا تھا کہ اس رسالہ اور قصیدۂ اعجازیہ کی ادبی بلاغت اور فنی کمال کی نظیر کوئی دوسرا پیش نہیں کرسکتا، مولانا نے اس قصیدہ کا بہت پرلطف قصہ بیان کیا ہے اور اس سارے جال کا تار وپود بکھیر دیا ہے جو مرزا صاحب نے علماء اور عام مسلمین دونوں کو بیک وقت فریب دینے کے لئے پھیلایا تھا، بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ وہ اس جال میں خود ہی گرفتار ہوگئے، اور تدبیران کے لئے الٹی پڑ گئی، مرزا صاحب نے ۵ر نومبر ۱۸۹۹ء میں یہ اعلان کیا تھا۔ اے میرے مولیٰ اگر میں تیرے حضور میں سچا ہوں تو ان تین سالوں کے اندر جو جنوری ۱۹۰۰ء سے آخر دسمبر ۱۹۰۲ء تک ختم ہوجائینگے کوئی ایسا نشان دکھلا جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو اگر تین برس کے اندر میری تائید اور تصدیق میں کوئی نشان نہ دکھلادے تو میں نے اپنے لئے یہ قطعی فیصلہ کرلیا ہے کہ اگر میری یہ دعا قبول نہ ہو تو میں ایسا ہی مردود اور ملعون اور کافر اور بے دین اور خائن ہوں جیسا کہ مجھے سمجھا گیا۔ مولانا لکھتے ہیں کہ اس دعا کے بعد مرزا صاحب تین برس اسی فکر و تجویز میں رہے کہ کوئی نشان تراش کر مسلمانوں کو دکھایا جائے، میرے خیال میں

انھوں نے یہ تدبیر سوچی کہ ہندوستان میں عربی ادب کا مذاق نہیں ہے اس لئے ایک عربی قصیدہ لکھوا کر اور اس کی تمہید اردو میں لکھ کر رسالہ شائع کر کے اعجاز کا دعویٰ کیا جائے، یہ اس زمانہ میں ایک عرب طرابلس کے رہنے والے ہندوستان میں آئے ہوئے تھے، جا بجا وہ پھرتے رہے اور حیدرآباد میں ان کا قیام زیادہ رہا ہے یہ عربی کے شاعر تھے اور مزاج میں آزادی بھی شاعروں کی سی رکھتے تھے، اس شہر میں مرزا کی زیادہ ہیں انھوں نے مرزا صاحب سے ربط کرا دیا اور خط و کتابت ہونے لگی، انھوں نے قصیدہ کی فرمائش کی، عرب صاحب نے روپیہ لے کر قصیدہ لکھ دیا، مولانا محمد سہول صاحب بھاگلپوری مفتی دارالعلوم دیوبند کہتے ہیں کہ حیدرآباد میں، میں نے ان سے ادب کی کتابیں پڑھی ہیں، بڑے ادیب تھے، کہتے تھے کہ مجھے روپیہ کی ضرورت پیش آتی تھی، میں نے مرزا کو لکھا اس نے قصیدہ لکھوایا، میں نے لکھ دیا اس نے مجھے روپے دیئے (فیصلہ آسمانی ص۵۹)

اس شخص نے جان بوجھ کر کچھ ایسی غلطیاں بھی قصیدہ میں شامل کر دی تھیں جو اہلِ زبان سے مستبعد ہیں، اس کے متعلق مولانا لکھتے ہیں۔

"سعید (شاعر کا نام) مرزا کو جھوٹا جانتا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ عربی ادب سے مرزا کو مَس نہیں ہے اس لئے اس نے قصداً غلطیاں رکھیں تاکہ اہل علم اس سے واقف ہو کر اس کی تکذیب کریں چونکہ عرصہ تک ہند میں رہا ہے اور بعض علوم عقلیہ اس نے یہاں پڑھے ہیں اس لئے وہ ہندی محاورات سے بھی واقف تھا اسلئے مرزا صاحب کو فریب دیا اور بعض ہندی الفاظ بھی قصیدہ میں داخل کر دیئے، الحاصل یہ قصیدہ مرزا صاحب کا اعجاز نہیں ہے، اگر اعجاز کہا جائے تو سعید شامی کا اعجاز ہوگا (ایضاً)

حضرت مونگیری کی اس سعی پیہم اور آہ سحرگاہی نے بہار کا بالخصوص نقشہ پلٹا اور بہت سے لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

فتنہ قادیان اور علمائے دیوبند

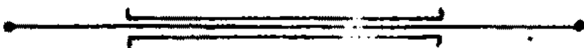
فتنہ قادیانیت کے استیصال کے سلسلے میں علمائے دیوبند کی خدمات اور کوششیں بھی نہایت اہم اور ناقابل فراموش ہیں، حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند جو راقم الحروف کے استاذ بھی ہیں نے اس سلسلہ میں دورے کئے تقریریں کیں اور مناظرے بھی کئے اور مونگیر کے مناظرہ میں مولانا مرحوم ہی حضرت مونگیری علیہ الرحمہ کے وکیل اور نمائندہ تھے ساتھ ہی ساتھ آپ نے ردّ قادیانیت پر متعدد رسائل بھی تصنیف کئے جو مطبع رحمانی مونگیر اور دوسرے مطابع سے شائع ہوئے

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند نے اس فتنہ کی طرف خصوصی توجہ فرمائی اور بہاولپور کے مقدمہ میں جاکر شہادت دی اور اپنے علمی وتحقیقی بیان سے ججوں کو قادیانی کے خلاف فیصلہ لکھنے پر مجبور کردیا اس مقدمہ میں شہادت دینے والوں میں حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب بھی شامل تھے پھر حضرت شاہ صاحب کشمیری علیہ الرحمہ نے حیاتِ مسیح پر ایک نہایت قیمتی بیالیس صفحہ کا رسالہ لکھ کر مرزا صاحب کے دعویٰ مسیح موعود کے سامنے لوہے کی دیوار کھڑی کردی حضرت شاہ صاحب کا یہ رسالہ "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" دارالاشاعت دیوبند سے شائع ہوا ہے، اسی طرح حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب اور دوسرے علمائے دیوبند نے اس طرف اپنی توجہ مبذول کی اور قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ اور پھر اس عاجز کے استاذ المحترم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی ثم پاکستانی نے مسئلہ ختم نبوت پر تین رسالہ لکھ کر ختم نبوت کو قیامت تک کے لئے دفن کردیا۔

ختم نبوت فی القرآن، ختم نبوت فی الاحادیث، ختم نبوت فی الآثار، یہ تینوں رسالے مسئلہ ختم نبوت پر حرف آخر کی حیثیت رکھتے ہیں، اس فرقہ باطلہ

کے استیصال کے لئے جن علمائے کرام نے جد وجہد کی ہے، ان کا استقصار مقصود نہیں ہے، یقیناً جن حضرات کے نام لکھے ہیں، ان سے کہیں زیادہ وہ لوگ ہیں جن کا ذکر اس مختصر سے مقالہ میں نہیں کرسکا ہوں، تقریباً یہ سب داصل بحق ہوچکے ہیں، حق تعالیٰ ان کی سعی کو مشکور فرمادے ان کے مراتب بلند کرے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس موقعہ پر نامناسب ہوگا اگر پروفیسر محمد الیاس صاحب برنی عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن کا نام نہ لیا جائے، انھوں نے قادیانی مذہب کے نام سے ایک ہزار صفحوں پر کتاب لکھ کر خود قادیانیوں کے ہاتھ میں آئینہ دیدیا ہے کہ وہ اپنی صورت اور قادیانیت کے سارے خدوخال صاف طریقہ پر قادیانی مذہب کے آئینہ میں دیکھ سکتے ہیں، اس کتاب میں الیاس صاحب مرحوم و مغفور نے اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا، اس میں جو کچھ ہے وہ قادیانی سربراہوں اور ان کے رہنماؤں اور مبلغوں کی تقریریں، اور تحریریں ہیں جو صحیح حوالے کے ساتھ درج کردی گئی ہیں، پروفیسر صاحب مرحوم نے ان تحریروں اور تقریروں کو مختلف حصوں اور ابواب میں جمع کرکے عنوان لگا دیا ہے، اس کتاب کی قدر و قیمت مطالعہ کے بعد ہی معلوم ہوسکتی ہے، پروفیسر صاحب مرحوم اس وقت دنیا میں نہیں ہیں، ہم ان کے لئے سعادت و نجات کی دعا کرتے ہیں۔



ردِّ قادیانیت پر دو اہم رسائل

مولانا عبدالحئ فاروقی ایم، اے (عربی) ایم، اے (معاشیات) نئی دہلی

مرزا غلام احمد قادیانی (۱۸۳۵ء تا ۱۹۰۸ء) نے جب سے اپنے باطل دعاوی کا آغاز کیا اسی وقت سے علماء حق نے ان کے خلاف آواز اٹھانا شروع کر دی تھی۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی حق وصداقت کی راہ میں رخنے ڈالے گئے، طاغوتی طاقتوں نے سر اٹھانا شروع کیا اور اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کو مسخ کرنے کی کوشش کی جانے لگی تو اس کے خلاف جو طبقہ سب سے پہلے سامنے آیا وہ ہمارے علمائے کرام ہی کا تھا حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ (م ۱۶۲۴ء) شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۷۶۲ء) شاہ عبدالعزیز دہلویؒ (م ۱۸۲۴ء) حضرت سید احمد شہیدؒ (ش ۱۸۳۱ء) مولانا سید محمد علی مونگیریؒ (م ۱۳۴۶ھ) اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (م ۱۹۵۷ء) وغیرہ ایسے ہی مجاہد علماء حق میں سے تھے جو مذہب کے نام پر پیدا ہونے والی ہر اسلام مخالف تحریک کے خلاف سر بکف اور کفن بردوش اٹھ کھڑے ہوئے اور یہاں تک نبرد آزما ہوتے رہے جب تک کہ حق وباطل کے درمیان حدِ فاصل قائم نہیں ہو گئی۔ قادیانیت بھی اسی قسم کی ایک اسلام دشمن اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات مقدسہ سے بغض وعناد رکھنے والی ایک جماعت ہے جس نے ہندوستان میں جنم لے کر پورے عالم اسلام کو اپنے

گرداب بلا میں لپیٹنا چاہا تھا، مرزا کے تحریرات کے منظر عام پر آنے کے بعد ہی سے علماء نے ان کے عزائم اور مستقبل کی خطرناکیوں کو اچھی طرح بھانپ لیا تھا، لہذا اس کے سدباب کے لئے قلمی اور لسانی جہاد کا آغاز کیا گیا، مضامین لکھے گئے رسائل اور کتابیں تصنیف کی گئیں اور آخیر میں براہ راست مناظرے بھی کئے گئے تاکہ عوام وخواص کو عقائد کی گمراہیوں سے بچایا جاسکے، اسی کا نتیجہ ہے کہ ردِّ قادیانیت پر دیکھتے ہی دیکھتے اچھا خاصا ذخیرہ معرضِ وجود میں آگیا جس کی مدد سے دین کی فہم وفراست رکھنے والوں کو اس فرقہ کو سمجھنے اور اس کو خارج از اسلام قرار دینے میں بڑی مدد ملی افسوس ہے کہ آج ہمارے تردیدی لٹریچر میں اب ایسے بہت سے رسائل اور کتب اگر نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہوتی جارہی ہیں، اس وقت ہم ایسے ہی دو کمیاب مطبوعہ رسائل پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں جو اپنے موضوع پر نہایت جامع اور مکمل ہیں ان دونوں رسائل کا تعلق مشہور عالم دین اور مصلح امت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی مدیر النجم کی علمی تحقیقات سے ہے۔

لہ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوی ۲۳ ذی الحجہ سنہ ۱۲۹۳ھ کو قصبہ کاکوری ضلع لکھنؤ میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد مولوی حافظ ناظر علی صاحب ضلع فتح پور یوپی میں تحصیلدار تھے آپ کی ابتدائی تعلیم اور عربی کتب درسیہ یعنی جلالین ہدایہ قطبی اور نور الانوار ضلع فتحپور ہی میں مختلف مقامات پر مکمل ہوئیں لیکن بعد کی ساری کتابیں استاذ الاساتذہ حضرت مولانا سید عین القضاۃ صاحب حیدرآبادی ثم لکھنوی بانی مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ سے پڑھیں جو حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، سنہ ۱۳۱۷ھ میں آپ نے تعلیم سے فراغت پائی آپ اپنے استاذ کے نہایت معتمد اور مقرب شاگردوں میں سے تھے شروع (باقی اگلے صفحہ پر)

پہلا رسالہ اس سلسلہ کا پہلا رسالہ "صیحۂ رنگون بر پیروان دجال زبون" ہے ایک سو چھیالیس صفحات پر مشتمل یہ رسالہ اس مناظرے کی رودداد ہے جو مولانا لکھنویؒ اور قادیانیوں کی لاہوری پارٹی کے سربراہ خواجہ کمال الدین بی، اے، ایل ایل، بی کے درمیان ۱۹۲۰ء میں بمقام رنگون ہوا تھا، اس مناظرے کا اہتمام جمعیۃ علمائے رنگون نے کیا تھا جس کے سربراہ مولانا احمد بزرگ سملکی" تھے جو اس وقت جامع سورتی رنگون کے مہتمم اور مفتی بھی تھے، آپ ہی کی خصوصی دعوت پر مولانا لکھنویؒ رنگون تشریف لے گئے تھے آپ کے ساتھ آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالمومن صاحب فاروقیؒ (م ۱۹۶۷ء) اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب مدیر الفرقان دامت برکاتہم بھی شریکِ سفر تھے۔

اس رسالہ کو ایک مقدمہ، دو ابواب اور ایک خاتمہ میں منقسم کیا گیا ہے، مقدمہ میں مرزا اور مرزائیت کی مختصر تاریخ دلچسپ انداز میں بیان کی گئی ہے پہلے باب میں خواجہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کے کچھ دنوں دارالعلوم ندوۃ العلماء، مدرسہ عالیہ فرقانیہ اور مدرسہ عالیہ امروہہ یوپی میں تدریسی خدمات انجام دیں لیکن جلد ہی ملازمتوں کا سلسلہ ختم کر کے ساری زندگی تصنیف و تالیف میں بسر کی، ۱۳۳۲ھ میں اپنا مشہور ماہنامہ "علم الفقہ" اور ایک ہفت روزہ رسالہ "النجم" لکھنؤ سے جاری کیا، النجم ۱۹۳۰ء تک نکلتا رہا ۱۳۵۱ھ میں لکھنؤ میں ایک دینی ادارہ "دارالمبلغین" کی بنیاد ڈالی جو اب بھی باقی ہے، تقریباً ۸ کتابیں آپ نے تصنیف و تالیف اور ترجمہ کیں، رد قادیانیت اور رد بدعت کے علاوہ رد شیعیت میں آپ نے نمایاں کارنامے انجام دیئے اسی بنا پر اسلامیان ہند کی طرف سے آپ کو "امام اہلسنت" کے خطاب سے نوازا گیا، سلسلۂ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ حضرت شاہ ابو احمد صاحب بھوپالی سے آپ کو بیعت و خلافت حاصل تھی، ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۲ء میں لکھنؤ میں آپ نے وفات پائی۔

کمال الدینؒ اور مولانا لکھنویؒ کے رنگون پہونچنے کے بعد خواجہ صاحب کے مقابلہ میں اتمام حق کی جتنی بھی کارروائیاں ہوئیں تھیں ان کا مفصل بیان ہے، دوسرے باب میں مرزا اور مرزائیت کے باطل اور خارج از اسلام ہونے کے دلائل بیان کئے گئے ہیں. اس سلسلہ میں جن امور کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے ان میں حسب ذیل قابلِ ذکر ہیں.

(۱) مرزا کی کذب گوئی خود انہی کی کتابوں سے (۲) مرزا کے اقوال توہین انبیاء علیہم السلام (۳) مرزا کا دعویٰ نبوت (۴) مرزا کا منکرِ ضروریاتِ دین ہونا (۵) ختم نبوت کی بحث (۶) حیات مسیح علیہ السلام کی بحث (۷) مرزائیوں کے شائع کردہ انگریزی ترجمۂ قرآن مجید کے کچھ مفاسد اور خاتمہ میں مرزا اور مرزائیوں کے کفر پر علماء اسلام کے فتوے، اس کے بعد حکومتِ وقت کا ایک فیصلہ درج کیا گیا ہے جس میں مرزائیوں کا خارج از اسلام ہونا اور مسلمانوں کے قبرستانوں سے ان کا بیدخل ہونا ظاہر کیا گیا ہے. اس رسالہ کے متعلق مولانا احمد بزرگ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں

"الحمد للہ کہ یہ کتاب ایسی جامع و مکمل تیار ہو گئی ہے کہ جو شخص اس کو اول سے آخر تک دیکھ لے وہ مرزائیت کی پوری حقیقت سے واقف ہونے کے علاوہ بڑے سے بڑے مرزائی کو بحث میں مغلوب و مبہوت کر سکتا ہے[۱]"

کادیان یا قادیان؟

ضلع گرداسپور پنجاب میں ایک قصبہ "کادیان" ہے مرزا غلام احمد دہیں کے رہنے والے تھے، اس قصبہ کا صحیح اور اصلی نام کادیان ہے، اہل پنجاب اب بھی اس کو اسی نام سے پکارتے ہیں پنجابی زبان "کادی" کیوڑہ کو کہتے ہیں چونکہ اس بستی میں زیادہ تر کیوڑہ فروش رہا کرتے تھے اسلئے پوری بستی کو "کادیان" کہا جانے لگا۔ مرزا صاحب کو جہاں دینی و مذہبی ماخذ میں توڑ مروڑ، تحریف اور تاویل کرنے کا چسکہ لگا ہوا تھا وہاں وہ دنیاوی معاملات

---

[۱] صیحۂ رنگون ص۲

میں بھی ردوبدل اور حقائق کی پردہ پوشی کیا کرتے تھے، لہذا اپنی اسی ذہنیت کی بنا پر انھوں نے کافی روپیہ خرچ کرکے سرکاری کاغذات میں اس کو "قادیان" لکھوایا اور مشہور یہ کیا کہ یہ لفظ درحقیقت قاضیان تھا جواب بگڑ کر قادیان ہوگیا[1]

چند اعتراضات اور ان کے جوابات

فرق باطلہ کا ہمیشہ یہ دستور رہا ہے کہ وہ براہ راست مناظرے سے گریز کرتے ہیں لیکن آڑ میں بیٹھ کر خطوط یا اشتہار بازی سے کام لیکر عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، خواجہ کمال الدین مرزائی نے بھی رنگون میں یہی کیا اور صرف مراسلات واشتہارات ہی کو ذریعۂ تخاطب بنایا براہ راست مناظرے کی نوبت نہیں آنے دی، اپنے آخری اشتہار میں خواجہ صاحب نے اسلامی معتقدات کے خلاف چار سوالات قائم کرکے شائع کئے اور اپنے دماغ میں یہ مفروضہ قائم کرلیا کہ علماء اسلام سے ان کا جواب دیتے نہ بن پڑیگا، لیکن حضرت مولانا لکھنویؒ نے فی الفور ان سوالات کے جوابات لکھ کر شائع کردیئے۔ جو حسبِ ذیل ہیں۔

پہلا اعتراض۔ قرآن مجید ظاہر کرتا ہے کہ ہر رسول پر اسی قوم کی زبان میں وحی آئی ہے جس کی طرف وہ بھیجا گیا ہے اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرآن عربی زبان میں اس لئے نازل ہوا ہے تاکہ مخاطب لوگ اس کو سمجھ سکیں، لہذا معلوم ہوا کہ قرآن اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف عرب ہی کیلئے آئے تھے اس لئے یہ دعویٰ کیوں کیا جاتا ہے کہ قرآن ساری دنیا کے لئے آیا ہے؟

جواب:- قرآن مجید میں مذکورہ مضمون صرف ان نبیوں کی بابت آیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آئے تھے کیونکہ آپؐ سے پہلے کسی نبی کی نبوت ساری دنیا کے لئے نہیں ہوئی تھی چنانچہ ہر نبی صرف ایک خاص قوم کے لئے ہوتا تھا اور اسی قوم کی

---

[1] صحیفہ رنگون ص۳)

زبان میں ان پر وحی اترتی تھی۔ اس قضیہ کو الٹ کر یہ نتیجہ نکالنا کہ جس نبی کی جو زبان ہو اس کی نبوت اسی قوم کے ساتھ مخصوص ہے غلط ہے۔ قرآن عربی زبان میں اس لئے آیا ہے کہ سب سے پہلے اس کی روشنی عرب میں پھیلے اور پھر اس کے ذریعہ ساری دنیا منور ہو، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری ہوتا ہے۔

لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔ [1]	اے اہل عرب تم سب لوگوں کے سامنے گواہی دینے والے ہو اور رسول تمہارے سامنے گواہی دینے والے بنیں۔

یہاں قرآن یہ صاف تصریح کر رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کی ہدایت ساری دنیا کے لئے ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں حسب ذیل آیتیں مزید اس کی شاہد ہیں

۱۔ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ..... فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ۔ [2]	اے نبی کہہ دیجئے کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول نبی امی پر
۲۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔ [3]	اے نبی ہم نے آپ کو تمام لوگوں کیلئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔
۳۔ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ۔ [4]	یہ قرآن مجھ پر وحی کیا گیا تاکہ میں تمکو اس کے ذریعہ سے ڈراؤں اور نیز ان تمام لوگوں کو (ڈراؤں) جن تک یہ قرآن پہنچ جائے

---

[1] سورۃ البقرۃ: ۱۴۳۔ [2] سورۃ الاعراف: ۱۵۸۔ [3] سورہ سبا: ۲۸۔
[4] سورۃ الانعام: ۱۹۔

۴ــ تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا۔ [1]

برکت والا ہے وہ خدا جس نے اپنے بندوں پر قرآن اتارا تاکہ وہ تمام دنیا کے لئے ڈرانے والا بنے۔

لہذا جب قرآن مجید کی یہ واضح تصریح ہے تو اس کے خلاف آیت کا مطلب لینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ کسی کلام سے کوئی ایسا مفہوم استنباط کرنا جو اس کلام کے دوسرے حصہ کی تصریح کے خلاف ہو یہ عقلاً بھی جائز نہیں ہے۔

دوسرا اعتراض ــــ قرآن دوسرے مذاہب کے خدائی آغاز کو تسلیم کرتا ہے اور توریت کو نور و ہدایت کہتا ہے اس لئے ایسی حالت میں اگر یہ دھیان کامل تھیں تو کیوں منسوخ ہوئیں اور اگر کامل نہیں تھیں تو وہ لوگ کیوں کامل چیز سے محروم کئے گئے!۔

جواب:۔ قرآن شریف نے بیشک یہ بیان کیا ہے کہ ہر قوم اور ہر ملک میں نبی آئے اور ہدایت اتری ہے مگر یہ کہیں نہیں بیان کیا گیا کہ دنیا کے موجودہ مذاہب بعینہ وہی ہیں جن کی تعلیم ان کے نبیوں نے دی تھی جبکہ اس کے برعکس یہ تصریح متعدد آیتوں میں ہے کہ انبیاء کی تعلیمات اور ان کی خدائی کتابوں میں ان نبیوں کے بعد بہت کچھ تحریف و ترمیم کردی گئی ہے، اس تحریف و ترمیم کا ثبوت تاریخی واقعات اور دوسرے دلائل سے بھی ہمکو ملتا ہے، لہذا یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اگلی شریعتوں کے منسوخ ہونے کے دو اسباب ہیں، ایک یہ کہ وہ شریعتیں اصلی حالت پر باقی نہیں رہی تھیں اور ان میں بہت کچھ تحریفات کردی گئی تھیں، دوسرے یہ کہ قرآن مجید دین کامل لے کر آیا ہے جبکہ اگلی شریعتیں بہ نسبت شریعت محمدیہ کے دین کامل لے کر نہیں آئی تھیں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

---

[1] سورۃ الفرقان: ۱۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ۱؎ آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کردیا

لہذا اگلی شریعتوں کے بہ نسبت شریعت محمدیہ کا مکمل ہونا اور مذکورہ بالا دوسری شریعتوں کے مسائل دیکھنے سے بھی بخوبی واضح ہو جاتا ہے

اب یہ کہنا کہ اگلی قومیں کیوں ایسے دین کامل سے محروم کی گئیں یہ ایک بے جا اعتراض ہے۔ نظام عالم ہمکو بتلا رہا ہے کہ قانون قدرت یہی ہے کہ ترقی بتدریج ہوتی ہے چنانچہ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو وہ اس وقت کمزور ہوتا ہے کیونکہ بولنا چلنا پھرنا اور تمام وہ قوتیں جو انسان سے تعلق رکھتی ہیں وہ بتدریج اس میں پیدا ہوتی ہیں اور ترقی کرتی ہیں لہذا اس پر یہ اعتراض کرنا کہ پہلے ہی سب قوتیں انسان کو کیوں نہ مل گئیں اور بچے اس کمال سے کیوں محروم کئے گئے قانون فطرت پر اعتراض کرنا ہے

تیسرا اعتراض ـــــ بہائی لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبری ختم نہیں ہوئی ہے، خدا نے حضرت آدمؑ سے وعدہ کیا تھا کہ ہم وقتاً فوقتاً پیغمبر بھیجتے رہیں گے اس لئے بنی آدم میں ہمیشہ نبوت کا سلسلہ قائم رہنا چاہیے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نبوت ختم ہونے کا عقیدہ غلط ہے۔

جواب :ـــ بہائی لوگوں کا، یا اُن سے سیکھ کر مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے پیرؤں کا یہ کہنا کہ نبوت ختم نہیں ہوئی ہے قرآن اور عقل دونوں کے خلاف ہے، قرآن واضح طور پر کہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو گئی ہے۔

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ۲؎ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی مرد کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں

قرآن مجید کی وہ آیات جن کا حوالہ اعتراض میں ہے ان کا مطلب وہ نہیں ہے جو بہائی اور مرزائی بیان کرتے ہیں بلکہ ان کا مفہوم صرف اس قدر ہے کہ خدا کی طرف سے نبی

۱؎ سورۃ المائدہ : ۴ ۔ ۲؎ سورۃ الاحزاب : ۴۰

آئیں گے اور ہدایت آئے گی کسی لفظ سے اشارۃً بھی یہ نہیں نکلتا کہ نبوت کبھی ختم نہیں ہوگی یہ بات دوسرے اعتراض کے جواب میں بیان ہو چکی ہے کہ اگلی شریعتیں کیوں منسوخ ہوئی ہیں چونکہ منسوخیت کی وہ وجہ شریعت محمدیہ میں نہیں ہے اسلئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا ختم ہوجانا عقل کے بھی موافق ہے، اگلی شریعتیں دین کا مل نہیں تھیں اور شریعت محمدیہ دین کامل ہے اگلی شریعتوں میں تحریف ہوگئی تھی لیکن شریعت محمدیہ کے محفوظ رہنے کا خود خدا تعالیٰ ذمہ دار ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ ۱؎	یہ نصیحت ہم نے اتاری ہے اور ہم خود (ہی) اسکے محافظ ہیں۔

شریعت محمدیہ کا محفوظ رہنا ان سلسلۂ اسانید کے علاوہ جو اہل اسلام کے پاس ہیں تاریخی واقعات اور غیر مسلم اصحاب کی شہادت سے بھی بخوبی ظاہر ہے

چوتھا اعتراض ـــــ قرآن کسی خاص پیغمبر کی پیروی میں نجات کو منحصر نہیں کرتا جیسا کہ دوسرے پارے کی آیت سے ظاہر ہے، لہذا صرف دین اسلام ہی قبول کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب:۔ کسی خاص پیغمبر کی پیروی میں نجات کا منحصر نہ ہونا صرف خواجہ کمال الدین ہی کا قول ہے ورنہ قرآن کی بہت سی آیتوں میں بیان ہوا ہے کہ نجات دین اسلام میں منحصر ہے۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۲؎	جو شخص اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین اختیار کرے گا تو وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائیگا۔

دوسرے پارے کی وہ آیت جس کا حوالہ لائق معترض نے دیا ہے اس کا مطلب انھوں نے صحیح بیان نہیں کیا ہے، اس آیت کا منشار صرف اس قدر ہے کہ قرآن نجات

۱؎ سورۃ الحجر: ۹ ۔ ۲؎ سورۃ آل عمران: ۸۵ ۔

کو کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہیں بتاتا جیسا کہ یہودیوں کا قول تھا اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور نَصَارٰی اور صَابِئِیْنَ وغیرہ الفاظ مذہبی حیثیت سے متجاوز ہوکر قومیت کے معنی میں مستعمل ہونے لگے تھے۔ لفظ "عرب" قومیت کے معنی میں مخصوص ہے مگر "تمدنِ عرب" کا مصنف مذہبی معنوں میں استعمال کرتا ہے یعنی مسلمانوں کو خواہ کسی بھی قوم کے ہوں، وہ "عرب" کہتا ہے اسلئے قرآن نے بتایا کہ جو شخص اسلام قبول کرے خواہ وہ کسی قوم کا ہو نجات کا حقدار ہے۔ اگر آیت کے وہ معنی لیے جائیں جو خواجہ کمال الدین کہتے ہیں تو معاذاللہ یہ ایک مہمل کلام ہوا جاتا ہے اس لئے کہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے ساتھ مَنْ اٰمَنَ کا لفظ کسی طرح نہیں لگ سکتا یعنی ایمان والوں کے لئے یہ شرط لگانا کہ وہ ایمان لائیں بے معنی ہے[1]

رسالہ کے بعض دوسرے مباحث

ان مکمل جوابات کے بعد پھر خواجہ صاحب کی طرف سے کوئی جواب الجواب نہیں آیا اور وہ انتہائی ذلت و رسوائی کے ساتھ رنگون سے روانہ ہوگئے۔ اس رسالہ کا ایک اہم حصہ وہ ہے جس میں مرزا غلام احمد کی تحریروں کے ستائیس اقتباسات بطور نمونہ پیش کئے گئے ہیں جن سے پوری طرح ثابت ہوتا ہے کہ وہ مدعیٔ نبوت تھے۔ یہ اس لئے ضروری ہوا کہ مرزائیوں کی لاہوری پارٹی اکثر مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے یہ کہہ دیتی ہے کہ مرزا صاحب نے دعویٔ نبوت تو کیا ہے مگر یہ دعوی محض مجازی ظلی، بروزی اور غیر مستقل نبوت کا ہے اور یہ کہ انھوں نے صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ نہیں کیا ہے[2]۔ اس کے علاوہ اس رسالہ کا سب سے زیادہ لائق توجہ وہ حصہ ہے جس میں ختم نبوت کے مسئلہ پر گفتگو کی گئی ہے یہ مسئلہ ایسا اہتم بالشان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لیکر اس وقت تک ہر زمانہ اور ہر مقام کے مسلمانوں کا اس پر اجماع قطعی

---

[1] صیحۂ رنگون ص۲۸ تا ص۳۲۔ [2] صیحۂ رنگون ص۱۰۱۔

ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے لہذا جو شخص بھی آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ کذاب و دجال ہے اور قطعاً کافر ہے۔

ایک بار مولانا لکھنوی سے مناظرہ کرنے کیلئے مرزا غلام احمد کے خلیفہ حکیم نور الدین (م ۱۳۳۲ھ) نے تین مرزائی مولویوں کو جن کے نام مولوی سرور شاہ، مفتی محمد صادق، اور میر قاسم علی دہلوی تھے لکھنؤ بھیجا تھا ان لوگوں نے زبانی مناظرہ کرنے کے بجائے تحریری مناظرہ کی خواہش ظاہر کی، چنانچہ مولانا ممدوح نے اپنے رسالہ "النجم" لکھنؤ کی جلد ۱۰ نمبر ۱۳ میں ایک مضمون ختم نبوت پر اور ایک مضمون حیاتِ مسیح پر سپرد قلم کیا جس کا آج تک کسی مرزائی نے کوئی جواب نہیں دیا[1]۔

کفر کا فتویٰ رسالہ کے آخر میں ۲۰۰ علماء اسلام کے اسماء گرامی درج ہیں جنہوں نے اس فتوی پر دستخط کئے تھے کہ مرزا غلام احمد اور ان کے متبعین قطعاً کافر ہیں، ان کے ساتھ کوئی اسلامی معاملہ جائز نہیں ہے، نہ انکے ساتھ مناکحت درست ہے، نہ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے نہ انکو اپنی مسجدوں میں نماز کی اجازت دینی چاہئے اور اور نہ ہی ان کے مردوں کو اپنے قبرستانوں میں دفن کرنے کی، ان دستخط کنندگان میں مولانا سید عطاء اللہ بخاریؒ (م ۱۳۸۱ھ) مولانا محمد داؤد غزنویؒ (م ۱۹۶۳ء) مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ (م ۱۳۶۷ھ) مولانا محمد یحییٰ" قاضی شہر بھوپال، مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ (م ۱۳۷۲ھ) مولانا مفتی محمد سہول صاحب بھاگلپوری (م ۱۳۶۷ھ) شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ (م ۱۳۳۹ھ) مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ (م ۱۳۶۹ھ) مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ (م ۱۳۸۷ھ) شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحبؒ (م ۱۳۷۴ھ) مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری (م ۱۳۴۶ھ) مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوریؒ (م ۱۹۱۹ء) مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری (م ۱۳۸۲ھ) مولوی عبدالرؤف صاحب داناپوری، مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی (م ۱۳۴۴ھ) مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ ـ ـ ـ اور مولانا سید فخرالدین صاحب مرادآبادیؒ (م ۱۹۷۲ء) وغیرہم کے نام نامی خاص طور سے قابل ذکر ہیں[2]۔

---

[1] صحیفہ رنگون ص ۱۱۳ - [2] صحیفہ رنگون ص ۱۳۲ تا ص ۱۴۲ -

اس فتوے کے بعد قادیانیوں کے خلاف ایک عدالتی فیصلہ بھی درج کیا گیا ہے جو مسلمانانِ اڑیسہ کی درخواست پر کٹک کی عدالت نے ۱۰ر فروری ۱۹۱۹ء کو صادر کیا تھا اس مقدمہ کی پوری کارروائی اخبار "دی اڑیا کٹک" نے ۲۶ر مارچ ۱۹۱۹ء کو شائع کی تھی۔

دوسرا رسالہ اس سلسلہ کے دوسرے رسالہ کا نام ہے "صولتِ محمدیہ بر فرقہ غلمدیہ" سب سے پہلے رسالہ ۱۹۲۳ء میں "النجم" لکھنؤ کے صفحات پر قسطوار شائع ہوتا رہا پھر اسکے بعد علیحدہ سے کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا، اسکے مرتب و ناشر مولانا عبدالسلام صاحب فاروقیؒ (م ۱۹۷۳ء) تھے جو دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت لکھنویؒ کے صاحبزادے تھے، اس رسالہ کے اندر ایک تاریخی مقدمہ کی کارروائی درج ہے جو غیر منقسم ہندوستان کی مشہور ریاست بھاولپور (پنجاب) کی عدالت میں مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان دائر تھا۔ اس کا مسئلہ یہ تھا کہ مضافات بھاولپور میں مولوی الٰہی بخش نامی ایک صاحب نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک شخص کے ساتھ کیا ابھی رخصتی نہیں ہونے پائی تھی کہ وہ شخص مرتد ہو کر قادیانی ہو گیا، مولوی صاحب نے عدالت میں فسخ نکاح کا مقدمہ دائر کر دیا، لیکن بعض "روشن خیال" افسران نے قانونِ وقت کے مطابق اس دعویٰ کو خارج کرا دیا، مجبور ہو کر مولوی الٰہی بخش نے ریاست کی عدالت میں جو کہ ایک اسلامی ریاست تھی اپیل دائر کر دی، اسلامی عدالت نے فریقین کو ہدایت دی کہ وہ اپنے مشہور اور مستند علماء کی مذہبی شہادت عدالت میں پیش کریں، اس عرصہ میں یہ معاملہ بجائے شخصی کے ایک ملی معاملہ بن گیا، لہٰذا اس کی پیروی انجمن موید الاسلام بھاولپور نے اپنے ہاتھ میں لے لی، مولانا غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ، جامعہ عباسیہ بھاولپور نے جو کہ ریاست کے صدر الصدور بھی تھے اس وقت کے اکابر اور اماثل کو عدالت کے سامنے قادیانیت کے خلاف شہادت دینے کیلئے دعوت دی، جن علماء نے بھاولپور جا کر عدالت میں شہادت دی ان میں مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ

دم ۱۳۶۱ھ) سابق صدر المدرسین مدرسہ امدادیہ مراد آباد، مولانا نجم الدین صاحبؒ دم ۱۹۵۰ء) سابق پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور، مولانا محمد شفیع صاحبؒ دم ۱۳۹۶ھ، سابق مفتی دارالعلوم دیوبند، مولانا محمد حسین صاحبؒ ساکن کولوتارڑ ضلع گوجرانوالہ اور مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ دم ۱۹۶۲ء) تھے [1]

علماء کا فیصلہ

ان حضرات کی شہادتوں کا خلاصہ یہ تھا کہ مرزا غلام احمد اور ان کے متبعین کافر مرتد ہیں، ان کے ساتھ مناکحت حرام ہے اگر نکاح کے بعد کوئی شخص مرزائی ہوجائے تو وہ نکاح بغیر قضاء قاضی فسخ ہوجاتا ہے اور اس کی منکوحہ کو دوسری جگہ نکاح کرلینا درست ہے [2]

مرزا غلام احمد کے کافر مرتد ہونے کے پانچ وجوہ بیان کئے گئے تھے: اول یہ کہ انھوں نے اپنے اوپر وحی نازل ہونے کا دعویٰ کیا تھا، دوم یہ کہ انھوں نے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا، سوم یہ کہ انھوں نے حضرات انبیاء علیہم السلام کی اور حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سخت گستاخیاں کیں تھیں، چہارم یہ کہ انھوں نے ضروریات دین کا مثلاً حشرِ جسمانی وغیرہ کا انکار کیا تھا اور پنجم یہ کہ انھوں نے تمام دنیا کے ان مسلمانوں کو جو ان کو نبی نہیں تسلیم کرتے کافر کہا ہے [3]

اس فرقہ کو احمدی کہنا گناہ ہے

مولانا لکھنویؒ فرماتے ہیں کہ مرزا کے ماننے والے اپنے کو "احمدی" لکھتے اور کہتے ہیں اور اکثر مسلمان بھی اپنی نادانی اور کم علمی کی بنا پر انھیں "احمدی" کہہ دیتے ہیں حالانکہ ان کو احمدی کہنے میں تین گناہ ہیں،

اول ــ "احمدی" کہنا گویا اُس افترا کی تصدیق کرنا ہے جو وہ اپنی کتابوں میں میں لکھ گیا ہے کہ آیہ کریمہ

---

[1] صولت محمدیہ ص۲۲۲ تا ۲۲۷ [2] صولت محمدیہ ص۲۴۲ [3] صولت محمدیہ ص۲۴۱۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ۔[۱]

اور میں بشارت سناتا ہوں کہ ایک پیغمبر جو میرے بعد آئیں گے ان کا نام احمدؐ ہوگا۔

کا مصداق میں ہی ہوں۔

دوم ــ 'احمدی' کہنے میں اس امر کا شبہ ہوتا ہے کہ شاید یہ نسبت سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک 'احمد' کی طرف ہے، جب کہ ایسا بالکل نہیں ہے۔

سوم ــــ آج سے بہت پہلے لفظ 'احمدی' امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کے متوسلین کا مخصوص لقب رہ چکا ہے، چنانچہ اس سلسلے کے اکابر بطور شعار یہ لفظ اپنے نام کے ساتھ استعمال کیا کرتے تھے جیسے (شاہ) غلام علی احمدی اور (شاہ) احمد سعید احمدی وغیرہ۔ ان حضرات کی مہروں میں یہ نسبت اسی طرح کندہ تھی اس لئے قادیانیوں کو احمدی کہنا گویا اکابر امت کے ایک امتیازی لقب کا غصب کرنا ہے۔[۲]

فرقۂ غلمدیہ

اس فرقہ کا ایک مشہور نام مرزائی ہے لیکن یہ لوگ اس نام سے چڑھتے ہیں، حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ اس فرقہ کو "جدید عیسائی" کہا کرتے تھے، کیونکہ ان کا مقتدی اپنے عیسیٰ ہونے کا مدعی تھا لیکن حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ اس فرقہ کو 'غلمدی' کہا کرتے تھے، غلام احمد نام میں دو جزء ہیں اور دونوں کی طرف نسبت اس نام میں آگئی ہے، عربی قاعدہ کے مطابق بھی یہ طریق نسبت کثیر الاستعمال ہے جیسے عبد شمس سے عبشمی، عبدالدار سے عبدری اور عبدالقیس سے عبقسی وغیرہ۔ علمی حلقوں میں یہ نام بہت مقبول ہوا تھا

---

[۱] سورۃ الصف، ۶۔ [۲] صولت محمدیہ ص۲۲۔

حضرت مونگیریؒ نے بھی اس نام کو بہت پسند کیا تھا، چنانچہ ان کے متوسلین اس نام کو برابر اپنی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تحریروں میں استعمال کیا کرتے تھے[1]

یہ پورا رسالہ چھیاسٹھ صفحات پر پھیلا ہوا ہے اس کے اکثر و بیشتر مضامین وہی ہیں جو صحیفہ رنگون بر پیروان دجال زبون میں لکھے گئے ہیں لہذا ان کی تکرار کی کوئی ضرورت نہیں ہے لیکن یہ وقت کا اہم تقاضہ ہے کہ ایسے رسائل اور کتابیں جواب نایاب ہوتی جا رہی ہیں انھیں دوبارہ شائع کیا جائے تاکہ ان سے روشنی حاصل کرکے آنے والی نسلیں صحیح اور سیدھی راہ کو اختیار کر سکیں اور عقائد کی گمراہیوں سے خود بھی بچ سکیں اور دوسروں کو بھی بچا سکیں۔

(بقیہ صفحہ ۲۱۶ کا)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی امامت فرمائیں گے۔ یعنی جو افضل ہوگا۔ وہی امامت کرے گا۔ البتہ پہلے دن امامت سے گریز اس لئے ہوگا۔ تاکہ جو شبہ پیدا ہونے والا ہو۔ وہ زائل ہو جائے۔ اب جب ایک وقت (وہ بھی آتے ہی) امام مہدی کی اقتدار میں نماز پڑھ لی، وہ احتمال رفع ہو گیا۔ اور شریعت محمدیہ کا استقلال و دوام ثابت ہو گیا تو بعد میں حضرت عیسیٰؑ کی امامت سے کسی قسم کا اشکال پیدا ہونے کا سوال ہی نہ ہوگا۔ اسی لئے مستقلاً حضرت عیسیٰؑ ہی امامت فرمائیں گے۔ (دیکھئے تفصیلات کے لئے فتح الملہم ج ۲ ص ۳۰۲، مرقات المفاتیح ج ۵ ص ۲۲۲)

کوئی شبہ کر سکتا ہے کہ

مسلم شریف کی بعض روایات میں "وَاَمُّکُمْ مِنْکُمْ" اور "فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ"

---

[1] صولت محمدیہ ص ۲۱

کے الفاظ آئے ہیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ امامت حضرت عیسیٰؑ ہی فرمائیں گے اور امام مہدی مقتدی ہوں گے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ اس سے بھی قادیانی حضرات کا مدعا ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہمارے مذکورہ بالا جواب سے صاف ظاہر ہے کہ امام مہدی کے مقابلے میں اصل اور واقعی امام (افضلیت کے اعتبار سے) حضرت عیسیٰؑ ہی ہوں گے اور صرف ایک وقت امام مہدی کا امامت کرنا اسی شبہ کو زائل کرنے کیلئے ہو گا۔ جو اوپر بیان کیا گیا اور اس وقت کی امامت بھی حضرت عیسیٰؑ کے ہی حکم اور مرضی سے ہو گی۔

اس کے ساتھ ہی مسلم شریف کی اس روایت نے قادیانی حضرات کے ایک اعتراض کا جواب بھی فراہم کر دیا جو ان کے خیال میں نہایت ہی معرکۃ الآرا اعتراض ہے۔ اور غالباً وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے پاس اس کا جواب نہیں ہے۔

اعتراض یہ ہے۔

(۱) حضرت عیسیٰؑ کی بعثت بنی اسرائیل کی طرف ہوئی تھی اور حضورؐ کی بعثت سارے عالم کی طرف، اب اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ حضرت عیسیٰؑ ہی مسیح موعود بن کر آئیں گے؟ اور کیا یہ عقیدہ حضورؐ کی اس خصوصیت (سارے عالم کے لئے نبی ہونا) کو نہیں توڑتا؟۔

(۲) اگر ختمِ نبوت کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی نہ آئے، تو حضرت عیسیٰؑ کا آنا کیا ختمِ نبوت کے منافی نہ ہو گا؟

(۳) اس اعتبار سے خاتم النبیین، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوئے کیونکہ ان کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہ ہوں گے۔ کیونکہ ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے۔ (دیکھئے نزول المسیح ص۱۳۵ از قاضی محمد نذیر)

اس اعتراض کا بہت ہی آسان اور سیدھا سادہ جواب ہے، جو اعتراض کی

تینوں شقوں کو شامل ہے، جواب یہ ہے کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی نہ آنے کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا نزول، حضرت عیسیٰؑ کی بعثت نہ ہوگی۔ کیونکہ حضرت عیسیٰؑ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی سو سال پہلے مبعوث ہو چکے تھے۔ اور جب بعثت نہ ہوئی تو یہ سوال ہی ختم ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے لئے نبی ہوں گے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سارے عالم کے لئے۔ بعثت پر ہی دار و مدار تھا۔ عقیدۂ ختم نبوت کا بھی، جب بعثت نہ ہوئی تو حضرت عیسیٰؑ کا نزول ختم نبوت کے منافی نہ ہوا۔ اس طرح خاتم النبیین حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی رہے نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، کیونکہ خاتم النبیین کا مطلب ہی یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوا اور ظاہر ہے کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔

رہا یہ سوال کہ کیا ثبوت ہے کہ حضرتؑ کا نزول، بحیثیت بعثت نہ ہوگا، اس کا جواب مسلم شریف کی اسی زیر بحث روایت میں موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا تھا۔

وَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ — اور وہ امامت کریں گے تمہاری، تمہیں میں سے

یعنی تمہاری شریعت کے مطابق نماز پڑھائیں گے (نہ کہ اپنی شریعت کے مطابق)

اس روایت کے ایک راوی ابن ابی ذئبؒ ہیں اور ان سے روایت کرنے والے ولید بن مسلمؒ ہیں، ولید بن مسلمؒ کہتے ہیں کہ ابن ابی ذئبؒ نے مجھ سے کہا۔ اَتَدْرِیْ مَا اَمَّکُمْ مِنْکُمْ (کیا تم جانتے ہو کہ حضرت عیسیٰ تمہاری کیا امامت کریں گے۔ تمہیں میں سے؟) ولید بن مسلم نے کہا تخبرنی (آپ ہی بتائیے) انھوں نے کہا۔

فامکم بکتاب ربکم عزوجل وسنۃ نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم — پس وہ تمہاری امامت کریں گے تمہارے رب عزوجل کی کتاب (قرآن) اور تمہارے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق۔ (مسلم ج ۱ ص ۸۷، فتح الباری ج ۶ ص ۴۹۳ فتح الملہم ج ۲ ص ۳۰۲)

طبرانی میں عبداللہ بن مغفلؓ کی روایت میں ہے۔

ینزل عیسیٰ بن مریم مصدقاً بمحمد علی ملتہ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۹۱)

عیسیٰ ابن مریمؑ اتریں گے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہوئے ان کے مذہب پر

نووی میں ہے۔

ای ینزل حاکماً بھٰذہ الشریعۃ لا ینزل نبیاً برسالۃ مستقلۃ و شریعۃ ناسخۃ بل ھو حاکم من حکام ھٰذہ الامۃ (نووی علی مسلم ج ۱ ص ۸۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے، اسی شریعت کے مطابق، مستقل رسالت و شریعت لے کر نہیں آئیں گے کہ وہ ادیان باقیہ کے لئے ناسخ بن جائے بلکہ وہ اسی امت کے حکام میں سے ایک حاکم ہوں گے۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂

فتح الملہم میں ہے۔

قال الطیبی المعنیٰ یؤمکم عیسیٰؑ حال کونہ فی دینکم (ج ۲ ص ۳۰۳)

طیبیؒ فرماتے ہیں یؤمکم کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ تمہاری امامت کریں گے۔ اُن کے ہونے کی حالت میں تمہارے دین پر۔

⁂ ⁂ ⁂

مرقات المفاتیح میں ہے

ای یؤمکم عیسیٰ حال کونہ من دینکم۔ (ج ۵ ص ۲۲۳)

امامت کریں گے عیسیٰؑ ان کے ہونے کی حالت میں تمہارے دین پر۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂

ایک نکتہ!

ایک قابل غور نکتہ یہ بھی ہے کہ زیر بحث حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت محمدیہ کی خوش قسمتی اور نصیبہ وری کو بیان فرمایا ہے۔ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ (تم کتنے اچھے اور خوش قسمت ہوگے۔ جب تم میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نازل ہوں گے، حال یہ کہ تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔)

اس خوش قسمتی کی دو ہی شکل ہو سکتی ہے، تیسری نہیں۔

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے ہوتے ہوئے، امتِ محمدیہ کا یہ اعزاز ہو کہ امامت، امت کا ہی کوئی فرد کرے۔

ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں۔

کیف حالکم وانتم مُکرَمُونَ عند اللہ تعالیٰ والحَالُ ان عیسیٰ ینزل فیکم وامامکم منکم و عیسیٰؑ یقتدی بامامکم تَکْرِمَۃً لدینکم ویشھدُ لہ الحدیثُ الآتی الخ (مرقات المفاتیح ج ۵ ص۲۲۲)

کیا حال ہوگا تمہارا (یعنی تم کتنے خوش قسمت ہوگے کہ) اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی قابلِ اعزاز و اکرام ٹھہرو گے، حال یہ کہ عیسیٰ ابن مریم تم میں اتریں گے۔ اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔ اور عیسیٰؑ تمہارے امام کی اقتداء کریں گے تمہارے دین کے اعزاز کو ظاہر کرتے ہوئے۔ اور اس کی تائید آنے والی حدیث (روایتِ جابرؓ) بھی کرتی ہے[1]

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

[1] یہ حدیث گذر چکی ہے

(۲) امامت حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السّلام ہی کریں، لیکن اپنی شریعت کے مطابق نہیں، بلکہ امتِ محمدیہ کو عطا کردہ شریعت کے مطابق، جیسا کہ ابن ابی ذئب کی روایت سے پتہ چلا۔

دونوں میں سے جو مفہوم بھی لیا جائے، قادیانی حضرات کا یہ دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا کہ "امامت کرنے والے عیسیٰ، امتِ محمدیہ میں سے ہوں گے، وہ عیسیٰ ابن مریمؑ نہ ہوں گے۔ جن کے متعلق رفع الی السمار کا عقیدہ ہے۔

مذکورہ بالا مباحث سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ، وہی حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السّلام ہوں گے۔ جو زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے اور مہدی امتِ محمدیہ کے ایک فرد ہوں گے، جو نزولِ مسیح کے وقت موجود ہوں گے، لہٰذا دونوں ایک شخصیت نہیں، دو شخصیتیں ہیں

(ختم شد)

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ الآية
(قرآن کریم)

ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی (حدیث شریف)

مقالہ

ختم نبوت کتاب و سنت کی روشنی میں

یہ مقالہ تحفظ ختم نبوت کے عالمی اجلاس دار العلوم دیوبند (بھارت) کیلئے تحریر کیا گیا تھا جو ۲۹، ۳۰، ۳۱ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو ہونے والا تھا۔ مگر سوئے اتفاق سے ویزا نہ مل سکنے کیوجہ سے یہ مقالہ نہ وہاں پہنچا اور نہ پڑھا جا سکا اب یہ طلبۂ علم اور عام مسلمانوں کے افادہ کیلئے طبع کیا جا رہا ہے۔

ابوالزاہد محمد سرفراز

عرضِ حال

مُبسملاً و محمدلاً و مُصلیاً و مُسلماً ۵ اما بعد عالمِ اسلام کی دنیا میں سب سے بڑی خالص اسلامی یونیورسٹی اور مرکز علوم دینیہ دارالعلوم دیوبند (بھارت) کے حضرت مہتمم صاحب دام مجدھم کے یکے بعد دیگرے تین عدد دعوت نامے راقم اثیم کے نام بذریعہ ڈاک آئے۔ کہ دارالعلوم دیوبند کے معزز ارکانِ شوریٰ کے فیصلہ کے مطابق ۲۹، ۳۰، ۳۱ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو دارالعلوم کے زیرِ اہتمام تحفظِ ختم نبوت کے موضوع پر ایک عالمی اجلاس طے ہوا ہے جس میں تمہاری شمولیت بھی ضروری ہے اور ذیل کے عنوانات میں سے کسی ایک پر ایک مقالہ تحریر کر کے ۲۰ اکتوبر تک دارالعلوم دیوبند بھیج دیں۔ اور مقالہ فل اسکیپ سائز کے سات صفحات پر مشتمل ہونا چاہیے۔ یا اگر مقالہ مفصل ہو تو چار پانچ صفحات میں اس کی تلخیص فرما دی جائے۔ تاکہ اس کو ۱۲ منٹ میں پیش کیا جا سکے۔

چونکہ راقم اثیم ۳ ستمبر ۱۹۸۶ء سے ۲۵ ستمبر تک برطانیہ کے دورے پر تھا۔ اور مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں اسباق کے خلاف معمول کافی ناغے ہو چکے تھے۔ اس لیے خود دارالعلوم دیوبند جانے کے سلسلہ میں خاصا متردد تھا۔ مگر بفضل اللہ تعالیٰ مقالہ ان کے انتخاب کردہ عنوانات کے تحت ۱ (ختم نبوت کتاب و سنت کی روشنی میں) پر لکھنا شروع کر دیا۔ اور معلوم ہوا کہ عزیزم زاہد الراشدی اور عزیزم محمد عبدالقدوس خان قارن سلمہما اللہ تعالیٰ اپنے چند دیگر رفقاء سے ساتھ اس اجتماع پر دارالعلوم جانے کا عزم بالجزم کر چکے ہیں۔ اور ویزے حاصل کرنے کے لئے درخواستیں بھی دے چکے ہیں۔ بے حد مصروفیت کی وجہ سے مقالہ ۲۰ اکتوبر تک تیار نہ ہو سکا۔ تاکہ بذریعہ ڈاک دارالعلوم دیوبند ارسال کر دیا جاتا۔ دل مطمئن تھا۔ کہ انشاء اللہ العزیز تکمیل کے بعد یہ مقالہ دارالعلوم دیوبند بھیج دیا جائے گا۔ جو وہاں اجلاس میں پڑھ کر سنا دیا جائے گا۔ مگر عزیزدل کے اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق روانگی سے ایک دن پہلے معلوم ہوا کہ انڈیا نے سرحدوں کی کشیدگی کا بہانہ بنا کر ان کے ویزوں کی درخواستیں مسترد کر دی ہیں۔ اور مرکزی حضرات میں سے جن دو چار خوش نصیبوں کو جانے کی اجازت ملی تو وہ چلے گئے۔ اور ہمیں ان کے جانے کا علم نہ ہو سکا پھر

اتنا وقت نہ تھا۔ کہ بذریعہ ڈاک وغیرہ کے یہ مقالہ وہاں اجلاس میں پہنچایا جاسکتا۔ اب مناسب معلوم ہوا کہ طلبۂ علم کے افادہ کے لئے اسے شائع کردیا جائے۔ سو بحمد اللہ تعالیٰ یہ شائع کیا جارہا ہے۔ متعنا اللہ تعالیٰ بہا

دار العلوم دیوبند سے آئے ہوئے دعوت ناموں میں سے مفصل دعوت نامہ درج ذیل ہے

دار العلوم دیوبند

محترم المقام دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔ خدا کرے۔ کہ مزاج سامی بعافیت ہوں فتنۂ قادیانیت آزادی کے بعد ہمارے ملک میں سرد پڑ گیا تھا جس کی وجہ سے علماء امت ومحافظین شریعت اس کی جانب سے بے فکر ہوگئے تھے۔ اب میدان خالی پاکر اس فتنہ نے سر اُٹھانا شروع کردیا ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ اس فتنہ کا پھر سے قوت کے ساتھ تعاقب کیا جائے۔ اسی غرض سے دار العلوم دیوبند کے معزز ارکان شوریٰ نے اپنے گذشتہ اجلاس میں دار العلوم کے زیر اہتمام "تحفظ ختم نبوت" کے موضوع پر ایک عالمی اجلاس منعقد کرنے کی تجویز منظور فرمائی تھی۔ چنانچہ اسی فیصلہ کے مطابق مورخہ ۲۹، ۳۰، ۳۱ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو دار العلوم میں عالمی اجلاس منعقد کیا جارہا ہے۔

جناب والا! کی وقیع علمی خدمات کے پیش نظر عرض ہے۔ کہ اس موقعہ پر ابطال قادیانیت کے عنوان سے ایک مقالہ سپرد قلم فرما کر مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۸۶ء تک دار العلوم دیوبند کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔ اُمید ہے کہ اس موقعہ کی اہمیت کے پیش نظر اس گزارش پر خاص توجہ فرمائیں گے۔

نمونہ کے لئے چند عنوانات ہمرشتۂ عریضہ ہذا ہیں۔ والسلام

مولانا مرغوب الرحمٰن مہتمم دار العلوم

دیوبند

نوٹ:۔ مقالہ فل اسکیپ سائز کے ۷ صفحات پر مشتمل ہونا چاہیے۔ یا اگر مقالہ مفصل ہو تو چار یا پانچ صفحات میں اس کی تلخیص فرما دی جائے۔ تاکہ اس کو ۱۲ منٹ میں پیش کیا جاسکے۔

عنوانات

ان اکابر علماء کرام کثر اللہ تعالی امثالہم کی دعوت اور حکم کی تعمیل میں یہ مقالہ بڑی عجلت سے تحریر کیا گیا ہے۔ ظاہر بات ہے۔ کہ جو کام جلدی میں کیا جائے اس میں غلطی کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے اہل علم سے گذارش ہے۔ کہ بجائے درد وغوغا برپا کرنے اور طعن وتشنیع کرنے کے اگر اس میں غلطیاں ہوں۔ تو معقول طریقہ سے اغلاط کی نشاندہی کرنیوالے حضرات کا شکریہ ادا کیا جائے گا۔ اور اصلاح کی جائے گی انشاء اللہ العزیز

وصلی اللہ تعالی وسلم علی رسولہ خاتم الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وجمیع اتباعہ الی یوم الدین۔ آمین یا رب العلمین۔ ۲۲ صفر ۱۴۰۷ھ، ۲۷ اکتوبر ۱۹۸۶ء

ابو الزاہد محمد سرفراز خطیب جامع مسجد گکھڑ، وصدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ختمِ نبوّت کتاب وسُنّت کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵ الحمد للہ وکفٰی والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہٗ امّابعد

جس طرح برحق اور آخری مذہب اسلام میں توحید ورسالت اور قیامت وغیرھا کے اصولی، بنیادی اور قطعی عقائد پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اسی طرح اس امر پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر اور خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں اور آپ کی بعثت کے بعد تا صورِ اسرافیل علیہ السلام کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کسی کو آپؐ کے بعد نبوت مل سکتی ہے۔ جو شخص ختم نبوت کا انکار یا تاویل کرے۔ تو وہ یقیناً کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ کیوں کہ جس طرح ضروریات دین میں سے کسی امر کا انکار کفر ہے۔ اسی طرح اس کی تاویل بھی کفر ہے۔ اور خوبصورت سے خوبصورت تاویل بھی کفر سے نہیں بچا سکتی۔ جیسا کہ عنقریب اس کے حوالے آرہے ہیں۔ انشاء اللہ العزیز

ختم نبوت کا عقیدہ قرآن کریم، احادیث صحیحہ متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے

قرآن کریم

قرآن کریم کی متعدد آیات کریمات سے مسئلہ ختم نبوت ثابت ہے۔ مگر ہم اختصار کے پیش نظر صرف ایک ہی آیت کریمہ عرض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۵

(پ ۲۲ - الاحزاب - ۵)

محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے لیکن رسول ہے اللہ (تعالیٰ) کا اور مہر سب نبیوں پر ہے اور ہے اللہ (تعالیٰ) سب چیزوں کو جاننے والا

اس آیت کریمہ کے شان نزول میں متعدد اور معتبر تفاسیر میں جو کچھ بیان ہوا ہے۔ اس کا خلاصہ

یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محبت و شفقت اور پیار کی وجہ سے حضرت زید بن
حارثہ رض (المتوفی ۸ھ) کو اپنا متبنّٰی (لے پالک) اور منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا۔ اور ان کا نکاح
اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب رض بنت جحش (المتوفاة ۲۰ھ) سے کر دیا تھا۔ مگر اختلاف طبائع
کی وجہ سے نباہ نہ ہو سکا۔ اور حضرت زید رض نے اپنی اہلیہ کو طلاق دے دی۔ عدت گذر چکنے کے
بعد آپ نے اُن سے نکاح کرنے کا ارادہ فرمایا۔ تاکہ حضرت زینب رض کی بھی دلجوئی ہو جائے
مگر دور جاہلیت کے نظریہ کے تحت (کہ وہ لوگ متبنّٰی کی بیوی سے وفات یا طلاق کے بعد
عدت گذر چکنے کے بعد بھی نکاح حرام سمجھتے تھے۔ جیسا کہ اسلام میں صلبی اور رضاعی بیٹے کی
بیوی سے نکاح حرام ہے) لوگوں کے اس اعتراض اور پروپیگنڈے کا خدشہ پیش نظر تھا
اس لئے آپ اس نکاح سے گھبراتے تھے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے (جسمانی) باپ نہیں نہ حضرت زید رض کے اور نہ
کسی اور کے ہاں روحانی ابوّت وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ کی نص سے۔ کیونکہ جب حضرات ازواج
مطہرات رض مومنوں کی روحانی مائیں ہیں۔ تو لازماً آپ ان کے باپ ہیں۔ اور حدیث انما انا لکم
مثل الوالد الحدیث (نسائی ج ۱ ص ۱۷) سے ثابت ہے۔ تو جب آپ حضرت زید رض وغیرہ مردوں
میں سے کسی کے باپ نہیں۔ تو بعد از عدت ان کی بیوی سے نکاح کیوں ناجائز ٹھہرا؟ یہ یاد رہے
کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چار تھیں۔ جن کا وجود صحیح احادیث اور کتب
تاریخ سے ثابت ہے۔ تاریخی طور پر اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ جن کے نام حضرت زینب رض
حضرت رقیہ رض۔ حضرت ام کلثوم رض۔ اور حضرت فاطمہ رض تھے اور دو فرزند بھی قطعاً اور یقیناً
تھے۔ حضرت قاسم رض اور حضرت ابراہیم رض کتب احادیث اور تاریخ سے اس کا واضح ثبوت
ہے۔ مگر یہ دونوں بچپن ہی میں وفات پا گئے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی رجل اور مرد نہیں ہوا
ان کے علاوہ آپ کے ایک اور فرزند بھی تھے جن کا نام عبد اللہ تھا۔ ان کو طیّب اور طاہر بھی کہا
جاتا تھا۔ (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۱۷ وقال رواہ الطبرانی ورواتہ ثقات) مگر وہ بھی بچپن ہی میں
وفات پا گئے تھے۔ لہذا آپ کی نرینہ بالغ اولاد کوئی نہ تھی۔ صاحبزادیاں ہی تھیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
جب کسی مرد کے جسمانی باپ نہیں۔ تو پھر حضرت زید رض کی مطلقہ بی بی بہو ہونے کے لحاظ سے
آپ پر کیسے اور کیونکر حرام ہو گی۔ باقی رہے دور جاہلیت کے غلط نظریات تو اللہ تعالیٰ

نے آپؐ کو ان کے مٹانے اور بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے ہی مبعوث کیا ہے جن کا مٹانا آپؐ کے فرضِ منصبی میں شامل ہے

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی آشکارا کر دیا ہے ۔ کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسول یعنی اُمّت کے روحانی باپ ہیں ۔ اور خاتم النبیّین ہیں ۔ کہ آپؐ کی آمد پر انبیاء کرام علیہم السلام کا خاتمہ ہو گیا ہے ۔ اکثر علماء عربیّت کی اصطلاح کے مطابق لفظ رسول اور نبی کا مصداق اور مآل ایک ہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام مخلوق خدا کو پہنچانے والا اور ان کو خدائی خبریں سُنانیوالا رسول کا مادہ رسالت ہے ۔ یعنی پیغام رسانی اور نبی کا مجرّد مادہ نَبَأٌ ہے ۔ جس کے معنی خبر دینا اور ظہور کے ہیں ۔ کیونکہ نبی اللہ تعالیٰ سے حکم پا کر مخلوق کو خبر بھی دیتا ہے ۔ اور دلائل و معجزات کے اعتبار سے ان کی نبوّت ظاہر بھی ہوتی ہے ۔ اور اس کا مجرد مادہ نبأۃٌ بھی بیان کیا گیا ہے ۔ جس کے معنی الصوت الخفی کے ہیں ۔ چونکہ وحی لانے والا فرشتہ اُن سے آہستہ گفتگو کرتا ہے ۔ اور وہ بھی اس سے مخفی طریقہ پر محو گفتگو ہوتے ہیں ۔ اس لئے ان کو نبی کہا جاتا ہے اور نبی کے معنی راستہ کے بھی ہیں ۔ نبی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تک رسائی ہوتی ہے ۔ اس لئے وُہ وصول الی اللہ تعالیٰ کا راستہ بھی ہو ۔ (ملاحظہ ہو نبراس ص۴۱)

اور بعض علماء عربیت کی اصطلاح میں رسول اس کو کہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مستقل کتاب و شریعت عطا ہوئی ہو ۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کہ صاحب تورات اور صاحبِ شریعت تھے ۔ اور نبی وہ ہوتا ہے ۔ جس کو نبوت تو ملی ہو ۔ مگر وہ صاحب کتاب و صاحبِ شریعت نہ ہو ۔ بلکہ وہ صاحبِ کتاب و صاحب شریعت رسول کا معاون و وزیر ہو جیسا کہ حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسّلام ——— اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منصب بیان فرمایا ۔ تو لفظ رسول سے وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللہِ یعنی اس دوسری اصطلاح کے مطابق آپؐ صاحب کتاب و صاحب شریعت ہیں ۔ اور جب لفظ خاتم کا مضاف الیہ بیان کیا تو لفظ النبیّین ذکر فرمایا ۔ یعنی اس دوسری اصطلاح کے مطابق آپ غیر تشریعی نبوت کے بھی خاتم ہیں ۔ اگر اس مقام پر خَاتَمُ الرُّسُل کا جملہ ہوتا تو اس اصطلاح کے موافق شبہ کرنے والے یہ کہہ سکتے تھے ۔ کہ آپؐ تو رُسُل کے خاتم ہیں ۔ اور رسول وہ ہوتا ہے ۔ جو صاحب کتاب و صاحب شریعت ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ آپؐ کے بعد غیر تشریعی نبی آ سکتا ہے اور آپ غیر تشریعی نبوّت کے خاتم نہیں ہیں ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی محکم اور معجز کتاب میں اس باطل

شبہ کی بھی گنجائش ختم کردی۔ اور واضح کر دیا۔ کہ آپؐ تشریعی نبوت تو کیا۔ غیر تشریعی نبوت کے بھی خاتم ہیں۔ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖن آپؐ کے آنے سے وہ وعدہ پورا ہوگیا جس کی انتظار تھی ؎

نوائے عندلیب آئی ہوائے مشکبار آئی
سنبھل اے دل ذرا تو بھی سنبھل کال بہار آئی

خاتم کا معنیٰ

لفظ خاتم اسم آلہ کا صیغہ ہے جس کے معنی مہر کے ہیں جس طرح لفافہ اور بنڈل وغیرہ میں کوئی چیز رکھ کر اُسے بند کر کے اس پر مہر لگا دی جاتی ہے تو کوئی چیز مہر توڑے بغیر نہ تو اس میں رکھی جا سکتی ہے اور نہ نکالی جا سکتی ہے۔ بعینہ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ کی آمد سے قصرِ نبوت مکمل ہوگیا۔ اور نبوت کا دروازہ بند اور سیل ہوگیا۔ اور اس پر مہر لگ گئی۔ اب بغیر مہر توڑے نہ اُسے کوئی کھول سکتا ہے۔ اور نہ اندر داخل ہو سکتا ہے یہی ختم کا معنی ہے اور یہی اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے۔ اور اسی پر اللہ تعالیٰ ہمیں قائم رکھے ؎

زمانہ ساز، نظر باز، مدعی سے کہو
جہانِ عشق میں سکے وفا کے چلے

لفظ خاتم اور قادیانی

قادیانی بھی یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ ہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تسلیم کرتے ہیں۔ اور وہ خاتم کا معنی مہر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اس پر ہمارا پورا یقین ہے۔ مگر بقول شاعر ؎

درِ اُمید بھی وا ہے یقین بھی ہے چٹانوں سا
مگر جو دل میں ہے وہ وسوسہ کچھ اور کہتا ہے

قادیانیوں کا کہنا ہے۔ کہ خاتم النبیین کا یہ مطلب ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر ہی سے آگے نبوت چلتی رہیگی۔ وہ یوں کہ آپؐ کا کلمہ پڑھ کر اور آپؐ کی پیروی اور اتباع کر کے ہی کسی کو نبوت ملتی اور مل سکتی ہے۔ ویسے نہیں مگر قادیانیوں کی یہ تاویل بلکہ تحریف قطعاً باطل ہے اولاً اس لئے کہ یہ معنی قرآن کریم۔ احادیث صحیحہ متواترہ اور اجماع اُمت کے خلاف ہے لہٰذا مردود ہے۔ وثانیاً آپؐ کی پیروی اور اتباع کا جذبہ جس طرح خیر القرون اور اُن کے قریب کے زمانوں میں تھا۔ وہ بعد کو نہیں ہوا۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ اُن مبارک زمانوں میں کسی کو نبوت نہ مل سکی اور اب اس کا دروازہ وا ہوگیا۔ جھوٹے نبیوں کی بات نہیں ہو رہی۔ ان کا حشر تاریخی طور پر سب کو معلوم ہے۔ تفصیلی طور پر کتابیں دیکھنے کی فرصت نہ ہو۔ تو کتاب آئمہ تلبیس مؤلفہ حضرت مولانا ابو القاسم محمد رفیق دلاوری فاضلِ دیوبند ہی کافی ہوگی۔ وثالثاً خاتم کا معنی خود مرزا غلام احمد قادیانی کے مسلمات کے خلاف ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

اسی طرح پر میری پیدائش ہوئی۔ یعنی جیسا کہ میں ابھی لکھ چکا ہوں۔ میرے ساتھ

ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام جنت تھا۔ اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی۔ اور بعد اس کے میں نکلا تھا۔ اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں ہوا۔ اور میں ان کے لیے خاتم الاولاد تھا (تریاق القلوب ص ۱۵۷)

اس حوالہ کے پیش نظر اگر مرزا صاحب خود اور ان کی روحانی ذریت خاتم النبیین کا یہ معنی کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر سے آگے نبوت چلتی اور جاری و ساری ہے تو خاتم الاولاد کا بھی یہ معنی کریں۔ کہ مرزا صاحب کی والدہ ماجدہ کے ہاں مرزا صاحب کی مہر لگنے سے تا قیامت ان کے پیٹ سے اولاد نکلتی رہیگی۔ اور یہ مہر خاصی مفید و کارآمد رہیگی۔ یا کم از کم ان کی والدہ ماجدہ کی زندگی میں ہی ایسا ہوتا رہا۔ کہ مرزا صاحب کی مہر لگتی رہی اور اولاد نکلتی رہی۔ تو پھر وہ خاتم النبیین کا معنی بھی بزعم خویش یہ کر سکتے ہیں۔ گو دوسروں پر وہ حجت نہیں۔ اور اگر وہ خاتم الاولاد کا یہ معنی کرتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب کے بعد ان کی والدہ کے ہاں کوئی اور لڑکا یا لڑکی پیدا نہیں ہوئی۔ تو اسی طرح یہاں بھی خاتم النبیین کا بھی معنی متعین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ اور آپ کے بعد تا قیامت کوئی تشریعی یا غیر تشریعی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔

محمد علی لاہوری کا بیان

مرزائیوں کی لاہوری پارٹی کا سربراہ محمد علی لاہوری جو گو مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی تو نہیں مانتا۔ مگر مجدد مسیح اور مصلح کا نام تجویز کرتا ہے۔ اور یہ بھی سرا زندقہ اور الحاد ہے۔ اور وفات عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قائل ہونے کی وجہ سے وہ قطعاً کافر ہے۔ اور خاتم النبیین کے معنی یوں وہ لکھتا ہے کہ!

ختم اور طبع کے لغت میں ایک ہی معنی ہیں یعنی ایک چیز کو ڈھانک دینا اور ایسا مضبوط باندھ دینا کہ دوسری چیز اس میں داخل نہ ہو سکے (تفسیر بیان القرآن ج ۱ ص ۲۳)

الحاصل خاتم کے معنی مہر کے لیے کر بھی ختم نبوت کا مفہوم واضح ہے اور قادیانی اور لاہوری دونو کے مسلمات اس پر شاہد ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ ہٹ دھرمی کا ثبوت دیں ۔

حذر حذر کہ زمانہ بڑا ہی نازک ہے خدا نہ واسطہ ڈالے کسی کمینے سے

خاتم ماضی کا صیغہ بھی ہو سکتا ہے

پہلے یہ عرض کیا گیا ہے۔ کہ لفظ خاتم اسم آلہ کا صیغہ ہے۔ جو مہر کے معنی میں ہے۔ اور خود فریق مخالف کے قائم کردہ اصول کے مطابق یہ لفظ ختم نبوت پر دال

ہے نہ کہ اجزائے نبوت پر اب یہ گذارش ہے کہ لفظ خاتم باب خاتمہ کی طرح بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ علامہ سید محمود آلوسی المتوفی ۱۲۷۰ھ نے ادب اور لغات کے مشہور امام ابوالعباس محمد بن یزید بن عبدالاکبر المعروف بالمبرد (المتوفی ۲۸۵ھ) کے حوالہ سے نقل کیا ہے (تفسیر روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۲) اس لحاظ سے معنی یہ ہوگا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور انہوں نے نبیوں کو ختم کر دیا۔ یعنی ان کی آمد سے نبیوں کا خاتمہ ہو گیا ہے اور آپ کے بعد کوئی نبی دنیا میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ آپ کے بعد کسی کو نبوت مل سکتی ہے۔ غرض یہ کہ قرآن کریم کی یہ نص قطعی ختم نبوت کی واضح اور روشن دلیل ہے جس کا انکار بغیر کسی مسلوب الایمان والعقل کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ قادیانیوں کی بالکل بے جا تاویل اور تحریف سے نہ تو نص پر کوئی زد پڑتی اور پڑ سکتی ہے۔ اور نہ قادیانیوں کی ایسی تاویلوں سے ان کا ایمان ثابت ہو سکتا ہے

قادیانیت بھی خالص کفر کا ایک شعبہ ہے جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ بقول حضرت مولانا ظفر علی خان صاحب (المتوفی ۱۹۵۶ء) ؎

قادیانیت سے پوچھا کفر نے تو کون ہے ہنس کے بولی آپ ہی کی دلربا سالی ہوں میں

اقوال مرزا صاحب

کسی لفظ کے معنی کی تعیین کے لئے اصول مسلمہ کے علاوہ فریق مخالف کے اپنے قول اور اقرار سے بہتر ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے خود مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی اس کا اقرار ہے کہ خاتم بمعنی ختم، قطع اور خاتمہ کے ہے ملاحظہ ہو

۱۔ قَدْ انْقَطَعَ الْوَحْيُ بَعْدَ وَفَاتِهٖ وَخَتَمَ اللّٰهُ بِهِ النَّبِيِّيْنَ (حمامۃ البشریٰ ص ۳۴)

بے شک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔

نیز لکھتا ہے۔

۲۔ وَاِنَّ رَسُوْلَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَعَلَيْهِ انْقَطَعَ سِلْسِلَةُ الْمُرْسَلِيْنَ (حقیقۃ الوحی ضمیمہ عربی ص ۶۴)

تحقیق سے ہمارے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) خاتم النبیین ہیں۔ اور ان پر رسولوں کا سلسلہ قطع ہو گیا ہے۔

مزید لکھتا ہے۔

۳۔ ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی و رسالت تا بقیامت منقطع ہے (ازالہ اوہام طبع قدیم ص ۱۱۵۲)

ان واضح اور روشن حوالوں سے بھی ثابت ہوگیا ہے کہ خود مرزا صاحب بھی ختم کے معنی خاتمہ، بند اور انقطاع کے کرتے ہیں۔ اور صاف لفظوں میں لکھتے اور اقرار کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نبوت اور رسالت ختم کر دی ہے۔ اور اب وحی و رسالت قیامت تک بند ختم اور منقطع ہے اور آپؐ کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی ؂

اب تو اس راہ سے وہ شخص گذرتا بھی نہیں
اب کس اُمید پہ دروازے سے جھانکے کوئی

احادیث

ختم نبوت کا مسئلہ جس طرح قرآن کریم کی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے جن میں سے ایک آیت کریمہ اور اس کی مختصر ضروری تفسیر و تشریح پہلے عرض کر دی گئی ہے۔ اسی طرح یہ مسئلہ احادیث صحیحہ صریحہ اور متواترہ سے بھی ثابت ہے۔ بطور اختصار کے چند احادیث درج ذیل ہیں۔ جن سے بڑی صراحت و وضاحت سے اس مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ (جن کا مشہور قول کے مطابق نام عبدالرحمٰن بن صخر تھا۔ المتوفی ۵۷ھ) فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میری اور دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مثال ایک محل کی سی ہے۔ جو بہت ہی عمدہ طریقہ سے بنایا گیا ہو۔ لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہو۔ گھومنے والے اس کے اردگرد گھومتے ہیں۔ اور اس کی بہترین بناوٹ پر تعجب اور حیرت کرتے ہیں۔ مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی دیکھ کر حیران ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ!

فانا اللبنۃ وَ اَنَا خَاتم النَّبِیّین (بخاری ج ۱ ص ۵۰۱ مسلم ج ۲ ص ۲۴۸ و مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۱۱)

پس وہ (آخری) اینٹ ہوں اور میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں۔

اور حضرت جابر رضؓ (المتوفی ۷۴ھ) کی ایک حدیث میں یوں آیا ہے۔ کہ!

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ فانا موضع اللبنۃ جئت فختمت الانبیاء (مسلم ج ۲ ص ۲۴۸)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (قصر نبوت کی) وہ آخری اینٹ میں ہوں۔ اور میرے ہی میری آمد نے انبیاء کا خاتمہ کر دیا ہے

اور ان کی ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ!

فانا موضع اللبنۃ ختم بی الانبیاء (ابوداؤد الطیالسی ص ۲۴۷)

اس اینٹ کی جگہ میں آ گئے ہو گیا ہوں۔ اور انبیاء کی آمد مجھ پر ختم اور منقطع ہو گئی ہے۔

ان صحیح اور صریح احادیث سے صراحۃً معلوم ہوا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد سے

قصرِ نبوت مکمل ہو گیا ہے۔ خالی اینٹ کی جگہ پُر ہو گئی ہے۔ اور سلسلہ نبوت و رسالت ہر طرح سے بالکل بند، منقطع اور ختم ہو چکا ہے۔ خود مرزا صاحب کو جب مسلمان تھے۔ اقرار تھا ؎

ہست او خیر الرسل خیر الانام ہر نبوت را بروشد اختتام (سراج منیر)

۲ ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مجھے تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر چھ چیزوں کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے

مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے ہیں۔ اور رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے۔ اور میرے لئے غنیمتوں کا مال حلال کیا گیا ہے۔ اور میرے لئے زمین کو مسجد اور طہارت کا ذریعہ بنایا گیا ہے (کہ اس پر بجز مستثنیٰ مواضع کے نماز پڑھوں اور تیمم کروں) اور مجھے تمام (مکلف) مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔

وختم بی النبیون (مسلم ج ۱ ص ۱۹۹ و مسند ابو عوانہ ج ۱ ص ۳۹۵ و مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۱۲) اور مجھ پر نبیوں کو ختم کر دیا گیا ہے۔ اور ان کی ایک اور روایت میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کیا کرتے تھے۔ جب ایک نبی دنیا سے رخصت ہو جاتا تو اس کے بعد اور آجاتا۔

وانہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فتکثر الحدیث (مسلم ج ۲ ص ۱۲۶)

اور میرے بعد نبی نہیں اور خلفاء بکثرت ہوں گے۔ اس صحیح اور صریح حدیث سے بھی بالکل عیاں ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد سے نبوت و رسالت کا خاتمہ ہو گیا۔

۳ ۔ حضرت ثوبان رضؓ (المتوفی ۵۴ھ) سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی (ابو داؤد ج ۲ ص ۲۲۸ و ترمذی ج ۲ ص ۴۵ و مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۶۵)

اور بے شک میری امت میں تیس (کے قریب) بڑے بڑے جھوٹے ہوں گے ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد اور کوئی نبی نہیں۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لا تقوم الساعۃ حتی یخرج ثلاثون اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی۔ جب تک

دجالاً كلهم يزعم انه رسول الله (مسلم ج ۲ ص ۳۹۷ و ابو داؤد ج ۲ ص ۲۴۰)

تیس دجال خارج نہ ہوں جو سب کے سب یہ دعویٰ کریں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں

۴ ۔ حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فر

انا قائد المرسلين ولا فخر وانا خاتم النبيين ولا فخر وانا اوّل شافع ومشفع ولا فخر (مسند دارمی ج ۱ ص ۳۱ طبع المدینۃ المنورہ ومشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۱۳)

میں رسولوں کا قائد ہوں اور اس پر کوئی فخر نہیں اور میں خاتم النبیینؐ ہوں اور اس پر کوئی فخر نہیں اور میں پہلا وہ شخص ہوں جو شفاعت کرے گا اور اس کی شفاعت قبول ہوگی اور اس پر فخر نہیں

یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے اب اور قیامت کو یہ اعزازات وانعامات مرحمت فرمائے اور وعدہ فرمایا۔ مگر مجھے ان میں سے کسی پر کوئی تکبر اور فخر نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے خالص عطیات ہیں۔

۵ ۔ حضرت عرباض رضؓ بن ساریہ (المتوفی ۷۵ھ) فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ!

واني عند الله مكتوب خاتم النبيين وان آدم لمنجدل في طينته (مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۷ ومشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۱۳ ومجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۲۳)

بلا شبہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک (تقدیر میں) خاتم النبیینؐ لکھا گیا جب کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام گوندھی ہوئی مٹی کی صورت میں تھے

اور یہ حدیث مستدرک میں بھی دو جگہ مذکور ہے۔ ایک جگہ الفاظ یہ ہیں۔

يقول اني عند الله في اول الكتاب لخاتم النبيين وان آدم لمنجدل في طينته الحديث (مستدرک ج ۲ ص ۶۰۰ قال الحاکم والذهبیؒ صحیح)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں پہلی نوشت (یعنی تقدیر) میں اللہ تعالیٰ کے ہاں خاتم النبیینؐ ہوں اور بے شک حضرت آدمؑ اپنے گوندھے ہوئے گارے میں تھے۔

اور دوسرے مقام پر الفاظ یہ ہیں آپؐ نے فرمایا کہ!

اني عبد الله وخاتم النبيين وابي منجدل في طينته (الحدیث) (مستدرک ج ۲ ص ۴۱۸ قال الحاکمؒ والذهبیؒ صحیح

بے شک میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور خاتم النبیینؐ ہوں (اُسی وقت سے) جبکہ میرے باپ حضرت آدم علیہ السلام اپنے گوندھے ہوئے گارے میں تھے

ان صحیح احادیث میں بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا صراحۃً مذکور ہے

۶۔ حضرت انسؓ (المتوفی ۹۳ھ) سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی

(ترمذی ج ۲ ص ۵۱ وقال حدیث صحیح غریب و مستدرک ج ۴ ص ۳۹۱ قال الحاکمؒ والذہبیؒ علی شرط مسلم والجامع الصغیر ج ۱ ص ۸ وقال صحیح والسراج المنیر ج ۱ ص ۴۴۳ وقال صحیح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک رسالت اور نبوت ختم اور منقطع ہو چکی سو میرے بعد نہ تو کوئی رسول ہوگا۔ اور نہ کوئی نبی (کہ ان کو میرے بعد رسالت و نبوت ملے)

یہ صحیح حدیث بھی تشریعی اور غیر تشریعی ہر قسم کی نبوت کے ختم ہونے کی کھلی دلیل ہے

۷۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب رجب ۹ھ میں تقریباً تیس یا چالیس یا ستر ہزار مجاہدین اسلام کو (جن کے پاس دس یا بارہ ہزار گھوڑے تھے۔ اونٹ وغیرہ اس کے علاوہ تھے) لیکر غزوۂ تبوک کے سفر پر روانہ ہونے لگے۔ تو حضرت علیؓ کو اہل خانہ کی حفاظت و نگرانی کے لئے (مدینہ منورہ میں آپؐ نے اپنا نائب اس موقع پر حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ المتوفی ۴۳ھ کو مقرر کیا تھا) خلیفہ بنایا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طور پر جاتے ہوئے اپنی اس مختصر سی غیر حاضری میں حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا نائب بنایا تھا۔ حضرت علیؓ رومیوں کے خلاف لڑنے کے بڑے مشتاق تھے۔ دل میں کچھ غمگین ہوئے اور فرمایا کہ آپؐ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑتے ہیں؟ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جیسا کہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص المتوفی ۵۵ھ) فاتح ایران کی روایت میں ہے

قال الا ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لیس بعدی نبی (وفی روایۃ لا نبی بعدی)

بخاری ج ۲ ص ۶۳۳ ومسلم ج ۲ ص ۲۷۸)

کیا تو اس پر راضی نہیں کہ (اس نیابت میں) تیری اور میری وہ نسبت ہو جو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تھی۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

اس روایت میں بھی اس کی تصریح ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی اور نہ کوئی نبی آسکتا ہے۔

۸ ۔ حضرت ابوامامہ الباہلیؓ (صدی بن عجلان) (المتوفی ۸۶ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا آپؐ نے فرمایا۔

یاایھاالناس انہ لا نبی بعدی ولا امۃ بعدکم فذکر الحدیث (رواہ الطبرانی ورجال احد الطریقین ثقات وفی بعضھم ضعف (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۶۳) — اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں ہے

ان تمام صحیح وصریح احادیث سے ختم نبوت کا مسئلہ واضح تر ہوگیا ہے جس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی قطعاً کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ البتہ "میں نہ مانوں" کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ منکر تو یہی کہے گا ؎

آنے دو اُسے جس کے لئے چاک کیا ہے — ناصح سے گریباں کو سلانے کے نہیں ہم

اجماعِ اُمت

جس طرح ختم نبوت کا قطعی عقیدہ قرآن کریم، احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے۔ اس سلسلہ میں کافی حوالے پیش کئے جاسکتے ہیں۔ مگر مقالہ کے اختصار کے پیش نظر ہم صرف ایک ہی حوالہ عرض کرتے ہیں۔ حضرت ملا علی القاریؒ (المتوفی ۱۰۱۴ھ جو گیارہویں صدی کے مجدد بھی بیان کئے جاتے ہیں) فرماتے ہیں کہ

ودعوی النبوۃ بعد نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفر بالاجماع — ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعوی کرنا بالاجماع کفر ہے

(شرح فقہ اکبر ص ۲۰۲ طبع کانپور)

الحاصل مسئلہ ختم نبوت قرآن وسنت کے قطعی اور واضح دلائل وبراہین سے ثابت ہے اور اجماع اُمت اس پر مستزاد ہے۔ تو اس کے حق وصحیح ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے؟ بہت ممکن بلکہ اغلب ہے کہ مرزائی یہ کہہ دینے سے

ہم پیروی احمد مرسل نہیں کرتے — ہے نام مسلماں کا مسلماں کہاں ہیں

فائدہ

جن صحیح اور صریح احادیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ تو ان کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کے بعد کسی کو رسالت ونبوت نہیں مل سکتی کیونکہ نصوص قطعیہ اور احادیث متواترہ صحیحہ اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ آپ خاتم النبیین اور آخری نبی ہیں۔ اگر بالفرض کسی اور کو رسالت ونبوت مل جائے تو

اس سے ختمِ نبوت پر زد پڑتی ہے۔ کیونکہ اس سے پیغمبروں کی تعداد و گنتی میں اضافہ ہو جائے گا اور نمبر شماری بڑھ جائے گی۔ اس کے برعکس حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد سے بلکہ تمام حضرات انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری سے بھی گنتی اور عدد جوں کا توں رہتا ہے۔ اور اس سے ختمِ نبوت پر قطعاً کوئی زد نہیں پڑتی۔ کیونکہ عدد اور گنتی کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی قصرِ نبوت کی آخری اینٹ آخری نبی اور خاتم النبیین ہیں۔ اور اس صفت میں کوئی بھی آپ کا مثیل، نظیر اور ثانی نہیں ہے ؎

ادھر آؤ آئینہ دیکھو یہ کیسا ہے　　مگر آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے

نزولِ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات آسمان دوم پر ان کا وجود اور قیامت سے قبل اُن کا نزول اور چالیس تک حکمرانی کرنا طے شدہ بات ہے۔ امام ابو حیان الاندلسیؒ (المتوفی ۷۴۵ھ) حضرت امام ابن عطیہؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "اُمتِ مسلمہ کا اس امر پر اجماع ہے جس کی بنیاد متواتر احادیث پر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں اور آخر زمانہ میں نازل ہوں گے۔" (تفسیر البحر المحیط ص۴۷۳ ج۲) امام جلال الدین سیوطیؒ (المتوفی ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول اور ان کی نبوت کی نفی کفر ہے۔ (الحاوی للفتاوی ص۱۶۶ ج۲)

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل ابن کثیرؒ (المتوفی ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متواتر احادیث سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نزول ثابت ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ وہ ملک شام کے شہر دمشق میں (جامع اموی) کے سفید مشرقی مینار پر (جسکو دمشقی لوگ منارۃ المسیح کہتے ہیں) صبح کی نماز کے وقت نازل ہوں گے۔ (محصلہ تفسیر ابن کثیر ج۱ ص۵۸۲)

علامہ محمد طاہر الحنفیؒ (المتوفی ۹۸۶ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت کے قریب آئیں گے کیونکہ ان کے نزول کی حدیث متواتر ہے (مجمع البحار ج۱ ص۲۷۶)

علامہ ابو محمد بن حزم الظاہریؒ (المتوفی ۴۵۶ھ) فرماتے ہیں جو شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بغیر کسی اور نبی کے آنے کا قائل ہو۔ تو اس کے کفر میں دو مسلمانوں نے بھی شک نہیں کیا۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک امر پر تمام پر حجت قائم ہو چکی ہے (الملل والنحل ج۳ ص۱۳۹)

نواب صدیق حسن خاں صاحبؒ (المتوفی ۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری زمانہ میں نازل ہونا متواتر احادیث سے ثابت ہے (فتح البیان ص ۲۴۴ ج ۲) غرضیکہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات اور نزول پر متواتر احادیث موجود ہیں۔ اور امتِ مسلمہ کا اجماع واتفاق اس پر مستزاد ہے جس کا انکار بغیر کسی ملحد کے اور کوئی نہیں کرسکتا۔

یہ یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ نزول آسمان سے ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ کی مرفوع حدیث میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ینزل من السماء آسمان سے نازل ہوں گے (کتاب الاسماء والصفات للبیہقیؒ ص ۳۰۱ طبع الہ آباد و مجمع الزوائد ج ۷ ص ۳۴۹ و کنز العمال ج ۷ ص ۲۶۸ و منتخب کنز بر حاشیہ مسند احمد ج ۶ ص ۵۶) اور نزول کے بعد وہ چالیس سال تک زندہ رہیں گے۔ اور حکومت کریں گے (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۳۸ والطیالسی ص ۳۳۱ و مستدرک ج ۲ ص ۵۹۵ و مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۰۵) یہ حکومت قرآن وحدیث اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق ہوگی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آپؐ کے وفادار خلیفہ کے حکم میں ہوں گے

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت اور اس کو نبی ماننے والا واجب القتل ہے

نصوص قطعیہ۔ احادیث صحیحہ متواترہ اور اجماع امت سے مسئلہ ختم نبوت کا اتنا اور ایسا قطعی ثبوت ہے کہ اس میں تأمل کرنے والا بھی کافر ہے۔ بلکہ صحیح اور صریح احادیث کی رو سے مدعی نبوت اور اس کو نبی ماننے والا واجب القتل ہے۔ مگر یہ قتل صرف اسلامی حکومت کا کام ہے نہ کہ رعایا اور افراد کا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود (المتوفی ۳۲ھ) سے روایت ہے۔

قال قد جاء ابن النواحة وابن اثال رسولین لمسیلمة الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال لہما رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشہدان انی رسول اللہ؟ فقالا نشہد ان مسیلمة رسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وہ فرماتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب کے دو سفیر عبداللہ بن نواحہ اور اسامہ بن اثال آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے ان دونوں سے فرمایا کہ تم اس کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں؟ انہوں نے کہا کہ ہم یہ گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے (معاذ اللہ تعالیٰ)

وسلم آمنت باللّٰہ ورسلہ لو کنت قاتلاً رسولاً لقتلتکم قال عبداللّٰہؓ فمضت السنۃ بان الرسل لا تقتل فاما ابن اثال فکفاناہ اللّٰہ واما ابن النواحۃ فلم یزل فی نفسی حتی امکننی اللّٰہ تعالیٰ منہ (ابوداؤد والطیالسی ص ۳۴۳ واللفظ لہ ومستدرک ج ۳ ص ۵۳، قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح ومشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۴۷ ومسند احمد ج ۱ ص ۳۹۰ ونحوہ فی الدارمی ص ۳۳۲ طبع ہند)

آپؐ نے فرمایا کہ میں اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا۔ اگر میں کسی قاصد کو قتل کرتا تو تمہیں قتل کر دیتا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بین الاقوامی دستور اور سنت یوں جاری ہے کہ سفیروں کو قتل نہیں کیا جاتا رہا۔ ابن اُثال کا معاملہ تو اللّٰہ تعالیٰ نے خود ہی اس کی کفایت کر دی (اسامہؓ بن اُثال بعد کو مسلمان ہو گئے تھے۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۶ ص ۵۲) اور ابن نواحہ کا معاملہ میرے دل میں کھٹکتا رہا یہاں تک کہ اللّٰہ تعالیٰ نے مجھے اس کی قدرت دی اور میں نے اُسے قتل کر دیا۔

ابوداؤد ج ۲ ص ۲۳ اور مستدرک ج ۲ ص ۵۲ میں ایک اور سند سے بھی یہ روایت مروی ہے۔ جو اس حدیث کی صرف متابع اور شاہد ہے۔

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی تسلیم کرنے والا واجب القتل ہے۔ رکاوٹ صرف پیش آئی کہ اس وقت اسامہؓ بن اُثال اور عبداللّٰہ بن نواحہ سفیر تھے۔ اور سنت اور اس وقت کے بین الاقوامی دستور کے مطابق سفراء کو قتل نہیں کیا جاتا تھا تاکہ پیغام رسانی میں کسی قسم کی کوئی کمی اور کوتاہی باقی نہ رہ جائے۔ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں جب حضرت عبداللّٰہ بن مسعود کوفہ کے گورنر تھے تو عبداللّٰہ بن نواحہ ان کے قابو آ گیا اور وہ اپنے اس باطل عقیدہ سے باز نہ آیا۔ اور توبہ کرنے پر آمادہ نہ ہوا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے حضرت قرظہ بن کعب کو حکم دیا۔ کہ وہ ابن نواحہ کی گردن اڑا دے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا (مستدرک ج ۳ ص ۵۳ قال الحاکم والذہبیؒ صحیح)

اور حضرت ابن مسعودؓ نے اس موقعہ پر ابن نواحہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ!

فانت الیوم لست برسول فامر قرظۃ بن کعب فضرب عنقہ فی السوق ثم قال من اراد ان ینظر الی ابن النواحۃ قتیلاً بالسوق (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۳)

آج کے دن تو تو قاصد نہیں ہے۔ پھر انہوں نے حضرت قرظہؓ بن کعب کو حکم دیا۔ اور انہوں نے کوفہ کے بازار میں ابن نواحہ کی گردن اڑا دی پھر فرمایا کہ جو شخص ابن نواحہ کو بازار میں مقتول دیکھنا چاہتا ہے تو دیکھ لے

اور سنن الکبریٰ ج ۸ ص۲۰۶ اور طحاوی ج ۲ ص۱۰۲ میں روایت ہے کہ عبداللہ بن نواحہ کوفہ کی مسجد بنو حنیفہ میں نماز پڑھاتا تھا۔ اور اس کے مؤذن نے اذان میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے بعد وَاَنَّ مُسَيْلِمَةَ (الکذاب) رَسُوْلُ اللّٰه کہا (معاذ اللہ تعالیٰ)

زندیق کی تعریف

زندیق شرعاً ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرتا ہو اور شعائر اسلام کا اظہار بھی کرتا ہو۔ مگر کسی کفریہ عقیدہ پر ڈٹا ہوا ہو۔ چنانچہ علامہ سعد الدین تفتازانی رح المتوفی ۷۹۲ھ لکھتے ہیں کہ!

وان کان مع اعترافہ بنبوۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واظہار شعائر الاسلام یبطن عقائد ھی کفر بالاتفاق خص باسم الزندیق اھ (شرح مقاصد ج ۲ ص۲۶۸ ومثلہ فی کلیات ابی البقاء ص۵۵۳)

اگر وہ شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرتا ہے اور شعائر اسلام کا اظہار بھی کرتا ہے لیکن دل میں ایسے عقیدے رکھتا ہے جو بالاتفاق کفر ہیں۔ تو وہ زندیق

اور حضرت ملا علی القاری رح زندیق کا یہ معنی بیان کرتے ہیں

او من یبطن الکفر ویظہر الایمان الخ (مرقات ج ۷ ص۱۰۴)

یا وہ کفر کو چھپاتا اور ایمان کو ظاہر کرتا ہو

علامہ ابن عابدین . . . الشامی رح المتوفی ص۱۲۵۲ھ فرماتے ہیں کہ!

فان الزندیق یموہ بکفرہ ویروج عقیدتہ الفاسدۃ ویخرجہا فی الصورۃ الصحیحۃ وھذا معنی ابطان الکفر اھ (شامی ج ۳ ص۳۲۴)

زندیق ملمع سازی کر کے اپنے کفر کو پیش کرتا ہے فاسد عقیدہ کی ترویج کرتا ہے۔ اور اس کو صحیح صورت میں ظاہر کرتا ہے اور کفر کے چھپانے کا یہی مطلب ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح احمد بن عبدالرحیم رح محدث دہلوی (المتوفی ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں

وان اعترف بہ ظاہرًا لکنہ یفسر بعض ما ثبت من الدین بخلاف ما فسرہ الصحابۃ رض والتابعون رح واجمعت علیہ

اور اگر وہ ملحد ظاہری طور پر تو دین کو مانتا ہے مگر ضروریات دین میں کسی چیز کی ایسی تفسیر کرتا ہے جو حضرات صحابہ کرام رض اور تابعین رح اور امت کے

سیشد دھذا الدین برجال لیس لھم عند اللہ خلاق (الجامع الصغیر ج ۲ ص ۳۶) وقال صحیح (السراج المنیر ج ۲ ص ۳۵۳) وقال حدیث صحیح

عنقریب اس دین کو ایسے مردوں کے ساتھ مضبوط کیا جائیگا جن کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک (ایمان دینیکا) کوئی حصہ نہ ہوگا۔

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ باطل فرقوں میں سے کسی شخص کے قول و فعل سے دین اسلام کی تقویت تو ہوسکتی ہے۔ مگر اسلام کے کسی مسئلہ اور پہلو کی تائید و تقویت سے فاجر و ملحد و زندیق کا ایمان و اسلام اور تقویٰ ثابت نہیں ہوسکتا اور اس کے مومن و مسلم کہلانے سے وہ مومن و مسلم نہیں ہوسکتا کیونکہ اسلام کے قطعی عقائد سے اس کا انکار ہوتا ہے اور دل ایمان و ایقان سے خالی ہوتا ہے ؎

سفر کی سمت کا کوئی تعین ہو تو کیسے ہو
غبار کارواں کچھ، راستہ کچھ اور کہتا ہے

محض نبوت کے زبانی اقرار سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا

حضرات فقہاء کرام رح محدثین عظام رح اور متکلمین ذوی الاحترام کے نزدیک ایمان کی شرعی تعریف یہ ہے

واما فی الشرع فھو التصدیق بما علم مجیئی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ ضرورۃ تفصیلاً فیما علم تفصیلاً واجمالاً فیما علم اجمالاً وھذا مذھب جمھور المحققین (فتح الملھم ج ۱ ص ۱۵۲)

شریعت میں ایمان کا مطلب یہ ہے کہ ہر اس ضروری چیز کی تصدیق کی جائے جس کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے ہیں۔ جو چیزیں تفصیلاً معلوم ہوں۔ ان کی تفصیلاً تصدیق ہو اور جو چیزیں اجمالاً معلوم ہوں ان کی اجمالاً تصدیق ہو۔ یہی جمہور محققین کا مذہب ہے

اس سے ایمان کا شرعی معنیٰ واضح ہوگیا۔ نہ یہ کہ محض آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کے اقرار سے کوئی مسلمان ہوسکتا ہے۔ امام ابو محمد عبد الملک بن ہشام (المتوفی ۲۱۳ یا ۲۱۸ ھ) مسیلمہ (بن حبیب ذہل ابن ثمامہ ابو ثمامہ الکذب) کے بارے لکھتے ہیں۔ کہ!

واحل لھم الخمر والزنا ووضع عنھم الصلوٰۃ وھو مع ذلک یشھد لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بانہ نبی

مسیلمہ نے ان کیلئے شراب و زنا کو حلال کیا۔ اور نماز کی چھٹی دے دی۔ مگر بایں ہمہ وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے یہ شہادت دیتا تھا

(سیرت ابن ھشام ج ۲ ص۵۷۷) کہ آپ نبی ہیں

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت میں شراب وزنا کی حرمت قطعی ہے۔ ان کو حلال کرنا اور نمازوں کو معاف کرنا جن کا پڑھنا اور ادا کرنا آپ کی شریعت میں دین کی بنیاد ہے۔ قطعاً کفر ہے پھر محض زبانی طور پر آپ کی نبوت کے اقرار کرنے سے مسیلمہ کذاب کو کیا فائدہ ہوا؟

اور وہ کفر سے کیونکر بچ سکا۔ اور پھر خود نبوت کا دعویٰ کرنے سے وہ غَضَبٌ علیٰ غَضَب اور کفر فوق کفر کا مرتکب ہوا (عیاذاً باللہ تعالیٰ)۔

شیخ الاسلام حافظ احمدؒ بن عبد الحلیمؒ ابن تیمیہؒ (المتوفی ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں کہ!

قد اجمع المسلمون ان من سب اللہ تعالیٰ او سبّ رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او دفع شیئاً مما انزل اللّٰہ او قتل نبیاً من انبیاء اللّٰہ انہ کافر وان کان مقرًّا بما انزل اللّٰہ تعالیٰ اھ

(الصارم المسلول ص۵۱۲)

تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع واتفاق ہے۔ کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ یا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بُرا کہا۔ یا اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام میں سے کسی کو رد کر دیا۔ یا اللہ تعالیٰ کے نبیوں میں سے کسی نبی کو شہید کر دیا۔ تو وہ شخص کافر ہے اگرچہ زبانی طور پر وہ مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ تعالیٰ کا مُقر ہو

یہ تمام صریح حوالے اس پر دال ہیں کہ زبانی طور پر صرف اسلام کا دعویٰ کرنا یا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کا اقرار کر لینا ہی مسلمان کہلانے کے لئے کافی نہیں ہے۔ بلکہ تمام ضروریات دین کا یقین واذعان کرنا ضروری ہے۔ لاریب فیہ

مرزا صاحب کے دعوائے نبوت کی حقیقت اور ضرورت

آج سے تقریباً دوسو سال پہلے انگریز قوم نے کشتی سمندر پار سے تاجرانہ صورت میں آکر سونے کی چڑیا (ہندوستان) پر مکارانہ اور غاصبانہ قبضہ کر لیا۔ اور مجاہدین اسلام اور حریت پسندوں سے متعدد معرکوں میں مقابلہ بھی کیا جن میں معرکہ شاملی وغیرہ بھی شامل ہے۔ مگر اپنے تدبر اور عیاری سے اپنا اقتدار اور تسلط پورے ہندوستان پر جما لیا اور اُس کی گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہو گئی۔ اس دور میں ہندوستان میں علمی عملی اور سیاسی طور پر مسلّم شخصیت حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ (المتوفی ۱۲۳۹ھ) کا فتویٰ پورے ہندوستان میں گونج رہا تھا۔ کہ انگریز کے تسلط جمالینے کے بعد ہندوستان دار الحرب ہے (ملاحظہ ہو فتاویٰ عزیزی ج ا ص۱۷ و ج ا ص۱۱) علماء کرام اور عامۃ المسلمین اس فتویٰ سے بڑے متاثر اور مطمئن

تھے۔ برعکس اس کے انگریز اس سے بہت ہی خائف اور پریشان تھا وہ چاہتا تھا۔ کہ اس کا اثر بالکل زائل یا کم ہو۔

اس وقت ایک طرف تو بریلوی حضرات کے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خانصاحبؒ رسالہ اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام لکھ کر انگریز کا کچھ غم ہلکا کیا۔ اور پھر ان کے فرزند فاضل ابن الفاضل ابوالبرکات آل الرحمٰن محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب اور ان کے تقریباً تیرہ ہمنوا جید علماء اور مصدقین نے اختراعی مقدمات جوڑ جوڑ کر انگریز کے خلاف جہاد کو حرام حرام قرار دیا۔ (دیکھئے طرق الہدیٰ والارشاد ص۱۳ طبع بریلی) اور دوسری طرف بعض غیر مقلدین حضرات نے اپنے جاہ و جلال اور ریاستوں کی حفاظت اور انگریز کی کاسہ لیسی کی خاطر انگریز قوم کے خلاف جہاد حرام قرار دیا چنانچہ نواب صدیق حسن خاں صاحبؒ لکھتے ہیں کہ۔ کہ کسی نے نہ سنا ہوگا۔ کہ آج تک کوئی موحد متبع سنت حدیث وقرآن پر چلنے والا بے وفائی اور اقرار توڑنے کا مرتکب ہوا ہو یا فتنہ انگیزی اور بغاوت پر آمادہ ہوا ہو۔ جتنے لوگوں نے غدر میں شر و فساد کیا۔ اور حکام انگلشیہ سے برسرِ عناد ہوئے۔ سب کے سب مقلدان مذہب حنفی تھے۔ (الحمد للہ تعالیٰ) صفدر نہ متبعان حدیث نبوی بلفظہٖ (ترجمان وہابیہ ص۲۵) اسی اثناء میں انگریزی حکومت کو مستحکم کرنے کے لئے انگریز کی طرف سے مرزا غلام احمد قادیانی کو جعلی نبوت عطا ہوئی۔ تاکہ وہ جہاد کو منسوخ کر کے انگریز کے قدم مضبوط کرے۔ اور دینی طور پر لوگوں کی ذہن سازی کرے اور یہ خالص حقیقت ہے کہ انگریز کے اس خود کاشتہ پودا نے انگریز کے لئے بہت کچھ کیا۔ اور اس کے حق میں بہت کچھ کہا ہے اور اس خانہ ساز طریقہ سے اس نے اسلام کی مضبوط اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار میں دراڑیں ڈالنے کی بجید کاوش اور سعی کی اور انگریز نے اس سے کرائی ہے حضرت مولانا ظفر علی خان صاحبؒ نے برمحل یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ؎

کاٹنا مقصود ہے جس سے شجر اسلام کا — قادیاں کے لنڈی ہاتھوں میں وہ آری بھی دیکھا

مولانا موصوفؒ نے جو فرمایا ہے وہ سراسر حقیقت ہے۔ مرزا صاحب نے براہین (نامی کتاب) کی پچاس جلدیں لکھنے کا اعلان کیا اور اس کے لئے خوب چندہ فراہم کیا۔ جب پانچ جلدیں لکھ چکے تو چپ سادھ گئے۔ لوگوں نے وعدہ پورا کرنے کا تقاضا کیا۔ تو یوں گویا ہوئے پہلے پچاس لکھنے کا ارادہ تھا۔ مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا گیا۔ اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطے اور (صفر) کا فرق ہے۔ اس لئے پانچ حصوں سے وعدہ پورا ہوگیا۔ (بلفظہٖ براہین حصہ پنجم ص۷)

سبحان اللہ تعالیٰ اربعین (نامی کتاب) کے چالیس نمبر لکھنے کا اعلان کیا۔ جب چار حصے لکھ کر ترکی ختم ہو گئی اور چندہ ہضم ہو گیا۔ تو یہ کہا کہ چار کو بجائے چالیس کے خیال کرو (اربعین ج ۴ ص ۴۲) یعنی ایک صفر اور زیر دا پنی طرف سے ڈال کر پانچ کو پچاس اور چار کو چالیس بنا ڈالو کیا خوب؟ مرزا صاحب نے صداقت اسلام پر تین سو دلائل پیش کرنے کا دعویٰ اور اعلان کیا۔ جب چندہ اکٹھا اور عیش کوشی کا سامان مہیا ہو گیا تو صرف دو دلیلیں لکھ کر خاموش ہو گئے (دیکھئے براہین ص ۱۱۲ حصہ پنجم) اب یہ بات تو مرزا غلام احمد صاحب کی خانہ ساز نبوت ہی جانے کہ دو کو تین سو پر کیسے فٹ کیا جا سکتا ہے؟ اور اس صریح مکر و فریب کا ان کے پاس کیا جواز ہے؟ مگر یہ نہ پوچھئے آخر انگریزی نبی جو ہوئے؟

دل فریبوں نے کہی جس سے نئی بات کہی ایک سے دن کہا دوسرے سے رات کہی

مرزا صاحب کا اپنا اقرار

بجائے اس کے کہ ہم دیگر مؤرخین کے حوالوں سے یہ ثابت کریں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جہاد کو حرام قرار دیا۔ اور انگریز کی بڑھ چڑھ کر اور ایڑی چوٹی کا زور صرف کر کے حمایت و تائید کی خود ان کے اپنے حوالے ہی کفایت کر جائیں گے۔ چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

۱ ۔ میری عمر کا اکثر حصہ سلطنت انگریزی کی تائید و حمایت میں گذرا ہے۔ اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں۔ اور اشتہارات شائع کئے ہیں۔ کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں۔ تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں (تریاق القلوب طبع اوّل ص ۱۵ طبع دوم ص ۲۷)

جس شخص کی زندگی کا بیشتر حصہ انگریزی حکومت کی تائید و اطاعت اور جہاد کی ممانعت و مخالفت میں گذرا۔ اور اس قدر اس نے کتابیں اور رسالے لکھے ہوں۔ کہ ان سے پچاس الماریاں بھر جاتی ہوں۔ تو ایسے شخص کے انگریزی سلطنت کے وفادار اور خود کاشتہ پودا ہونے کے بارے میں کیا شک و تردد ہو سکتا ہے؟

۲ ۔ ہر ایک شخص جو میری بیعت کرتا ہے۔ اور مجھ کو مسیح موعود جانتا ہے۔ اسی روز سے اس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے۔ کہ اس زمانے میں جہاد قطعاً حرام ہے (ضمیمہ رسالہ جہاد ص ۷)

۳ ۔ میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے۔ ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ

جہاد کا انکار کرتا ہے (تبلیغ رسالت جلد ہفتم ص۱۷)

۴ - میں نے مناسب سمجھا کہ اس رسالہ کو بلاد عرب یعنی حرمین اور شام اور مصر وغیرہ میں بھی بھیج دوں۔ کیونکہ اس کتاب کے ص۱۵۲ میں جہاد کی مخالفت میں ایک مضمون لکھا گیا ہے۔ اور میں نے بائیس برس سے اپنے ذمہ فرض کر رکھا ہے۔ کہ ایسی کتابیں جن میں جہاد کی مخالفت ہو اسلامی ممالک میں ضرور بھیج دیا کرتا ہوں۔

تبلیغ رسالت جلد دہم ص۲۶

۵ - مرزا صاحب نے جہاد کی مخالفت اور ممانعت پر جہاں نثر کے ذریعہ زور لگایا ہے وہاں نظم و شعر میں بھی جہاد کی حرمت کو خوب خوب اجاگر کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

؎ چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کیلئے حرام ہے اب جنگ و قتال
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۳۹)

۶ - بلکہ جہاد اب قطعاً حرام ہے (تحفہ گولڑویہ ص۱۲۸ و نہج المصلی ص۱۸۰)

۷ - سو آج سے دین کے لئے لڑنا حرام کیا گیا (تبلیغ رسالت ص۴۵ و ص۴۶)

ان تمام صریح اور روشن حوالوں سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی بعثت از طرف برطانیہ محض اپنی تائید و اطاعت کو نمایاں کرنے اور جہاد کو حرام قرار دینے کے لئے ہوئی تھی۔ اور مرزا صاحب کے چیلوں نے دین کے لئے لڑنے کو حرام سمجھ کر انگریز کے ہاتھ خوب مضبوط کئے۔ اور آج بھی انہی ممالک میں اُن کے اڈے ہیں۔ جہاں انگریز کا ذہن اور تہذیب و تمدن موجود ہے۔ کیونکہ فطری امر ہے۔ کہ ہر درخت اپنے مناسب ماحول ہی میں برگ و ثمر لاتا ہے۔ تو قادیانیت کا خود کاشتہ پودا بھلا اس فطری معاملہ سے کیسے الگ رہ سکتا ہے۔

صریح دھوکہ

قادیانی عوام الناس کو دھوکہ دینے کے لئے یہ کہا کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحب کتاب اور صاحب شریعت نبی ہیں آپ پر جو نبوت ختم ہوئی ہے وہ تشریعی ہے۔ اور مرزا صاحب تو آپؐ کے اُمتی اور غیر تشریعی نبی ہیں لہٰذا مرزا صاحب کو اُمتی اور غیر تشریعی نبی تسلیم کرنے سے ختم نبوت پر کوئی زد نہیں پڑتی اور لفظ خاتم النبیین اپنے مقام پر ڈٹا رہتا ہے۔ مگر یہ سراسر دھوکہ ہے۔ اوّلاً۔ اس لئے کہ ہم نے

قرآن کریم اور صریح و صحیح احادیث کے حوالے سے یہ بات عرض کی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہر قسم کی نبوت و رسالت ختم ہو چکی ہے۔ نہ تو آپؐ کے بعد کوئی شریعت والا نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ اور نہ غیر شریعت والا (ثانیاً) اس لئے مرزا صاحب نے تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ!

اگر کہو کہ صاحب الشریعۃ افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے، نہ ہر ایک مفتری تو اوّل تو یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔ خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے۔ اور اپنی اُمت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب الشریعت ہو گیا پس اس تعریف کی رُو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی!

(رسالہ اربعین ۴ ص۶)

اس حوالہ سے بالکل واضح ہو گیا۔ کہ مرزا صاحب کا صاحب الشریعۃ نبی ہونے کا دعویٰ ہے۔ اور ان کی وحی میں بقول اُن کے اوامر بھی ہیں اور نواہی بھی! ایک امر تو یہ ہے۔ کہ جہاد حرام ہے۔ اب جو شخص دین کے لئے جہاد کرتا ہے۔ تو بقول مرزا صاحب وہ خدا کا دشمن اور نبی کا منکر ہے۔ اور یہ حرمت جہاد بھی قطعی ہے۔ بھلا عین ضرورت کے وقت اس وحی سے جو ٹیچی (مرزا صاحب کے پاس آنے والے فرشتے کا نام ٹیچی تھا۔ حقیقۃ الوحی ص۳۳۲) کی طرف سے آئی سفید فام آقا کیوں خوش نہ ہوتا!

مطیع ہونے کا دعویٰ باطل ہے

خود مرزا صاحب اور ان کی روحانی ذریت مسلمانوں کو یہ بھی باور کراتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تابع مطیع اور فرمانبردار ہیں۔ اور ان کی (جعلی اور اختراعی) نبوت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا ظل۔ سایہ اور بروز ہے۔ مگر مرزا صاحب کے اپنے بیانات اس کے خلاف ہیں وہ معاذ اللہ تعالیٰ اپنے کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عین بلکہ آپؐ سے بڑھا ہوا تصور کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو

(۱) منم مسیح زماں منم کلیم خدا — منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد (تریاق القلوب ص۳)

(۲) آدمم نیز احمد مختار — در برم جامۂ ہمہ ابرار

آنچہ داد است ہر نبی را جام — داد آں جام را مرا بتمام (نزول المسیح ص۹۹)

۲ ۔ جو شخص مجھ میں اور نبی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں فرق کرتا ہے ۔ اس نے مجھے نہیں جانا اور نہیں پہچانا (خطبہ الہامیہ ص۱۷۱) (معاذ اللہ تعالیٰ) ان عبارات میں مرزا صاحب نے اپنے آپ کو معاذ اللہ تعالیٰ عین محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثابت کیا ہے

۳ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت دین کی حالت پہلی شب کے چاند کی طرح تھی ۔ مگر مرزا صاحب کے وقت چودھویں رات کے چاند اور بدر جیسی ہے (محصلہ خطبہ الہامیہ ص۱۸۱) نیز لکھا ہے ۔ پہلے اسلام ہلال تھا اب بدر ہو گیا ہے (ایضاً محصلہ ص۱۸۴، ص۱۹۸)

۴ ۔ غلبہ کاملہ (دین اسلام) کا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا ۔ یہ غلبہ مسیح موعود (مرزا) کے وقت ظہور میں آئے گا (چشمہ معرفت ص۸۲

۵ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین ہزار معجزات ہیں (تحفہ گولڑویہ ص۴۳) مگر مرزا صاحب کے دس لاکھ نشان ہیں (تذکرۃ الشہادتین ص۴۱) معجزہ اور نشان ایک ہوتا ہے (نصرۃ الحق ص۴۷ مؤلفہ مرزا غلام احمد)

۶ ۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں ۔ آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا (حقیقۃ الوحی ص۸۹) مرزا صاحب عجیب ظلی، بروزی مطیع اور غیر تشریعی نبی ہیں ۔ کہ ان کا تخت تو سب نبیوں سے اوپر اور اونچا بچھایا گیا ۔ مگر ذو ظل نیچے رہے ۔

۷ ۔ نیز لکھا ہے کہ اس وقت ہمارے قلم رسول اللہ علیہ وسلم کی تلواروں کے برابر ہیں ۔ (ملفوظات احمدیہ جلد۱ ص۴۶۳

ان عبارات میں مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی فوقیت اور برتری کا جھوٹا دعویٰ کیا ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ)

قارئین کرام ! کہاں تک مرزا قادیانی کی خرافات نقل کی جائیں ۔ ان کی جا بکتب میں ایسی خرافات سے پُر ہیں ۔ ان حوالوں میں مرزا صاحب نے پہلے تو معاذ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مدغم ہونے اور آپ میں حلول ہونے اور اتحاد کا باطل دعویٰ کیا ہے ۔ پھر اگلی عبارات میں آپؐ سے معاذ اللہ تعالیٰ فوقیت اور برتری کا جھوٹا دعویٰ کیا ہے ۔ اور یہ سب کچھ کر چکنے کے بعد بھی اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اُمتی تابع اور مطیع کرنے کا ڈھنڈورا بھی پیٹا ہے ۔ اور ظلی بروزی کے چکر میں اُلجھا کر اپنا اُلّو سیدھا کیا ہے ۔ یہ عجیب ظل اور سایہ ہے ۔ کہ اصل اور ذو ظل تو تین ہزار بار حرکت کرتا ہے (کہ آپؐ سے تین ہزار معجزے صادر ہوئے ہیں) مگر سایہ دس لاکھ

مرتبہ اٹھتا، اُچھلتا، ناچتا اور کودتا ہے۔ اور لطف یہ ہے۔ کہ ہے وہ پھر بھی اصل کا سایہ اور ظل ہی مرزا صاحب کی یہ نرالی منطق ہے۔

۸ ۔ خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا۔ جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے (حقیقۃ الوحی ص ۱۴۸ منقول از ریویو جلد اول ع ۶ ص ۲۵۷)

۹ ۔ نیز لکھا ہے کہ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑ دو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے
(تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۴۹ و دافع البلاء ص ۲۰)

بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس سے بڑھ کر توہین کی ہے۔ اور یہ لکھا ہے کہ!

۱۰ ۔ عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے۔ کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۶)

۱۱ ۔ آپ کا خاندان بھی نہایت ہی پاک و مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۷)

۱۲ ۔ یہ تو وہی بات ہوئی۔ کہ جیسا کہ ایک شریر مکار نے جس میں سراسر یسوع کی روح تھی آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔ آپ کو گالیاں دینی اور بد زبانی کی اکثر عادت تھی (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۵)

۱۳ ۔ یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں۔ یعنی سب یوسف (نجار) اور مریم کی اولاد تھی
(حاشیہ کشتی نوح ص ۱۶)

۱۴ ۔ چونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس ۲۲ برس کی مدت تک نجاری (بڑھئی) اور ترکھانوں) کا کام بھی کرتے تھے (ازالۃ الاوہام ص ۱۲۵)

۱۵ ۔ ہائے کس کے سامنے یہ ماتم لے جائیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تین پیشگوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں۔ اور آج کون زمین پر ہے۔ جو اس عقدہ کو حل کرے۔
(اعجاز احمدی ص ۱۴)

۱۶ ۔ اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگان قوم کی ہدایت و اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توراۃ عین حمل میں نکاح کیا گیا۔ اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناحق

توڑ آگ ۔ اور تعدد ازدواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی ۔ یعنی باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی کے ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی ۔ کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے ۔ مگر میں کہتا ہوں ۔ کہ سب مجبوریاں تھیں ۔ جو پیش آ گئیں ۔ اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے نہ قابل اعتراض (کشتی نوح ص ۱۶) معاذ اللہ تعالیٰ

ضروریات دین میں تاویل بھی کفر ہے

جس طرح ضروریات دین میں سے کسی عقیدہ کا انکار کفر ہے اسی طرح اس کی تاویل بھی کفر ہے ۔ اور ایسے مقام پر عمدہ سے عمدہ اور خوبصورت سے خوبصورت تاویل بھی کفر سے نہیں بچا سکتی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے چند حوالے عرض کئے جاتے ہیں ۔ ملاحظہ فرمائیں ۔

۱ ۔ علامہ محقق الحافظ محمد بن ابراہیم الوزیر الیمانی رح (المتوفی سنہ ۸۴۰ھ) لکھتے ہیں ۔

لان الکفر ھو جحد الضروریات من الدین او تأویلھا (ایثار الحق علی الخلق ص ۴۲۴)

ضروریات دین کا انکار اور ان کی تاویل کفر ہے ۔

اور نیز تحریر فرماتے ہیں کہ !

مذھب الاکثرین من الائمۃ و جماھیر علماء الامۃ وھو التفصیل والقول بان التأویل فی القطعیات لا یمنع الکفر (اتحاف ج ۲ ص ۱۳)

اکثر ائمہ اور جمہور علماء امت کے مذہب میں قول مفصل یہ ہے کہ قطعیات (اور ضروریات دین) میں تاویل کفر سے نہیں بچاتی ۔

۲ ۔ مشہور متکلم علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ الخیالی رح (المتوفی سنہ ۸۶۲ھ) اور علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رح (المتوفی سنہ ۱۰۶۷ھ) لکھتے ہیں واللفظ لہ

التأویل فی ضروریات الدین لا یدفع الکفر (الخیالی ص ۱۲۶ مع حاشیہ فاضل سیالکوٹی رح)

ضروریات دین میں تاویل کفر سے نہیں بچاتی

۳ ۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح فرماتے ہیں کہ !

ثم التأویل تأویلان تأویل لا یخالف قاطعاً من الکتاب والسنۃ واتفاق الامۃ وتأویل یصادم ما ثبت بالقاطع

تاویل کی دو قسمیں ہیں ایک تاویل وہ ہے جو کتاب و سنت اور اتفاق امت کے قطعی دلائل کے مخالف نہ ہو اور دوسری تاویل وہ ہے

فیصل التفرقہ ـ مسوی ج ۱ ص ۱۰۹ ـ جو اس چیز سے متصادم ہو جو قطعی طور پر ثابت ہے ۔ ایسی تاویل زندقہ ہے

حافظ ابن الہمام محمد بن عبد الواحد (المتوفی ۸۶۱ھ) لکھتے ہیں کہ!

الاتفاق علیٰ ان ما کان من اصول الدین وضروریاته یکفر المخالف فیه (مسایرہ ج ۲ ص ۲۱۲ طبع مصر)

اس پر اتفاق ہے کہ اصول دین اور ضروریات دین کا جو شخص مخالفت کرتا ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

اور علامہ ابن عابدین الشامیؒ (المتوفی ۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ!

لا خلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام وان کان من اهل القبلة المواظب طول عمره علی الطاعات کما فی شرح التحریر (رد المختار ج ۱ ص ۳۷۷)

حضرات فقہاء کرام رح کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص ضروریات اسلام کا منکر ہو وہ کافر ہے۔ اگرچہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو اور اپنی ساری زندگی اس نے طاعات و عبادات میں گذاردی ہو

علامہ ابو البقاءؒ (المتوفی ۱۰۹۴ھ) فرماتے ہیں کہ!

ولا نزاع فی اکفار منکر شئ من ضروریات الدین (کلیات ابی البقاء ص ۵۵۴)

جس شخص نے ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا انکار کیا تو اس کی تکفیر میں کوئی نزاع نہیں ہے

اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) اہل قبلہ کی تکفیر کے بارے میں فرماتے ہیں کہ!

در تکفیر آنہا جرأت نباید نمود تا زمانیکہ انکار ضروریات دینیہ نمایند ورد متواترات احکام شرعیہ نکنند (مکتوبات امام ربانی ج ۳ ص ۳۸ و ج ۸ ص ۹۰)

ان کی تکفیر میں جرأت نہیں کرنی چاہیے تا وقتیکہ وہ ضروریات دینیہ اور احکام شرعیہ کے متواترات کا انکار نہ کریں۔

اور حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

اگر مخالف ادلہ قطعیہ است یعنی نصوص متواترہ واجماع قطعی است اورا کافر باید شمرد (فتاوی عزیزی جلد ۱ ص ۱۵۶)

اگر ادلہ قطعیہ یعنی نصوص متواترہ اور اجماع قطعی کا مخالف ہو تو اُسے کافر ہی سمجھنا چاہیے۔

ان تمام صاف اور صریح حوالوں سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ جس طرح ضروریات دین میں سے کسی قطعی اور ثابت شدہ امر کا انکار کفر ہے۔ اسی طرح اس کی تاویل بھی کفر ہے

اور تاویل ایسے مؤول کو کفر سے نہیں بچاتی۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ وغیرہ بزرگوں کے حوالوں سے یہ بات بھی بالکل عیاں ہو گئی۔ کہ کتاب و سنت متواترہ اور اجماع امت سے جو چیز ثابت ہو۔ وہ قطعی اور ضروریات دین میں سے ہوتی ہے

اور بحمد اللہ تعالیٰ مسئلہ ختم نبوت کتاب و سنت کے روشن دلائل اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ بقدر ضرورت اسی پیش نظر مقالہ میں حوالے مذکور ہیں۔

نعمت اللہ قادیانی کی افغانستان میں سنگساری

مرزا غلام احمد قادیانی کا ایک چیلہ نعمت اللہ قادیانی، غازی امان اللہ خاں مرحوم شاہ افغانستان کے دور میں افغانستان میں قادیانیت کی تبلیغ کے لئے گیا۔ وہاں کے جید علماء کرام اور غیور مسلمانوں نے اُسے گرفتار کروایا اور اسلامی عدالت کی طرف سے اس کے سنگسار کرنے کا فیصلہ صادر ہوا۔ چنانچہ اس کو برسر عام سنگسار کیا گیا۔ اور قادیانیت کے فتنہ بازوں کو پھر وہاں جانے کی جرأت ہی نہ ہوئی۔ اور وہ علاقہ اس طرح قادیانیت کی نحوست سے محفوظ رہا۔ اس نعمت اللہ کے سنگسار کئے جانے پر مرزا غلام احمد قادیانی اور لاہوری پارٹی کے سربراہ مسٹر محمد علی لاہوری اور ان کے چیلوں نے ہندوستان میں خوب واویلا مچایا اور اخبارات و رسائل میں اس پر بڑی لے دے کی۔ اس دور میں حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ (المتوفی ۱۳۶۹ھ بعمر ۶۴ سال ایک ماہ بارہ دن) نے علماء افغانستان کے فتویٰ کے درست ہونے اور نعمت اللہ کے ارتداد کی وجہ سے قتل کئے جانے کو قرآن کریم صحیح احادیث اور فقہاء ملت کے صریح فتووں سے جائز ثابت کیا۔ اور اس پر انہوں نے علمی رسالہ تصنیف فرمایا جس کا نام الشہاب لرجم الخاطف المرتاب تجویز فرمایا۔

یہ رسالہ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ میں تحریر کیا گیا۔ اس رسالہ کو سر ظفر اللہ خاں مرتد کی کوشش سے (جو بدقسمتی سے اس وقت پاکستان کا وزیر خارجہ تھا۔ اور اسی کی وجہ سے ابتداء میں پاکستان کے تعلقات حکومت افغانستان سے خاصے کشیدہ رہے۔ بلکہ خراب کئے گئے) پاکستان میں خلاف قانون قرار دے دیا گیا۔ حالانکہ حضرت مولانا عثمانیؒ پاکستان کے شیخ الاسلام تھے۔ مگر کچھ نہ کیا جا سکا۔ اور یہ رسالہ ضبط کر لیا گیا۔ اس رسالہ میں حضرت مولانا عثمانیؒ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے صریح حوالوں سے اس کے ادعائے نبوت کا اور تمام اہل اسلام

کے ہاں ختم نبوت کے قطعی عقیدہ کی مرزا قادیانی کی طرف سے بے جا اور باطل تاویلات اور تحریفات کا ذکر کر کے اس کا ملحد و زندیق ہونا اور قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی سے مرتد کا واجب القتل ہونا ثابت کیا ہے۔

چنانچہ مولانا عثمانی رحفرماتے ہیں۔

اس تمام تقریر سے یہ نتیجہ نکلا کہ مرزا غلام احمد قادیانی جس کی ختم نبوت کو رد کرنے والی تصریحات ہم نقل کر چکے ہیں۔ اسلام کے قطعی عقیدہ کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے مرتد اور زندیق ہے۔ اور جو جماعت ان تصریحات پر مطلع ہو کر ان کو صادق سمجھتی رہے۔ اور ان کی حمایت میں لڑتی رہے۔ وہ بھی یقیناً مرتد اور زندیق ہے۔ خواہ وہ قادیان میں سکونت رکھتی ہو۔ یا لاہور میں! جبتک وہ ان تصریحات کے غلط اور باطل ہونے کا اعلان نہ کریگی۔ خدا کے عذاب سے خلاصی پانے کی اس کے لئے کوئی سبیل نہیں بلفظہ (الشہاب ص۱ طبع دیوبند)

اس سے صاف طور پر واضح ہو گیا۔ کہ پاکستان کے شیخ الاسلام کے نزدیک مرزائیوں کی دونوں پارٹیاں قادیانی اور لاہوری مرتد اور زندیق ہیں۔ اور قتل کے بارے وہ یہ حوالہ نقل کرتے ہیں کہ

وقد اتفق الائمۃ علی ان من ارتد عن الاسلام وجب قتلہ وعلی ان قتل الزندیق واجب وھو الذی یسر الکفر ویتظاھر بالاسلام	بلاشبہ تمام حضرات ائمہ کرامؒ کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص اسلام سے پھر جائے اس کا قتل کرنا واجب ہے۔ اور اس پر بھی ان کا اجماع ہے۔ کہ زندیق کا قتل کرنا بھی واجب ہے اور وہ ایسا شخص ہے۔ جو کفر کو چھپاتا اور اسلام کا اظہار کرتا ہے
(المیزان الکبریٰ ج ۲ ص۱۶۵ عبدالوہاب شعرانیؒ)	

مرتد کی سزا

اسلام میں غیر مسلموں کے لئے تبلیغ و ترغیب تو ہے۔ لیکن لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْن کے قاعدہ کے مطابق جبراً کسی کو مسلمان نہیں بنایا جا سکتا لیکن اگر کوئی مسلمان ہے۔ اور وہ بدبخت اسلام سے پھر کر مرتد ہو جائے (العیاذ باللہ تعالیٰ) تو وہ خدا تعالیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا باغی ہے۔ جب دنیا کی کسی حکومت میں باغی کسی رعایت کا مستحق نہیں بلکہ تختہ دار پر لٹکائے جانے کے قابل ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے باغی کے لئے رعایت کی گنجائش کیسے؟ بلکہ اگر قتل سے کوئی زیادہ سزا ہوتی تو وہ اس کا بھی مستحق ہے مرتد کا قتل کرنا قرآن و حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

قرآن کریم

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل

کے بعض لوگوں کا ذکر فرمایا ہے۔ کہ انہوں نے بچھڑے کی عبادت کر کے ارتداد اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔

فَتُوبُوا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ — سو اب توبہ کرو اپنے پیدا کرنے والے کیطرف اور مار ڈالو اپنی اپنی جان
(پ ۱۔ البقرہ رکوع ۶)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں اکثر تفاسیر میں لکھا ہے۔ کہ جن لوگوں نے گئوسالہ پرستی کی تھی اور جو مرتد ہو گئے تھے۔ ان کو ان لوگوں کے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق قتل کرایا گیا جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی تھی۔ اور ان لوگوں کے واقعہ کو بیان فرما کر اللہ تعالیٰ دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے

وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ٥ (پ ۹۔ الاعراف رکوع ۹)
اور یہی سزا دیتے ہیں ہم بہتان باندھنے والوں کو

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ کہ اس سے معلوم ہوا کہ مرتد کی سزا دنیا میں قتل ہے ملخصاً اور الشہاب میں اس پر انہوں نے مفصل بحث کی ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

ممکن ہے کسی کو یہ شبہ ہو۔ کہ قتل مرتدین کا یہ فیصلہ تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کا حکم تھا اور ہماری شریعت اس کے علاوہ ہے۔ تو جواب یہ ہے۔ کہ اولاً تو ہمارا استدلال صرف فَاقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ کے جملہ سے ہی نہیں ہے تاکہ یہ سمجھا جائے کہ یہ حکم بنی اسرائیل کے ساتھ مختص تھا۔ جو اس کے مخاطب تھے۔ بلکہ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ کے جملہ سے بھی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے مرتدین کے بارے اپنی عادت جاری بیان فرمائی ہے۔ کہ مرتدوں کو ایسی ہی سزا دیتے رہیں یا دیں گے۔ کیونکہ نَجْزِي مضارع کا صیغہ ہے جس میں حال اور استقبال کا معنیٰ پایا جاتا ہے۔ تو اس میں اللہ تعالیٰ نے مرتدوں کی سزا کے بارے اپنی عادت جاریہ کا ذکر فرمایا ہے جو واضح ہے (ثانیاً) اصول فقہ کی کتابوں میں تصریح موجود ہے کہ،

وشرائع من قبلنا تلزمنا اذا قص الله ورسوله من غير نكير الخ
نور الانوار ص ۲۱۶

ہم سے پہلے کی شریعتوں کے احکام جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے بیان کئے ہوں اور ان پر نکیر نہ ہو تو وہ ہم پر بھی لازم ہیں۔

اور قتل مرتد کی اللہ تعالیٰ نے وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ میں تائید کی ہے نہ کہ تردید اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحیح احادیث قتل مرتد کی تائید کرتی ہیں۔ نہ کہ تکذیب و تردید تو قرآن کریم کی نص قطعی سے مرتد کی سزا قتل ثابت ہوئی جس میں کسی قسم کا کوئی شبہ و تردد نہیں ہے۔ البتہ لاَفْسِدْہ کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

مسلمانوں کو منکروں کے انکار کو خاطر میں نہیں لانا چاہیے۔ اور حق کے میدان میں بلا خطر چلنا چاہیے ۔

میدان میں گرجتا ہوا شیروں کی طرح چل تو شیر ہے دشمن کے کلیجے کو ہلا دے

احادیث

۱۔ حضرت عکرمہؒ (المتوفی ۱۰۷ھ) سے روایت ہے کہ!

ان علیاً حرق قوماً فبلغ ابن عباسؓ فقال لو کنت انا لم احرقهم لان النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم قال لا تعذبوا بعذاب اللّٰہ ولقتلتهم کما قال النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم من بدل دینه فاقتلوه (بخاری ج۲ ص۱۰۲۳ و ج۲ ص۱۰۲۳ و ترمذی ج۱ ص۱۵۱) وفیه فبلغ ذالک علیاً فقال صدق ابن عباسؓ وقال هذا حدیث حسن صحیح وابوداؤد ص۲۴۲ ج۲ ونسائی ص۱۵۱ ج۲ ومشکوٰۃ ج۲ ص۳۰۷ وسنن الکبریٰ ص۱۹۵ ج۸)

حضرت علیؓ نے کچھ لوگوں کو آگ میں جلا دیا۔ یہ خبر جب حضرت ابن عباسؓ کو پہنچی۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ اگر میں ہوتا تو میں ان کو آگ میں نہ جلاتا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب (آگ) سے کسی کو سزا نہ دو بلکہ میں ان کو قتل کر دیتا۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جس نے اپنا دین (اسلام) بدل دیا۔ تو اس کو قتل کر دو۔ ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ جب حضرت ابن عباسؓ کی یہ بات حضرت علیؓ کو پہنچی۔ تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابن عباسؓ نے سچ کہا ہے۔

اور حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت یوں ہے۔

عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم من بدل دینه فاقتلوه (ابن ماجه ص۱۸۵ واللفظ له ومسند احمد ج۱ ص۲۱۷ ص۳۲۲ ومسند حمیدی ج۱ ص۲۴۴ وسنن الکبریٰ ج۸ ص۱۹۵ ومشکوٰۃ ج۲ ص۳۰۷

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جس نے اپنا دین (اسلام) بدل دیا۔ تو اُسے قتل کر دو

دالجامع الصغیر ص۳۸ ج ۲ وقال صحیح، والسراج المنیر ص۳ ج ۳)

اس صحیح حدیث سے مرتد کا قتل بالکل آشکارا ہے۔ جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آنجہانی مسٹر غلام احمد پرویز کی طرح کسی کج فہم کو یہ شبہ ہو۔ کہ اس حدیث میں من بدّل دینہٗ فاقتلوہ کے عمومی الفاظ سے اسلام سے پھر جانے والے مرتد کا قتل ثابت اور متعین نہیں ہوتا۔ کیونکہ من بدّل دینہٗ میں الفاظ عام ہیں۔ مثلاً یہودی کا عیسائی ہو جانا یا عیسائی کا ہندو یا سکھ ہو جانا یا ہندو کا عیسائی اور یہودی وغیرہ ہو جانا وغیر ذالک۔ تو اس سے اسلام سے پھر کر مرتد ہونے والے کا قتل کیسے متعین ہوا؟

الجواب یہ شبہ نہایت ہی سطحی ذہن کی پیداوار ہے جس کی کوئی قدر و منزلت ہی نہیں ہے (اوّلاً) تو اس لئے کہ اسی حدیث میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ کہ

ان علیاً رضؓ حرق قاسا ارتدوا عن الاسلام الحدیث (ابو داؤد ص۲۴۲ ج ۲ وترمذی ص۱۷۱ ج ۱ ونسائی ص۱۵۱ ج ۲)

حضرت علیؓ نے ان لوگوں کو آگ میں جلایا تھا۔ جو اسلام سے پھر گئے تھے۔

اس سے بالکل واضح ہو گیا۔ کہ یہ کاروائی ان لوگوں کے بارے میں ہوئی جو اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہو گئے تھے۔ وہ لوگ اسلام سے بایں طور پھر کہ پہلے مسلمان تھے پھر مرتد ہو گئے۔ یا پہلے منافقانہ طور پر انہوں نے اسلام کا اظہار کیا۔ پھر کھلے طور پر کفر کی طرف پھر گئے۔ کوئی بھی معنیٰ لیا جائے۔ یہ صحیح روایت اسلام سے پھر کر مرتد ہونے والوں کے قتل کئے جانے پر نص ہے۔ اور حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد من بدّل دینہٗ فاقتلوہ سے یہی سمجھے ہیں۔ کہ دین اسلام سے پھر جانے والے کا یہ حکم ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ یہ حدیث مرتد عن الاسلام کے قتل کے متعلق ہے نہ کہ ہندو سے عیسائی اور عیسائی سے یہودی وغیرہ ہو جانے کے بارے میں۔ (وثانیاً) اس لئے کہ حضرت ابن عباسؓ ہی سے روایت ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من جحد آیۃ من القرآن فقد حل ضرب عنقہ الحدیث (ابن ماجہ ص۱۸۵)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے قرآن کریم کی کسی آیت (یا اس سے مطلوب معنیٰ کا۔ صفدر) انکار کیا تو بلاشک اس کی گردن اڑا دینا حلال اور جائز ہے۔

۱ ۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص پورے قرآن کریم کو مانتا ہے مگر اس کی کسی ایک آیت (یا اس کے مقصود معنیٰ) کا انکار کرتا ہے تو وہ مرتد اور قابل قتل ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ حدیث من بدل دینہ فاقتلوہ۔ اسلام سے پھر جانے والے کے بارے میں ہے نہ کہ کسی کافر کے اپنا دین چھوڑ کر کفر کے کسی اور دین کو اختیار کر لینے والے کے بارے میں!

۲ ۔ حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ (عبد اللہ بن قیس المتوفی ۴۲ھ) کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یمن کے ایک صوبے کا گورنر بنا کر بھیجا۔ جبکہ حضرت معاذ بن جبل کو اُن کے بعد دوسرے صوبے کا گورنر بنا کر بھیجا۔ حضرت معاذؓ حضرت ابو موسیٰ کی ملاقات کیلئے گئے۔ حضرت ابو موسیٰؓ نے اکرام ضیف کی مد میں حضرت معاذ کیلئے تکیہ ڈالا۔ اور حضرت معاذؓ ابھی تک سوار تھے۔

واذا رجل عندہ موثق قال ما ھذا قال کان یھودیا فاسلم ثم تھود قال اجلس قال لا اجلس حتیٰ یقتل قضاء اللہ ورسولہ ثلاث مرات فامر بہ فقتل

(بخاری ص ۱۰۲۳ ج ۲ ومختصراً ص ۱۰۵۹ ج ۲ ومسلم ص ۱۲۱ ج ۲ وسنن الکبریٰ ص ۲۰۵ ج ۸)

تو انہوں نے حضرت ابو موسیٰؓ کے پاس ایک شخص باندھا ہوا دیکھا، پوچھا کہ یہ کون ہے؟ حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا کہ یہ پہلے یہودی تھا۔ پھر مسلمان ہوا۔ اس کے بعد پھر یہودی ہو گیا۔ فرمایا اے معاذؓ بیٹھ جاؤ۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ جب تک اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ میں نہیں بیٹھوں گا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا یہی فیصلہ ہے۔ تین دفعہ انہوں نے یہ فرمایا۔ پھر اس مرتد کے بارے میں قتل کا حکم دیا گیا اور وہ قتل کر دیا گیا۔

اور بخاری شریف میں دوسرے مقام پر روایت یوں ہے کہ!

فسار معاذ فی ارضہ قریبا من صاحبہ ابی موسیٰ فجاء یسیر علیٰ بغلتہ حتیٰ انتھیٰ الیہ واذھو جالس وقد اجتمع الیہ الناس واذا رجل عندہ قد جمعت یداہ الیٰ عنقہ فقال لہ معاذ یا عبداللہ بن قیس ایم ھذا قال ھذا رجل کفر بعد اسلامہ قال لا انزل حتیٰ یقتل

حضرت معاذؓ اپنے علاقہ کی زمین میں اپنے ساتھی حضرت ابو موسیٰؓ کے قریب پہنچے۔ تو وہ خچر پر سوار تھے اور حضرت ابو موسیٰؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ان کے پاس لوگ جمع تھے۔ اور ان کے پاس ایک شخص کی مشکیں کسی ہوئی تھیں حضرت معاذؓ نے فرمایا اے عبداللہ بن قیس یہ کون ہے؟ فرمایا کہ یہ شخص اسلام لانے کے بعد کافر ہو گیا ہے۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ میں!

قال انما جئ بہ لذالک فانزل قال ما انا بنازل حتی یقتل فامر بہ فقتل ثم نزل (بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۲)

وقت تک نہیں اتروں گا۔ جب تک کہ اس کو قتل نہ کیا جائے۔ حضرت ابو موسیٰ نے کہا۔ اس کو اسی لئے تو لایا گیا ہے آپ اتریں فرمایا۔ جب تک اس کو قتل نہ کیا جائے گا۔ میں نہیں اتروں گا۔ اس کو قتل کیا گیا تو وہ اترے۔

۳۔ حضرت عثمانؓ بن عفان (المتوفی ۳۵ھ) سے روایت ہے۔

قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول لایحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلاث ان یزنی بعد ما احصن او یقتل انسانا او یکفر بعد اسلامہ فیقتل (نسائی ج ۲ ص ۱۵۱ والوداؤد الطیالسی ص ۱۳ ومسند احمد ج ۱ ص ۶۱ وسنن الکبری ج ۸ ص ۱۹)

وہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ کسی مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں ہے۔ مگر تین چیزوں سے یہ کہ شادی کے بعد کوئی زنا کرے یا کسی انسان کو قتل کر دے یا اسلام کے بعد کفر اختیار کرے۔ تو اس کو قتل کیا جائے گا۔

اور یہ روایت ابن ماجہ میں بھی ہے۔ اور اس میں الفاظ یہ ہیں۔

او رجل ارتد بعد اسلامہ (ابن ماجہ ص ۱۸۵)

یا وہ شخص جو اسلام کے بعد مرتد ہو جائے

۴۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں۔ کہ!

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یحل دم رجل مسلم یشہد ان لا الٰہ الا اللہ وانی رسول اللہ الا باحدی ثلاث الثیب الزانی والنفس بالنفس والتارک لدینہ المفارق للجماعۃ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۶ مسلم ج ۲ ص ۵۹ و ابوداؤد ج ۲ ص ۲۴۲ و ابن ماجہ ص ۱۸۵ ومسند احمد ج ۱ ص ۳۸۲ وسنن الکبری ج ۸ ص ۱۹۴ و جلد ۸ ص ۲۰۲)

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان کا جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور اس کی کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ خون بہانا جائز نہیں۔ مگر تین چیزوں میں سے کسی ایک کے ارتکاب سے (۱) شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کرے یا (۲) کسی کو قتل کر دے تو اس کو قصاص میں قتل کیا جائے گا یا (۳) اپنے دین (اسلام) کو چھوڑ کر ملت سے جدا ہو جائے تو قتل کیا جائے گا۔

اس صحیح اور صریح حدیث میں اس کی وضاحت ہے کہ دین سے دین اسلام مراد ہے۔ کہ جو مسلمان اپنے دین اسلام سے پھر کر مرتد ہو جائے۔ تو وہ قابل گردن زدنی ہے۔ اور اس جرم کی وجہ سے اُسے قتل کیا جائے گا۔

۵ ۔ حضرت عائشہ رضؓ (المتوفاۃ ۵۸ھ) سے روایت ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من ارتد عن دینہ فاقتلوہ (مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۶۴)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو شخص اپنے دین (اسلام) سے پھر گیا۔ تو اُسے قتل کر دو۔

۶ ۔ مشہور تابعی حضرت ابو قلابہؒ (عبداللہ بن زید الجرمیؒ المتوفی ۱۰۴ھ) نے خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (المتوفی ۱۰۱ھ) کی بھری ہوئی عدالتی اور علمی مجلس میں یہ حدیث بیان فرمائی۔

فواللہ ما قتل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احداً قط الا فی ثلاث رجل قتل بجریرۃ نفسہ فقتل او رجل زنی بعد احصان او رجل حارب اللہ ورسولہ وارتد عن الاسلام الحدیث (بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۹)

بخدا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی بھی کسی کو قتل نہیں کیا۔ مگر تین جرائم میں وہ شخص جو ناحق کسی کو قتل کرتا۔ تو اُسے قصاص میں قتل کرتے یا شادی کے بعد زنا کرتا تو اُسے قتل کرتے یا اسلام سے پھر کر مرتد ہو جاتا۔ تو اُسے قتل کرتے

ایسی صحیح اور صریح احادیث کی موجودگی میں یہ موشگافیاں کہ یہ احادیث اسلام سے پھر کر مرتد ہو جانے والے کے بارے میں نہیں یا یہ احادیث ضعیف ہیں یا یہ احادیث کلمہ گو کے قتل سے خاموش ہیں۔ یا یہ صرف ان لوگوں کے بارے میں ہیں۔ جو اسلام سے خارج ہو کر کھلے طور پر علانیہ کافر ہو جائیں وغیرہ وغیرہ کسی مسلمان کا کام نہیں ہو سکتا۔ یہ کاروائی صرف وہی کر سکتا ہے جو ملحد و زندیق ہو۔

حضرات آئمہ دین

جس طرح قرآن و حدیث اور دین اسلام کی باریکیوں کو حضرات آئمہ دین سمجھتے ہیں۔ ایسا کوئی اور نہیں سمجھ سکتا۔ اور ان میں سے بھی علی الخصوص حضرات آئمہ اربعہؒ جن کے مذاہب مشہور اور متداول اور امت مسلمہ میں قابل اعتماد ہیں۔ اور آجکل کے ملحد بھی آزاد دور میں ملاحدہ اور زنادقہ کو جو اسلام کے مدعی

تو ہیں۔ مگر اسلام کی سمجھ ہی انکو نہیں۔ اور نہ وہ اس کی روح سے واقف ہیں۔ وہ صرف اپنی نارسا عقل و خرد پر نازاں و فرحاں ہیں۔ اور اسی کو وہ حرف آخر سمجھتے ہیں۔ اور حضرات سلفؒ پر طعن کرتے ہیں۔ حضرت امام مالکؒ (المتوفی ۱۷۹ھ) اس حدیث پر یہ باب قائم کرتے ہیں۔

القضاء فیمن ارتد عن الاسلام مالک عن زید بن اسلم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال من غیر دینہ فاضربوا عنقہ قال مالک ومعنی قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیما نری واللہ تعالیٰ اعلم من غیر دینہ فاضربوا عنقہ انہ من خرج من الاسلام الی غیرہ مثل الزنادقۃ واشباھہم فان اولئک اذا ظہر علیہم قتلوا ولم یستتابوا لانہ لا یعرف توبتہم وانہم یسرون الکفر ویعلنون الاسلام فلا اری ان یستتاب ھؤلاء ولا یقبل منہم قولہم واما من خرج من الاسلام الی غیرہ واظہر ذالک فانہ یستتاب فان تاب والا قتل وذلک لو ان قوما کانوا علی ذلک رأیت ان یدعوا الی الاسلام ویستتابوا فان تابوا قبل ذلک منہم وان لم یتوبوا قتلوا ولم یعن بذلک فیما نری واللہ اعلم من خرج من الیہودیۃ الی النصرانیۃ ولا من النصرانیۃ الی الیہودیۃ ولا من یغیر دینہ من اہل الادیان

اس شخص کے بارے فیصلہ جو اسلام سے پھر جائے۔ امام مالکؒ حضرت زید بن اسلمؒ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے اپنا دین بدل دیا۔ تو تم اس کی گردن اڑا دو۔ حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا ہماری دانست میں معنیٰ یہ ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ کہ جو شخص اسلام سے نکل کر زنادقہ وغیرہم میں جا ملا۔ ایسے زنادقہ پر جب مسلمانوں کا غلبہ ہو جائے۔ تو ان سے توبہ طلب کئے بغیر ان کو قتل کیا جائے۔ کیونکہ زنادقہ کی توبہ معلوم نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ کفر کو چھپاتے اور اسلام کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور ہماری دانست کے مطابق نہ تو ان سے توبہ طلب کیجائے اور نہ توبہ قبول کی جائے۔ باقی رہے وہ لوگ جو اسلام سے کفر کی طرف نکلے اور کفر کو ظاہر کیا۔ تو ان پر توبہ پیش کی جائے گی۔ اور اگر وہ توبہ کریں۔ تو فبہا ورنہ ان کو قتل کیا جائے گا۔ یعنی اگر کوئی قوم اسلام سے برگشتہ ہو کر کفر کا اظہار کرتی ہے۔ تو اس سے توبہ کرنے کا کہا جائے گا۔ اگر تائب ہو گئی تو قبول کر لی جائے گی ورنہ اس کو قتل کر دیا جائیگا۔ اور اس حدیث کا مطلب ہماری دانست میں یہ نہیں اور اللہ تعالیٰ بہتر

كلها الا الاسلام فمن خرج من الاسلام الى غيره واظهر ذلك فذلك الذى عنى به والله اعلم

(موطا امام مالکؒ ص۳۰۸ طبع مجتبائی دہلی)

بہتر جانتا ہے کہ کوئی شخص یہودیت سے نصرانیت کی طرف یا نصرانیت سے یہودیت یا اسلام کے بغیر کسی اور دین کی طرف پھر جائے تو اس کے متعلق یہ حدیث ہے بلکہ یہ حدیث صرف اس کے بارے میں ہے۔ جو اسلام کو ترک کر کے کفر کو اختیار کرے اور ظاہر کرے

حضرت امام مالکؒ مَن بدّل دینہٗ اور مَن غیّر دِینَہٗ کا یہی مطلب لیتے ہیں۔ کہ جو شخص دینِ اسلام سے پھر کر کفر کی طرف چلا جائے اور زندیق تو ایسا واجب القتل ہے۔ کہ نہ تو اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کی توبہ کا کوئی اعتبار ہے۔ وہ بہرحال اور بہرکیف واجب القتل ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ نعمان بن ثابتؒ (المتوفی ۱۵۰ھ) امام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی الحنفیؒ (المتوفی ۳۲۱ھ) فرماتے ہیں کہ :

وقد تکلم الناس فی المرتد عن الاسلام ایستتاب ام لا فقال قوم ان استتاب الامام المرتد فھو احسن فان تاب والا قتل وممن قال ذلک ابوحنیفۃ وابو یوسف ومحمد رحمۃ اللہ علیہم وقال آخرون لا یستتاب وجعلوا حکمہ کحکم الحربیین علی ما ذکرنا من بلوغ الدعوۃ ایاھم ومن تقصیرھا عنھم وقالوا انما یجب الاستتابۃ لمن خرج الاسلام لا عن بصیرۃ منہ بہ فاما من خرج منہ الی غیرہ علی البصیرۃ فانہ یقتل ولا یستتاب وھذا قول قال بہ ابو یوسف فی کتاب الاملاء قال اقتلہ ولا استتیبہ الا انہ ان بدرنی بالتو

لوگوں نے اسلام سے نکل کر مرتد ہو جانے والے کے بارے میں بحث کی ہے۔ کہ کیا اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا؟ یا نہیں؟ علماء کی ایک قوم کہتی ہے۔ کہ اگر حاکم مرتد سے توبہ کرنے کا مطالبہ کرے تو اچھا ہے۔ توبہ نہ کرے تو قتل کر دیا جائے حضرت امام ابوحنیفہؒ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہی قول ہے۔ اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں۔ کہ مرتد سے توبہ کا مطالبہ نہ کیا جائے جیسا کہ دار الحرب کے کفار کو جب دعوتِ اسلام پہنچ جائے۔ تو پھر ان کو اسلام کی دعوت دینے کی ضرورت نہیں نہ پہنچی ہو تو دعوت دی جائے۔ اور فرماتے ہیں کہ توبہ کا مطالبہ اس وقت واجب ہے جبکہ کوئی شخص اسلام سے بے سمجھی کی وجہ سے کفر کی طرف چلا جائے۔ رہا وہ شخص جو سوچے سمجھے طریقہ پر اسلام

خليت سبيله ووكلت امره الى الله تعالى (طحاوی ج ۲ صنا کتاب السیر)

سے کفر کی طرف چلا جائے۔ تو اُسے قتل کیا جائے اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہ کیا جائے۔ امام ابو یوسف نے کتاب الاملاء میں ایسا ہی فرمایا ہے کہ میں اُسے قتل کر دونگا۔ اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کرونگا ہاں اگر وہ میرے اقدام سے پہلے ہی توبہ کرے تو میں اُسے چھوڑ دوں گا اور اُسکا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دونگا

حضرت امام شافعیؒ (محمد بن ادریسؒ المتوفی ۲۰۴ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ:

ولم يختلف المسلمون انه لا يحل ان يفادى بمرتد ولا يمن عليه ولا تؤخذ منه فدية ولا يترك بحال حتى يسلم او يقتل والله اعلم

(كتاب الام ج ۶ ص۱۵۲)

مسلمانوں میں کسی کا اس بارے کبھی اختلاف نہیں ہوا بلکہ سب کا اتفاق ہے۔ کہ مرتد کا فدیہ میں دینا جائز نہیں اور نہ اس پر احسان کیا جائے اور نہ اس سے فدیہ لیا جائے اور اس کو ارتداد پر بھی نہیں چھوڑا جا سکتا۔ یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائے یا قتل کیا جائے۔

حضرت امام شافعیؒ کا یہ حوالہ قتل مرتد کے بارے، بالکل واضح ہے۔

حضرت امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی الشافعیؒ (المتوفی ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں کہ:

وقد اجمعوا على قتله لكن اختلفوا فى استتابته هل هى واجبة ام مستحبة اھ

(نووی شرح مسلم ج ۲ ص۲۲)

تمام اہل اسلام کا قتل مرتد پر اجماع ہے ہاں اس میں اختلاف ہے۔ کہ مرتد پر توبہ پیش کرنا واجب ہے یا مستحب؟

بعض آئمہ کرامؒ مرتد پر توبہ پیش کرنا واجب کہتے ہیں اور بعض مستحب کہتے ہیں

چنانچہ علامہ علاؤالدین بن علی بن عثمان المارد ینی (المتوفی ۷۴۵ھ) فرماتے ہیں، کہ:

وقال صاحب الاستذكار لا اعلم بين الصحابة خلافاً فى استتابة المرتد فكانهم فهموا من قوله عليه السلام من بدل دينه فاقتلوه اى

مصنف استذکار (شرح مؤطا امام مالک امام ابو عمر بن عبدالبرؒ المتوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ مرتد پر توبہ پیش کرنے کے بارے میں مجھے حضرات صحابہ کرامؓ میں کوئی اختلاف معلوم نہیں ہے پس گویا

بعد ان یستتاب
(الجوہر النقی ج ۸ ص۲۰۵)

کہ حضرات صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد من بدل دینہ فاقتلوہ سے یہی سمجھا ہے کہ توبہ پیش کرنے کے بعد مرتد کو قتل کرنا چاہیے

امام ابو عمر بن عبد البر (المتوفی ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں کہ

وفقہ هذا الحدیث ان من ارتد عن دینہ حل دمہ وضربت عنقہ والامۃ مجمعۃ علی ذلک وانما اختلفوا فی استتابتہ۔ اھ
(التمہید ص ۳۰۶ / ۵)

اور اس حدیث سے جو فقہی مسئلہ ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے دین (اسلام) سے پھر گیا اور مرتد ہو گیا تو اسکا قتل کرنا اور اسکی گردن اڑا دینا جائز ہے اور امت کا اس پر اجماع و اتفاق ہے انمیں (بعض کا) اختلاف صرف اس میں ہے کہ کیا مرتد پر توبہ پیش کی جائے یا نہیں؟

علامہ عزیزی رح فرماتے ہیں۔

فاقتلوہ بعد استتابتہ وجوباً فالی البلوغ وعمومہ یشمل الرجل وهو اجماع والمرأۃ وعلیہ الائمۃ الثلاثۃ خلافاً للحنفیۃ۔ اھ (السراج المنیر ج ۳ ص ۳۰۳)

فاقتلوہ کا مطلب یہ ہے کہ مرتد سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے اس کے بعد اس کا قتل کرنا واجب ہے۔ امام عبد الرؤف مناوی فرماتے ہیں کہ الفاظ کا عموم مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے مرتد مرد کے قتل کرنے پر تو اجماع ہے اور مرتد عورت کے کرنے پر تینوں اماموں کا اتفاق ہے احناف اختلاف کرتے ہیں۔

اس سے بھی واضح ہو گیا کہ توبہ پیش کرنے کے بعد مرتد کے اسلام سے انکار کرنے پر اس کا قتل واجب ہے مرد مرتد کے قتل پر تو تمام حضرات آئمہ کرام کا اجماع ہے عورت مرتد کے بارے حضرات آئمہ ثلاثہ کا یہی مسلک ہے البتہ احناف یہ کہتے ہیں کہ اس کو قتل نہ کیا جائے کیونکہ صنف نازک ہونے کی وجہ سے عموماً وہ لڑائی اور جھگڑا نہیں کرتی

قاضی محمد بن علی الشوکانی رح (المتوفی ۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ:

وخص الحنفیۃ بالذکر وتمسکوا بحدیث النهی عن قتل النساء
(نیل الاوطار ج ۷ ص ۲۰۳)

احناف نے اس حدیث کو (ضمیر مذکر کے پیش نظر) مرد کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں عورتوں کے قتل کرنے کی نہی وارد ہوئی ہے

ہاں اگر کوئی عورت لڑائی پر اتر آئے اور ارتداد کو پھیلانے کی سعی کرے تو اس کا معاملہ الگ اور جدا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل (المتوفی ۲۴۱ھ) کا مسلک امام موفق الدین ابن قدامۃ الحنبلی (المتوفی ۶۲۰ھ) یوں نقل کرتے ہیں۔

الفصل الثالث انہ لا یقتل حتی یستتاب عند اکثر اهل العلم منهم عمر وعلی وعطاء والنخعی ومالک والثوری والاوزاعی واسحاق واصحاب الرأی وهو احد

تیسری فصل اکثر اہل علم یہ کہتے ہیں کہ مرتد کو اس پر توبہ پیش کئے بغیر قتل نہ کیا جائے جن میں حضرت عمر حضرت علی رض حضرت عطاء امام نخعی امام مالک امام ثوری امام اوزاعی امام اسحاق اور فقہاء احناف شامل

قول الشافعی وروی عن احمد روایة اخری انه لا تجب استتابته لکن تستحب وهذا القول الثانی للشافعی وهو قول عبید بن عمیر وطاؤس ویروی ذالک عن الحسن لقول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من بدل دینه فاقتلوه ولم یذکر استتابة اھ

(مغنی ج ۸ ص ۱۲۴)

ہیں اور حضرت امام شافعیؒ کا بھی ایک قول یہی ہے اور حضرت امام احمدؒ سے ایک دوسری روایت یہ ہے کہ مرتد سے توبہ کا مطالبہ واجب نہیں ہے لیکن مستحب ہے اور یہ امام شافعیؒ کا بھی ایک دوسرا قول ہے اور امام عبیدؒ بن عمیرؒ اور امام طاؤسؒ کا بھی یہی قول ہے اور حضرت حسن بصریؒ سے بھی یہ مروی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اپنا دین (اسلام) بدل دے تو اُسے قتل کر دو اور توبہ کا مطالبہ اس میں مذکور نہیں ہے

ان تمام صریح حوالوں سے مرتد کا قتل کرنا آفتاب نصف النہار کی طرح ثابت ہے۔ علامہ ابو محمد بن حزمؒ لکھتے ہیں کہ قتل مرتد کا معاملہ امت میں ایسا معروف و مشہور ہے کہ کوئی مسلمان شخص اس کے انکار پر قادر نہیں (المحلی ج ۸ ص ۲۲۶) ان کے علاوہ بھی کتب فقہ و فتاویٰ میں قتل مرتد کی تصریح موجود ہے۔ مثلاً ہدایہ ج ۲ ص ۹ ، فتح القدیر ج ۴ ص ۳۸۶ ، شامی ج ۳ ص ۳۹۵ اور بحر الرائق جلد ۵ ص ۱۲۵ وغیرہ

علامہ علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی (المتوفی ۵۸۷ھ) فرماتے ہیں کہ!

مرتد کے قتل پر حضرات صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے۔ البتہ مستحب یہ ہے کہ مرتد کو تین دن تک بند رکھا جائے۔ اگر وہ اسلام قبول کرے تو اچھا ہے ورنہ اُسے قتل کر دیا جائے (بدائع الصنائع ج ۷ ص ۱۳۴)

امام موفق الدین ابن قدامہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ!

واجمع اهل العلم علی وجوب قتل المرتد وروی ذالک عن ابی بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ ومعاذؓ وابی موسیٰؓ وابن عباسؓ وخالدؓ وغیرهم ولم ینکر ذالک فکان اجماعاً

(مغنی ابن قدامہ ج ۸ ص ۱۲۳)

اہل علم کا قتلِ مرتد پر اجماع ہے حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت معاذؓ، حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت خالدؓ بن الولید وغیرہم سے یہی مروی ہے اور حضرات صحابہ کرامؓ کے دور میں اس کا کوئی انکار نہیں کیا گیا۔ تو یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ جس مسئلہ پر قرآن کریم اور صحیح احادیث سے واضح دلائل موجود ہوں اور

جس مسئلہ پر حضرات خلفاء راشدین رض متفق ہوں اور جس مسئلہ پر حضرت معاذ رض اور حضرت ابوموسیٰ الاشعری رض جیسی شخصیتیں متفق ہوں۔ جو اپنے دور میں گورنری کے عہدہ پر فائز تھیں اور جس مسئلہ پر حضرت ابن عباس رض جیسے ترجمان القرآن اور حبر الامت متفق ہوں۔ اور جس مسئلہ پر حضرت خالد رض بن الولید جیسے مجاہد اور فوج کے سپہ سالار متفق ہوں۔ اور جس مسئلہ پر بقیہ حضرات صحابہ کرام رض میں کوئی ایک فرد بھی اس کے خلاف لب کشائی نہ کرتا ہو۔ اور جس مسئلہ پر حضرات آئمہ اربعہ اور جمہور آئمہ کرام رح متفق ہوں اور جس مسئلہ کے خلاف کوئی مسلمان انکار کرنے پر قادر نہ ہوا ہو۔ تو اس مسئلہ کے حق اور ثابت ہونے میں کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے۔

حضرت امام ابو عمرو عامر رح بن شراحیل شعبی رح المتوفی ۱۰۹ھ فرماتے ہیں کہ!

کان العلم یؤخذ عن ستۃ عمر رض و علی رض و ابی رض و ابن مسعود رض و زید رض و ابی موسیٰ رض وقال ایضاً قضاۃ الامۃ اربعۃ عمر رض و علی رض و زید و ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۲۳)

علم کا مرکز چھ حضرات تھے۔ حضرت عمر رض حضرت علی رض، حضرت ابی رض، حضرت ابن مسعود رض حضرت زید رض اور حضرت ابو موسیٰ رض اور نیز انہوں نے فرمایا کہ امت کے جج اور قاضی چار ہیں حضرت عمر رض، حضرت علی رض، حضرت زید رض بن ثابت اور حضرت ابو موسیٰ الاشعری رض

یعنی یہ وہ حضرات ہیں جن سے علم دین اخذ کیا جاتا تھا۔ اور امت مسلمہ کے وہ مسلّم قضاۃ و جج تھے اور حضرت صفوان بن سلیم رح الامام المدنی الفقیہ رح المتوفی ۱۳۲ھ فرماتے ہیں کہ

لم یکن یفتی فی زمن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم غیر عمر رض و علی رض و معاذ رض و ابی موسیٰ رض (تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۲۳)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ان چار حضرات کے بغیر اور کوئی فتویٰ نہیں دیتا تھا۔ وہ حضرت عمر رض، حضرت علی رض، حضرت معاذ رض اور حضرت ابو موسیٰ الاشعری رض ہیں۔

آپ حضرات بخوبی اس مقالہ میں مرتد کے بارے ان حضرات کے فتوے اور فیصلے پڑھ چکے ہیں۔

اس مقالہ میں پیش کئے گئے واضح اور صریح حوالوں سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ مرزائیوں کی دونوں پارٹیاں قادیانی اور لاہوری اسلامی حکومت میں شرعاً واجب القتل ہیں۔ اگر کوئی اسلام سے پھر کر مرزائی ہوا ہو تو مرتد ہونے کی وجہ سے واجب القتل۔

اور اگر کوئی نسلاً بعد نسل مرزائی چلا آتا ہے ۔ تو زندیق ہونے کی وجہ سے واجب القتل ہے اور یہی حکم ہے ہر اس گمراہ پارٹی یا فرد کا جو ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر یا مؤول ہو۔ ملاحظہ ہو شامی ج ۳ ص ۳۲۵ ۔ مگر یہ یاد رہے ۔ کہ کسی کو حداً یا تعزیراً قتل کرنا صرف اسلامی حکومت اور عدالت شرعیہ کا کام ہے ۔ عوام کو قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں ہے ۔ وہ صرف وہی کام کرنے اور کر سکتے ہیں جس کا انہیں اختیار دیا گیا ہے ۔ اس کے علاوہ وہ مجبور ہیں ؎

میری مجبوریوں کو کون جانے میں خود مختار ٹھہرایا گیا ہوں

پاکستان میں قادیانیوں کی تعداد

قادیانی فرقہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اجراء نبوت ۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات اور مرزا غلام احمد کو نبی یا مصلح اور مسیح موعود ماننے وغیرہ کے دعوؤں میں سراسر جھوٹا ہے ۔ اسی طرح عوام الناس کو بہکانے کی خاطر اپنی تعداد بھی بڑھا چڑھا کر بتلانے اور اس کا پروپیگنڈا کرنے میں بھی جھوٹا ہے حقیقت اور نفس الامر اس کے بالکل خلاف ہے ۔ ملک کے اندرونی حالات اور مردم شماری وغیرہ داخلی امور کی حقیقت کو جس طرح ملک کا وزیر اطلاعات و نشریات جانتا ہے ۔ وہ کوئی اور نہیں جان سکتا ۔ کیونکہ یہ باتیں اور اندرون ملک کے امور اس کے فرض منصبی میں شامل ہوتے ہیں ۔ اور ان امور کے بارے اس کی رپورٹ حرف آخر سمجھی جاتی ہے ۔

پاکستان کے سابق وزیر اطلاعات و نشریات کا بیان

اسلام آباد (اے پ) ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق ملک میں قادیانیوں کی تعداد ایک لاکھ چار ہزار دو سو چوالیس ہے ۔ یہ بات وفاقی وزیر اطلاعات و نشریات راجہ محمد ظفر الحق صاحب نے آج مجلس شوریٰ میں ایک سوال کے جواب میں بتائی (بلفظہ اخبار جنگ لاہور ص ۱ کالم ۵ بدھ ۱۹ شوال ۱۴۰۴ھ ۱۸ جولائی ۱۹۸۴ء)

یہ تعداد پاکستان میں بسنے والے جملہ مرزائیوں کی ہے ۔ جو ربوہ وغیرہ ملک کے دیگر اطراف اور علاقوں میں رہتے ہیں ۔ بعض دیگر ممالک میں بھی کچھ مرزائی ہیں ۔ مگر ان کی تعداد سینکڑوں تک بھی نہیں پہنچتی ۔ چہ جائیکہ وہ ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں ہوں ۔ لیکن ان کے غلط بیانات اور ان کے ایجنٹوں اور حواریوں کے ہوا دینے سے یہ تاثر قائم ہوتا ہے ۔ کہ شاید وہ لاکھوں سے

بھی متجاوز ہیں۔ مگر یہ پروپیگنڈا مرزا غلام احمد کی جھوٹی نبوت کی طرح صرف جھوٹ کا پلندہ ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ دیگر باطل فرقوں اور بے دین سیاسی لیڈروں کی ملی بھگت سے وہ پھولے نہیں سماتے۔ اور ان کی ملی اور سیاسی تنظیم کی جڑیں بھی خوب مضبوط ہیں۔ اور مختلف عنوانات سے وہ لوگوں کی جیبیں صاف کرنے میں بڑے مشاق ہیں۔ بقول مولانا ظفر علی خان صاحب مرحوم ؎

مسیلمہ کے جانشیں گرہ کٹوں سے کم نہیں کتر کے جیب لے گئے پیمبری کے نام سے

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو توحید و سنت اور ختم نبوت کے بنیادی عقائد پر قائم رکھے اور فتنوں سے بچائے (آمین)

وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی خاتم الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ واتباعہ الی یوم الدین

احقر الناس ابو الزاہد محمد سرفراز خطیب جامع مسجد گکھڑ
وصدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ